سعودی حکومت کے ظلم کی کہانی

تاج الشریعہ کی زبانی



مصنف

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے
جانشین حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری کی درد ناک گرفتاری اور گیارہ دنوں تک مکہ شریف کی جیل میں قید و بند کی داستان

سعودی حکومت کے ظلم کی کہانی
تاج الشریعہ کی زبانی

مصنف

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸۔ کسگران، سوداگراں بریلی شریف۔ یوپی

فہرست مشمولات کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

بین الاقوامی روحانی پیشوا، جماعت اہل سنت کے مقتدر امام، عارف باللہ، قطب زمن حضرت تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم فقیہ اسلام علامہ مفتی حافظ قاری اسماعیل رضا عرف محمد اختر رضا خاں قادری از ہری علیہ الرحمہ کی علمی و فقہی، اور مجاہدانہ خدمات و کارناموں پر راقم کی متعدد کتابیں قارئین نے مطالعہ کی ہوں گی، حیات تاج الشریعہ۔ کرامات تاج الشریعہ۔ نوادرات تاج الشریعہ۔ سوانح تاج الشریعہ کے بعد اب زیر نظر کتاب "سعودی حکومت کے ظلم کی کہانی تاج الشریعہ کی زبانی" ایک ایسے موضوع پر جس کے مطالعہ سے آپ کو حیرت انگیز حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت تاج الشریعہ نے اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنکر، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے، مکہ شریف کے قید خانہ میں گیارہ دن گزار کر سواد اعظم اہل سنت جماعت کی حقانیت کا پرچم بلند کر دیا۔ آپ نے اعلاء الکلمۃ الحق کی صدا بلند کر کے حق و باطل میں امتیاز کی لکیر کھینچ دی۔ اور باطل طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر ایک مرد مجاہد کی طرح میدان کارزار میں کھڑے رہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی زندگی کے یہ ۱۱؍دن ایسی آزمائش اور آلام بھرے تھے کہ جس کی داستان سننے کے بعد آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈنے لگتا ہے، کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، قلب و جگر، دل و دماغ کی کیفیت اپنے قابو میں نہیں رہتی ہے۔ راقم نے حضرت کی سوانح کا یہ جفاکش، دل سوز، اور قلب و جگر کی دھڑکنوں کو بڑھا دینے والا باب قارئین کے سامنے پیش کرنے کی ادنیٰ

کوشش کی ہے۔ ۱۷؍دسمبر ۱۹۸۶ء میں جدہ سے بمبئی پھر بریلی تشریف لائے تو باشندگان شہر بریلی نے زبردست استقبالیہ دیا تھا، اور جامع مسجد بریلی کے صحن میں حضرت نے ڈھائی گھنٹہ عوام کو خطاب کیا تھا، وہ تقریر اور سعودی حکومت کے خلاف عجیب ماحول، عقیدت مندوں کا غصہ، فلک شگاف نعروں سے گونجتی ہوئی تاریخی جامع مسجد کا اضطرابی منظر، آج بھی راقم کے تاریک ذہن کے پردے پر نقش ہے، میں اس وقت دارالعلوم منظر اسلام میں درجہ اعدادیہ کا طالب علم تھا۔

زیرِ نظر کتاب ''سعودی حکومت کے ظلم کی کہانی تاج الشریعہ کی زبانی'' کو لکھنے کا کما حقہ حق ادا نہیں کرسکا ہوں، اس کا راقم کو بھرپور اعتراف ہے، راقم ملک میں قومی وملی مسائل، تحریک وتنظیم، اور سیاسی وسماجی مصروفیات کی وجہ سے لکھنو، بمبئی، دہلی اور بریلی کے اخبارات کی فائلیں دیکھنے میں ناکام رہا ہے، مگر ان اخبارات کے علاوہ رسائل ومجلات طرفین کے دیکھنے سے ایک بہترین ذخیرہ حاصل ہوسکتا ہے۔ چونکہ گرفتاری کی جب خبر ہندوستان میں آئی، تو ہندوستان اور پاکستان کے وہابیوں ودیوبندیوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا، سعودیہ کی نمک خواری کا حق ادا کرنے کے لئے حضرت کے خلاف مضامین بھی تحریر کئے گئے تھے، جس کے جوابات کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔ تاہم راقم کی یہ کوشش رہی ہے کہ حضرت تاج الشریعہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے، اور جس جس میدان میں حضرت کی خدمات رہی ہیں، ان سبھی کو ضبط تحریر کرکے تاریخ کا ایک حصہ بنادیا جائے۔ مگر ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔

۱۹۸۷ء میں مکہ شریف کی مقدس سرزمین پر ایرانیوں کی شورش پر حضرت کا زبردست احتجاجی مکتوب، پھر مکہ شریف میں رونما ہونے والے بھیانک واقعات کو بھی شامل اشاعت کردیا گیا ہے، تاکہ نئی نسل کو ماضی کی تاریخ سے روشناس کرایا جاسکے، کتاب کے مطالعہ کرنے کے بعد راقم کے لئے دعا فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح خدمت دین متین لیتا رہے،اور وقت میں برکتیں عطا فرمائے،تا کہ بیش از بیش تحریری و تصنیفی امور انجام دیتا رہوں (آمین) اگر کہیں کوئی کمی نظر آئے تو راقم کو ضرور مطلع کریں تا کہ اصلاح ممکن ہو سکے۔کتاب میں بہت سارا مواد حضرت سے بالمشافہ گفتگو سے حاصل کیا،اور سفر و حضر میں حضرت سے وقتاً فوقتاً معلومات کو قلم بند کرتا رہا ہوں۔ چند رسائل و مجلات پیش نظر تھے،ان کو ماخذ کا حصہ بنایا،اور روایتوں کا بھی سہارا لیا ہے۔

یہ کتاب حضرت تاج الشریعہ کی حیات زندگی میں ہی لکھی جا چکی تھی،۱۱ر جون ۲۰۱۷ء/۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ کو آخری شکل دے دی گئی تھی مگر تصحیح کے مرحلے کی مشکلوں نے تاخیر کر دی ورنہ حضرت کی حیات میں ہی کتاب منظر عام پر آجاتی۔ آج حضرت ہم میں موجود نہیں ہیں مگر ان کا روحانی فیض ہر جگہ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے۔ان کی دعائیں، شفقتیں، محبتیں،اور سرپرستی ہمیشہ حاصل رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دینی و ملی امور بخوبی انجام پذیر ہو جاتے ہیں۔

آخر میں برادرم مولانا شفیق الحق رضوی،عزیزم مولانا عمران رضا سنبھلی، عزیزم سمیر الدین رضوی،اور برادرم دانش رضا صاحبان کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا،کہ انہوں نے وقت بے وقت ہمارا ساتھ دیا،ہمیشہ کاموں میں ہاتھ بانٹتے رہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سبھی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علی النبی الامی وآلہ وسلم۔

قریہ بہ قریہ،کو بہ کو،شہر بہ شہر، جو بجو
تیرا ہی ذکر ہے اختر،کوچہ،سو بہ سو

سگ در آستانہ عالیہ رضویہ

احقر محمد شہاب الدین رضوی غفرلہ

(۴۔اکتوبر ۲۰۱۸ء/۲۳۔محرم الحرام ۱۴۴۰ھ)

تعارف مصنف
اپنی تصنیفات کے آئینہ میں

تحریر: مولانا محمد عمران رضا قادری سنبھلی، فاضل شعبہ دینیات منظر اسلام بریلی

ہندوستان کی مردم خیز وزرخیز زمین نے ہر دور میں قوم وملت کو ایسے مؤرخین و مصنفین عطا کئے ہیں، جنہوں نے عالمی سطح پر خدمت دین حنیف اور علمی، فکری، کارنامے انجام دئے ہیں۔ اور آج بھی ہندوستان کی سرزمین پر ایسے لائق رشک تاریخ نگار اپنے مفکرانہ تصورات سے دینی و مذہبی فرائض انجام دے رہے ہیں، انہی میں سے پاک طینت متحرک و فعال شخصیت حضرت علامہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب کی بھی ہے، جو آج برصغیر کی علمی، فکری، اور تحریری ہر سطح پر اپنی شناخت قائم کئے ہوئے ہیں۔ آپ بیک وقت عظیم محقق، عربی و فارسی زبان وادب اور تاریخ عالم کے بھی شناسا ہیں، آپ اکثر قومی اور بین الاقوامی مسائل سے متعلق کانفرنسوں میں شرکت فرماتے ہیں، جہاں آپ اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف کے ڈائیرکٹر ہیں، وہیں آل انڈ جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کردہ اعلیٰ حضرت کے جنرل سکریٹری بھی ہیں ۱۹۹۶ء میں آپ نے ہی جماعت کی نشان ثانیہ کی۔ بلاشبہ آپ مختلف الجہات صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

کسی بھی تفصیل سے قطع نظر اس مضمون میں بالخصوص آپ کی متعدد تاریخی تصنیفات پر قدرے تبصرہ مقصود ہے۔ آپ تصنیف وتالیف کی دنیا میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں، آج جب کہ تحقیقی مزاج ختم ہوتا جارہا ہے۔ علامہ موصوف نے تاریخ کے ہر ایک گوشہ پر قلم اٹھایا ہے۔ بالخصوص آپ نے خانوادۂ رضا، آل رضا، اور مسلک رضا جیسے وقت کے اہم موضوعات پر مکمل جانفشانی اور دل جمعی کے ساتھ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی مبالغہ سے قطع نظر لکھی جاتی ہے کہ خانوادۂ رضویہ کی تاریخ پہلے بھی لکھنے والوں نے اپنے انداز فکر

میں مرتب کی ہے، مگر علامہ شہاب الدین رضوی صاحب نے امور خانہ طرز تحریر، اور خوش اسلوبی، اور مناسب وسنجیدگی سے لبریز لب و لہجہ اپنی تصنیفات میں استعمال کیا ہے۔ وہ واقعی لائق تقلید ہے۔

میں آج آپ کی کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت ہندی'' کے رسم اجرا (بریلی کالج بریلی کے سیمینار ہال میں) کے حسین موقع پر آپ کی ۲ درجن سے زائد کتب وتصنیفات کا مختصر تعارف بھی پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر اس سے قبل حیات اعلیٰ حضرت ہندی سے متعلق کچھ تبصرہ کیا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا، حضرت علامہ شہاب الدین نے اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت ہندی میں اعلیٰ حضرت کے خاندانی حالات، آپ کے فضائل ومناقب، اور علمی کارناموں، کشف وکرامات کو مختصر مگر آسان وسلیس ہندی زبان میں تصنیف فرمایا ہے، تاکہ سماج کا ہر ایک طبقہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات وفرمودات سے باخبر ہوسکے۔ اعلیٰ حضرت دنیائے اسلام کے عظیم رہنما، مجدد اور قائد اعظم مانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ملت کے مذہبی، سیاسی، سماجی، معاشی، اقتصادی اور ملکی غرض یہ کہ ہر ایک شعبہ میں خدمات انجام دی ہیں، جن کی بنیاد پر آپ کو دنیا کے بڑے سے بڑے دانشور، محقق اور عرب وعجم کے رہنماؤں نے اپنا رہبر تسلیم کیا، اور آپ کی صلاحیتوں اور علمی وفکری کارناموں کی تائید بھی کی۔ ان سب مضامین کو علامہ موصوف نے اپنی اس کتاب میں بہت خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی سب سے پہلی کتاب زمانۂ طالب علمی میں الجامعۃ الاسلامیہ رام پور میں مدت ہوئے ۱۹۸۸ء میں ''اولیات'' کے نام سے تصنیف فرمائی۔ جس میں آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفا راشدین، مختلف صحابۂ کرام، ائمہ ذوی الاحترام اور دیگر مقدس حضرات کے اوائل کو مع مستند حوالاجات کے پیش کیا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں

آپ کی تصنیف وتالیف کی جانب اس پیش قدمی سے آپ کے قلمی لگاؤ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، بعدہ ۱۹۹۰ء ذی الحجہ بموقع صد سالہ جشن ولادت حضور مفتی اعظم، آپ کی دوسری مذہبی، تاریخی کتاب اسلامی شخصیات کی حیات وخدمات پر مشتمل ''مفتی اعظم اوران کے خلفا'' ۶۴۰ رصفحات پر محیط۔ رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کی، جس میں آپ نے مجدد رواں صدی مفتی اعظم ہند کی حیات وخدمات اور آپ کے خلفا کا ذکر خیر، اوران کی خدمات جلیلہ، تقوی شعاری، علم وفضل جیسے عناوین پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب بھی آپ نے دوران تعلیم ہی تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں قبلہ نے اپنی تقریظ میں لکھا ہے۔

> عزیزم مولوی شہاب الدین رضوی بہرائچی سلمہ کی تصنیف مفتی اعظم اوران کے خلفا کوفقیر نے کہیں کہیں سے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ اچھا لکھا ہے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر گزشتہ چند سالوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر خلفا کے حالات میں اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ انہوں نے اس کمی کو پورکیا ہے۔ مولوی شہاب الدین سلمہ ایک ہونہار طالب علم ہیں، ابھی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے ہیں، دور طالب علمی میں یہ ان کی دوسری تصنیف ہے، اور کچھ کتابوں کے مسودے بھی تیار رکھے ہیں۔

اس کے بعد مفتی اعظم ہند سے متعلق ہی آپ نے ایک مختصر رسالہ ''مفتی اعظم کے ماہ وسال'' نام سے ۲۰ رمارچ ۱۹۹۱ء کو ترتیب دے کر شائع کرایا، ۱۹۹۴ء جنوری میں ''دنیا اسلام کی تلاش میں'' نام سے ۴۸ صفحات ایک کتاب مذہب اسلام کے عالمگیر نظم ونسق اور اسلامی امن وامان، اخوت و بھائی چارگی کے داعیانہ

پیغامات، اوراسلام کے بے مثال نظام کائنات جیسے موضوعات پر شائع کی۔ ۱۹۹۶ء میں ''علماعرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام'' سے اعلیٰ حضرت کی بین الاقوامی شخصیت پر ۱۲۰ر صفحات کی کتاب تصنیف کی، جس میں آپ نے علماعرب کے اعلیٰ حضرت کے نام آئے ہوئے ان خطوط و پیغامات کو جمع کیا ہے جس میں علما عرب نے امام احمد رضا کی علمی، فقہی، صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے وقت کا فقیہ اعظم قرار دیا ہے۔

۱۹۹۶ء میں '' تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ '' کے نام سے ۴۶۴ر صفحات پر مبنی ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ آپ نے اسی کتاب میں ۱۹۲۰ء میں اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ مذہبی جماعت آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ کے اغراض و مقاصد، شعبہ جات کا تعارف، دستور العمل، خدمات اور مشکلات، اشاعتی خدمات ،تحریک انسداد گاؤ کشی، تحریک آزادی ہند اور رام راج، تحریک تعاقبات ،اور ہندوستان پر سیاسی اثرات، سیاسی مکروہ پروپگنڈہ ،اور مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل۔ غرض یہ کہ جماعت اور اراکین جماعت حضور مفتی اعظم، مفتی برہان الحق جبلپوری، مولانا سید سلیمان اشرف، مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی اور محدث اعظم قدس سرہ محمد کچھوچھوی کی دینی، سماجی وسیاسی اور ملی خدمات کا تاریخی نظریات کی روشنی میں تفصیلی ذکر کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں تحقیقی مقالات ومضامین کونہایت سنجیدہ ذہنی اور مکمل مؤرخانہ، سلیقہ مندی کے ساتھ مرتب کرتے ہوئے ،تاریخی حقائق و واقعات کی طرف قارئین کی توجہات مبذول کرائی ہے۔ اس کتاب کے تقدیمی کلمات میں مصنف کتاب کی عظیم شخصیت اور آپ کے اس علمی تاریخی کارنامے سے متاثر ہو کر ہندوستان کے مشہور عالم دین علامہ، محمد احمد مصباحی صاحب، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے تحریر فرمایا ہے:

ضرورت ہے کہ ہم میں بہت سے افراد شہاب الدین بنیں،

> اپنے وقت، محنت، اور صلاحیت کا صحیح استعمال کریں، اور اپنے ساتھ اپنے اسلاف، اپنی قوم، اور اپنی نسل کے لئے بہت کچھ کرنے کا حوصلہ پیدا کریں، اس طرح ہر میدان کا خلا پر ہو سکتا ہے، اور کام بہت آگے بڑھ سکتا ہے (ص۔۹)

جس وقت جماعت رضائے مصطفےٰ تشکیل دی گئی، اس وقت ہندوستان میں سیاسی و مذہبی مسائل کی ایسی گھمسان چل رہی تھی کہ اہل اسلام کے امن و امان کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان وایقان بھی تباہ و برباد کئے جارہے تھے، مختلف سیاسی تحریکات اسلام و مسلمین کی تباہی و بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئی تھیں، ایسے پیچیدہ ماحول میں جماعت رضائے مصطفےٰ اور جماعت کے اراکین نے باطل افکار و نظریات کا کھل کر مقابلہ کیا، اسی وقت سے جماعت کے بے شمار کارنامے اخبارات و رسائل، اور قدیم لائبریریوں کی نذر تھے، جن کو یکجا کر کے علامہ موصوف نے تاریخ رضویہ کے ایک حسین باب کو وجود بخشا، اور اپنی آئندہ نسل کو غفلت و بیزاری کے عمل سے الگ تھلگ رکھتے ہوئے، مدقق تقلیدی کارنامہ انجام دیا۔

آپ کے اس کارنامے سے متعلق مزید علامہ محمد احمد مصباحی فرماتے ہیں:

> میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پچاس سالہ نسل کی اکثریت جماعت کے کارناموں کی تفصیل سے نابلد ہے۔ عزیز گرامی جناب شہاب الدین رضوی نے اس سلسلہ میں امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ لکھنؤ ۱۴۱۳ھ کے سمینار کے لیے ایک مختصر مقالہ لکھا جو میں نے بغور پڑھا۔ پھر عزیز موصوف کو خط لکھا کہ اس موضوع پر آپ تفصیل سے لکھیں۔ انہوں نے پرانے ذخیرے تلاش کئے خاص طور سے جماعت کی رودادیں حاصل کیں، اور ان کی روشنی میں یہ تاریخ مرتب کی، جن پر ہم

سب کی طرف سے خراج تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ایک عربی شاعر علی بن جہم کے قول (و ذکر الفتی بالخیر عمر محد) جوان مرد کا ذکر خیر اس کے لئے ایک حیات نو کی حیثیت رکھتا ہے، کے تحت میں کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے اس تذکرے سے جماعت کو ایک نئ زندگی، اور حیات تازہ بخش دی ہے۔اور موجودہ نسل کے لیے عبرت و بصیرت، اور حرکت وعمل کا نیا درس فراہم کر دیا ہے، ایک عبرت انگیز تاریخ جو داستان پارینہ بن چکی تھی، آج پھر اپنی نئ تاب وتواں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہے (ص۔۹)

اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا کہ، یہ کتاب ۱۹۹۶ء سے ۲۰۱۰ء تک تین یا چار مرتبہ متعدد اشاعتی اداروں سے شائع ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں بمبئی، بریلی شریف اور اہل کے علاوہ پاکستان و بنگلہ دیش سے بھی طبع ہو چکی ہے۔

۱۹۹۶ء میں تنظیم الھجویر پاکستان کے ذریعہ آپ کی کتاب ''بوسینیا مسلمانوں کا مقتل'' بوسینما کی اسلامی تاریخ پر ترتیب شدہ کتاب شائع ہوئی، جس میں آپ نے مسلمانوں کے ماضی وحال پر مفکرانہ لب ولہجہ میں مجلد کیا ہے، اور قوم مسلم کو صالح معاشرے کی تشکیل وتعمیر کی جانب متوجہ کیا ہے۔۱۹۹۸ء میں میدان شاعری، اردو زبان وادب کے ماہر کہنہ مشق شیخ، عالم دین ''مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کی حیات وخدمات'' پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز قوم وملت کو دیا ہے، جو تقریبا ۱۳۶ رصفحات کو شامل ہے۔اس میں آپ نے علامہ حسنین رضا بریلوی، خلیفہ و داماد اعلیٰ حضرت کی دینی وملی اور ادبی وشاعرانہ ناقابل فراموش خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۹۹۹ء میں ''مفتی اعظم کے سیاسی افکار'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی، جس میں آپ نے حضور مفتی اعظم کی مذہبی خدمات کے ساتھ سیاسی وسماجی خدمات پر محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے، اور آپ کی مجاہدانہ جرأت مندانہ شخصیت کے اہم گوشوں پر قلم اٹھایا ہے۔آپ کی اس کتاب کی اہمیت اس بات سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے بھی آپ کی کتاب کی خوب پذیرائی فرمائی ہے۔

جنوری ۲۰۰۷ء کو آپ کی کتاب ''حیات تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی عثمانی'' کی بے مثال شخصیت پر شائع ہوئی۔اس کتاب میں علامہ موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اور مولانا شاہ عبد القادر بدایونی سے مذہبی ومعاصراتی مسائل، اور باہمی رشتوں کو تاریخی پیرائے میں بیان کیا ہے۔تاج الفحول مولانا بدایونی اعلیٰ حضرت کی معاصر شخصیات میں سے ایک تھے، یہاں تک کہ فاضل بریلوی پر کامل اعتماد رکھتے تھے، اسی کے ساتھ تاج الفحول امام احمد رضا کا حد درجہ ادب واحترام کیا کرتے تھے، حتی کہ دونوں حضرات مسائل دقیقہ میں باہمی صلاح ومشورے سے کام لیتے تھے۔اس طرح بہت ساری عبارتوں کو صاحب کتاب نے نوٹ کیا ہے، جس سے بریلی بدایوں کے قدیم روابط کا پتہ معلوم ہوتا ہے، ۲۰۰۷ء میں ہی آپنے ''عدل وانصاف کا قرآن مفہوم'' نامی مختصر رسالہ قرآنی آیات سے مزین اپنے اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی سے شائع کیا۔اسی سال مئی میں آپ نے ''مفتی عوض عثمانی بریلوی اور جہاد آزادی روہیل کھنڈ، اور ماہ اگست میں اعلیٰ حضرت کے دادا ''مولانا رضا علی خاں بریلوی اور جنگ آزادی'' کے موضوع پر ۱۶۰ صفحات کی کتاب لکھی جس کو رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کیا، جس میں آپ نے مولانا رضا علی خاں بریلوی کی جنگ آزادی ہند میں مجاہدانہ سرگرمیوں، اوران کے قائدانہ کردار و

عمل پر بحیثیت تاریخ نویس کی حیثیت سے تبصرہ کیا ہے۔

جنوری ۲۰۰۸ء میں ''اسلامیان ہند کے ملی مسائل'' پرمبنی سنی دنیا مرکزی رسالہ میں شائع شدہ اداریوں کو یکجا کر کے، رضا اکیڈمی کے ذریعہ شائع کیا، جس میں مصنف علام نے قوم وملت کی فلاح و بہبود پر بہت ہی دلچسپ انداز میں اداریے لکھے ہیں۔ یہاں یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ آپ نے مرکز سے شائع ہونے والے ماہنامہ سنی دنیا کی مستقل ۱۶ ر سال ادارت کے فرائض انجام دیے ہیں۔ فروری ۲۰۰۸ء میں ہی ''تذکرہ برہان ملت'' مرتب کر کے مفتی برہان الحق جبل پوری خلیفہ وتلمیذ امام احمد رضا بریلی کی خدمات کو روشناس کرایا۔

۲۰۰۹ء میں اسلامک ریسرچ سینٹر کے ذریعہ مذہبی مسائل پر'' جامع لشواہد اور تحریک عدم تقلید''،''تذکرہ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی''،''تاریخ و عقائد جماعت اہل حدیث غیر مقلدین'' غیر مقلدین کی تاریخ کے آئینہ میں نقاب کشائی کی ہے۔ یہ کتاب مذہبی مسائل فقہی اور تقلیدی مسائل پر عظیم پیش کش ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اعلیٰ حضرت کی ''فضیلت نسب''،مفتی اعظم کی 'حجۃ واہرہ'' ''تصحیح یقین''،''القسورۃ'' ''رد تھانوی''،''کوئی برادری رذیل نہیں'' اور علامہ حامد رضا بریلوی کے کلام کا مختصر مجموعہ ''انتخاب کلام حامد''،''حیات غسر اعظم''،''یادگار رضا''،''خطبات رضا'' جیسے رسائل کو بھی متعدد تواریخ میں ترتیب وتالیف فرما کر تاریخ اہل سنت میں کتب تواریخ کا اضافہ کیا۔

قارئین! مذکورہ تصنیفی خدمات سے علامہ موصوف کی مختلف فکری، دینی، علمی، صحافتی، ملکی صفات کی مشتمل شخصیت ارباب وفکر نظر کے سامنے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔ میں اپنے ان آخری جملوں کے ساتھ اپنی بات ختم کر رہا ہوں کہ آپ کی شخصیت عصر حاضر کے قلم کاروں کے لئے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی روشنی میں انسان وقت کا ایک عظیم مورخ وانشا پرداز بن سکتا ہے۔

وہابی اسٹیٹ کی جھلک

نجدی دورِ جدید کے مظالم کی دردناک داستان

(تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں قادری برکاتی مارہروی)

نجدیا سخت ہی ظالم ہے جماعت تیری
طائف پاک کو دل کھول کے تو نے لوٹا
عورتیں بچے ہدف تیرے مظالم کا بنے
تیغ کے گھاٹ اتارے علما و شرفا
خون مسلم کو کیا ہدر، کیا مال حلال
مال مسلم سے لیا خمس بھی ظالم تو نے
ساری امت تیرے مذہب میں ہے پکی مشرک
ایسی توحید سے واللہ ہے اسلام نفور
ابن عباس کے مرقد کو اکھاڑا تو نے
کب نبی زادوں کے مرقد کو بھی چھوڑا تو نے
بڑھ کے طائف سے ستم مکے میں تو نے ڈھائے
کون سا ظلم اٹھا رکھا حرم میں تو نے
مولد پاک نبی آہ ہو کو ڑے خانہ
فیر تو نے کیے مرقد میں خدیجہ کے بھی
آمنہ بی بی کا مرقد بھی نہ باقی رکھا
دریں، ڈھائیں، مآثر کو بھی توڑا تو نے
تھے مزارات صحابہ و ائمہ جو وہاں
حاضری دینا سمجھتا ہے عبادت تو غبی
میں سناؤں تجھے تھوڑی سی شناعت تیری
بے گناہوں پہ چلی تیغ شقاوت تیری

ٹوٹی اعیان و عمايد پہ بھی بدعت تیری
ایسی کچھ ظلم سے مخمور ہے طینت تیری
اے شقی ہے یہی شیطانی شریعت تیری
کونسا دین ہے یہ ،کیسی ہے سنت تیری
ایک توحید پہ بس رہ گئی ملت تیری
بس تجھی کو ہو مبارک یہ خباثت تیری
اف رے بے باک ہے اس درجہ جسارت تیری
بے نشان کر چکی ان کو بھی فسادت تیری
کرتا وہ پاک حرم بھی ہے شکایت تیری
ستم وجور کی جاتی نہیں عادت تیری
اف رے ناپاک یہ شیطانی نجاست تیری
شیطنت سے ہے بھری کیسی یہ خصلت تیری
اف رے مردود یہ بیباکی یہ جرأت تیری
عام قبروں پہ ہوئی خاص عنایت تیری
کر چکی سب کو ہی برباد جماعت تیری
ہے عجب فہم تری طرفہ ذہانت تیری
ہے اسی فہم و فطانت پہ مجدد بنتا
ہے گدھوں کو بھی شرماتی حماقت تیری
کوئی مسلم نہیں کرتا ہے عبادت ان کی
سخت جھوٹی ہی مسلمانوں پہ تہمت تیری
تجھکو اللہ کے پیاروں سے ہے پکی نفرت
شرک تجھ کو ہے سوجھاتی یہی علت تیری

ہم تو اللہ کے پیاروں کی کریں گے تعظیم
جو بھی کچھ چاہے سمجھ لے اسے سنگت تیری
آگ برسائی مدینہ پہ نبی کے تو نے
کس قدر سخت ہے ظالم یہ شرارت تیری
کون ساظلم مدینہ میں نہ تو نے ڈھایا
قتل و غارت کی کہیں جاتی ہی عادت تیری
مرقد حمزہ و عثمان بھی مسمار کیا
جب نہیں اس سے بھی بھر پائی طبیعت تیری
تو نے گراڈالی بقیع ایک سرے سے برباد
اُف رے بندۂ شیطان یہ جرأت تیری
کھود کر پھینک دیا تو نے مزارِ فاطمہ زہرا
اُف رے ملعون، نبی سے یہ عداوت تیری
اب نظر بد ہے تری روضۂ اقدس کی طرف
آنکھیں پھوٹیں تری بہ جائے بصارت تیری
عرض کرتا ہے فقیر اپنے خدا سے کہ یہ مٹیں
تو ہواخواہ ترے اور حکومت تیری

(اہل سنت کی آواز مارہرہ، ص ۳۰-۳۱، جلد سوم، حصہ پنجم ۱۳۱۶ھ، مطبوعہ کانپور)

وہابی ازم اور سعودی حکومت

وہابی نظریہ کیا ہے؟ اور سعودی عرب میں ایک نظریاتی سلطنت کے قیام کے پیچھے کے اسباب کیا تھے، نیز موجودہ دور میں اس کے اثرات دنیا کو کس طرح اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں؟ اس قسم کے سوال اکثر اٹھتے رہے ہیں اور ان کے جواب بھی دیئے جاتے رہے ہیں۔

موجودہ دور جمہوریت کا دور ہے، اور ہر جگہ جمہوری نظام ہے، اور ساری دنیا میں بادشاہت تقریباً ختم ہو چکی ہے، مگر سعودی عرب میں آج بھی بادشاہت ہے، اور یہ ایک مضبوط سلطنت ہے، جہاں جلد کسی انقلاب کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس کے قیام اور اس مقام تک پہنچنے کی تاریخ، دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی چڑھاؤ اوتار سے بھری ہے۔ اصل میں ''وہابی'' کا لفظ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی نسبت سے استعمال کیا جاتا ہے، اور ان کے پیروکاروں کو ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ ان کے افکار و نظریات میں علم غیب رسول سے انکار، توسل اور وسیلہ کے قائل نہیں ہیں، اور مزارات اولیا و سلف صالحین صرف ایک بت کے برابر ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس دنیا میں ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو وہابی کہنے سے خوش ہوتے ہوں، اور وہ خود کو وہابی مانتے ہوں۔ کچھ دن قبل سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل نے فرانس میں ایک بین الاقوامی میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم وہابی نہیں، بلکہ مسلمان ہیں۔ حالانکہ وہابیت اور سعودی سلطنت کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے، اور دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون حاصل ہے، جواب بھی جاری ہے۔ لفظ کو اگر نظر انداز کر دیں تو معنوی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی صورت میں رہے ہیں، اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

سعودی سلطنت کا نظریاتی بانی کون؟

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی پہچان ایک سخت گیر اور قرآن وسنت سے جزوی انحرافی کے طور پر ایک عالم دین کی رہی ہے، جن کی پیدائش عرب کے نجد صوبے میں عینیہ مقام ۱۷۰۳ء میں ہوئی۔ اس علاقے کو اس لئے بھی جانا جاتا ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب یہیں پیدا ہوا تھا۔ شیخ کے والد شیخ عبد الوہاب خود ایک مستند عالم دین تھے، اور ان کے بھائی ورشتے داروں میں بیشتر عالم وفاضل تھے۔ وہ صحابہ، اولیا اور سلف صالحین سے لگاؤ رکھتے تھے، اور فقہ حنبلی کے پابند تھے۔ اس علاقے میں عموماً مسلمانوں کے اندر بزرگان دین اور صوفیا کے تعلق سے خوش اعتقادی پائی جاتی تھی۔ صحابہ کے مزارات تھے، جہاں عوام وعلما کا ہجوم ہوتا تھا، اوران کی قبروں کا احترام کیا جاتا تھا۔ شیخ نجدی کے اہل خاندان بھی انہیں لوگوں میں سے تھے، اوران کی تعلیم وتربیت کا آغاز بھی اسی ماحول میں ہوا، مگر جلد ہی ان کا رابطہ ابن تیمیہ کی کتابوں سے ہوا، جو چند صدی قبل کے نامور عالم تھے، اور اپنے مختلف ومذہبی خیالات کے سبب اپنے دور میں علما کی نظر میں معتوب رہے تھے۔ شیخ نجدی نے اپنے آبا واجداد کے مسلک سے انحراف کیا، اور ایک نئے مسلک وہابیت کی داغ بیل ڈالی۔ شیخ نجدی کے بعض اساتذہ بھی ابن تیمیہ کے نظریات کو قبول کرتے تھے، اور عام مسلمانوں کے نظریات کو ناپسند کرتے تھے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب کے مزاج میں شدت پسندی کا عنصر تھا، اور ایسے میں جب ابن تیمیہ کی کتابیں اس کے مطالعے میں آئیں تو اس میں مزید شدت پسندی آ گئی۔ شیخ نجدی کی نظر میں صحابہ، اولیا، شہداء، اور بزرگوں کے مزارات شرک وبت پرستی کے اڈے تھے۔ جن کا انہدام ضروری تھا۔ جو مسلمان ان کے نظریے سے اختلاف رکھتے تھے انہیں وہ کافر ومشرک مانتے تھے، ان کے خلاف

جہاد کو فرض سمجھتے تھے، اوران کے مال واسباب پر قبضہ کر کے انہیں اپنے استعمال میں لانا حلال سمجھتے تھے۔ ان کا ایسا ہی خیال ان لوگوں کے بارے میں بھی تھا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں شفاعت کا عقیدہ رکھتے تھے، وسیلے کے قائل تھے۔ اس شدت پسندی کے سبب انہوں نے بہت سی لڑائیاں کیں، اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر قتل کیا۔ مزارات کو شہید کیا۔

شدت پسندی اوراس کے اثرات:

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نظریات پر پہلے سے کچھ لوگ عمل پیرا تھے، کیونکہ یہ نظریات اصل میں ابن تیمیہ کے تھے، مگر ابن تیمیہ کو حکومت نہیں ملی تھی کہ انہیں لوگوں پر لاگو کیا جاتا، مگر شیخ نجدی کو اتفاق سے ایک حکومت کا ساتھ بھی مل گیا۔ انہوں نے نجد کے درعیہ میں آ کر وہاں کے امیر محمد بن سعود کو اپنا ہم نوا بنایا۔ امیر کی قوت کے ساتھ جب شیخ نجد کے کچھ پیروکار مل گئے تو ان کی طاقت میں اضافہ ہو گیا، اور انہوں نے مل کر علاقے میں لڑائی شروع کر دی۔ صحابہ کرام اور بزرگان دین کے مزارات اس علاقے میں کثرت سے تھے، اور انہوں نے ان تمام مزارات کو منہدم کر ڈالا۔ ان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب کا مقبرہ بھی شامل تھا۔ ان دونوں نے مل کر مزارات اور مقدس مقامات کو بری طرح تاراج کیا، اور جو لوگ ان کی راہ میں حائل ہوئے انہیں مشرک قرار دے کر قتل کر ڈالا۔ اس دوران کچھ لوگوں نے برضا ان کے نظریات قبول کر لئے تو کچھ لوگوں نے جبراً اسے اپنایا۔ امیر کے ماتحت علاقے میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا ''ریاض'' پر قبضہ ہو گیا۔ صرف اس ایک جنگ میں لگ بھگ چار ہزار مسلمان قتل کئے گئے۔ حالانکہ بعد کے دور میں ان کے مقبوضات میں اضافہ ہوا۔ جہاں ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا، وہاں بھی حملہ

کر کے مزارات کو منہدم کیا کرتے تھے۔انتہا یہ ہے کربلا معلیٰ اور نجف اشرف پر بھی حملہ کیا گیا، اور شرک کو مٹانے کے نام پر ہزاروں شیعہ وسنی مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ان حملوں میں پیش پیش تھے خود امیر ابن سعود کے بیٹے عبد العزیز، جو اس کے بعد ان کا جانشیں بنے، اور اس کے بعد سعود بن عبد العزیز امیر قرار پائے۔تین امیروں کے عہد دیکھ کر شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی موت ۲۲ جون ۱۷۹۲ء کو ہوئی، مگر اس بیچ عرب میں وہ ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈال چکے تھے جو ان کے نظریات کی علم بردار تھی۔اور انہوں اپنے پروکاروں کو تبلیغ کے لئے تیار کر دیا تھا، جو شہر در شہر لوگوں کے ایمان واعتقاد پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔اور بیرون ممالک بھی اثرات پڑ رہے تھے۔

سعودیہ کی سیاسی تاریخ:

عرب کی سرزمین پر جب وہابی سلطنت کا نقشہ تیار ہو رہا تھا، تب عثمانی خلافت قائم تھی، اور عرب کی سرزمین بھی اسی کے زیر نگین، مگر وہ یوروپ وایشیا میں عیسائی ممالک سے برسر پیکار تھی، اور اس کے پاس مہلت نہیں تھی کہ وہ اس جانب توجہ کرتی۔آخر کار جب اس نے اس جانب توجہ کی تو ایک مقابلے کے بعد ابن سعود کی حکومت کا خاتمہ بھی کر دیا۔اس طرح سے ۱۷۴۵ء میں جو حکومت قائم ہوئی تھی وہ ۱۸۱۸ء میں اپنے انجام کو پہنچ گئی، مگر چند سال بعد دوبارہ اس کا جنم ہوا، اور ایک بار پھر وہابی حکومت قائم ہو گئی مگر یہ پوری طرح آزاد نہ تھی، اور کسی نہ کسی طرح عثمانی خلافت کے ماتحت آتی تھی۔یہ دور ۱۸۲۳ء سے لے کر ۱۸۸۱ء تک رہا۔دوسرے دور کے خاتمے کے بعد وہابیوں کو اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی، اور ۱۹۰۳ء میں وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ابن سعود کی اولاد سے ہی عبد العزیز نامی شہزادے نے بادشاہت قائم کرنے میں کامیابی پائی، اور امیر نجد کا لقب اختیار کیا۔انہوں نے تحریک اسلامی کے امام کا خطاب بھی حاصل

کیا۔ان کی ترکوں سے لگا تار لڑائیاں ہوتی رہیں، اور وہ سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب کے نظریات کو رائج کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ترکی کی خواہش تھی کہ وہ ''سلطنت عثمانیہ'' کے ماتحت آجائے، مگر امیر اس کے لئے تیار نہ تھے۔اس دوران جنگ عظیم اول شروع ہوگئی، اور افراتفری کا فائدہ اٹھا کر انہوں نے اپنی حکومت کو مزید استحکام دیا۔ابن سعود کو انگریزوں کی حمایت ملتی رہی، جو سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایک دشمن کھڑا کرنا چاہتے تھے۔۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ابن سعود اور برطانوی حکومت کے بیچ ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے ابن سعود اور ان کی اولاد کو نجد کا حکمراں تسلیم کرلیا گیا۔اس معاہدے کی رو سے ابن سعود کے ملک پر کسی بیرونی حملے کی صورت میں برطانیہ کی ذمے داری تھی کہ ان کی حفاظت کرے، اور اس کے بدلے میں ابن سعود نے بیرونی معاملوں میں برطانیہ کی حیثیت تسلیم کرلی۔حالانکہ بعد کے سیاسی حالات کچھ ایسے رہے کہ عثمانی سلطنت کا خاتمہ ہوتا گیا، اور عرب کی زمین پر دھیرے دھیرے ابن سعود کی حکومت کا دائرہ بڑھتا گیا۔ترک مسلمانوں سے جنگ، اور برطانیہ سے دوستی کا ابن سعود اور ان کے جانشین کو بے انتہا فائدہ ہوا۔سرزمین عرب کے بڑے حصے پر ابن سعود کا قبضہ ہوگیا، اور ۱۹۳۴ء میں اس کا نام ''سعودیہ عربیہ'' رکھ دیا گیا۔اور ایک اسلامی جمہوری نظام کے بجائے ''بادشاہت'' قائم کی گئی جو آج تک قائم ہے، اور وہ اپنے کو ''خادم الحرمین شریفین'' کہتے ہیں۔جو کہ صرف عالم اسلام کو دکھاوا ہے۔نہایت ہی افسوس یہ ہے کہ یہ سعودی حکومت روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی نظر رکھے ہوئے ہے، گزشتہ سال توسیع مسجد نبوی کے نام پر ایک منصوبہ بنایا گیا تھا مگر قربان جائے عاشقان رسول کا کہ جن کے شدید احتجاج پر منصوبہ کو واپس لینا پڑا۔

نظریاتی فکر کی اشاعت:

اہل عرب بدوی زندگی گزارتے تھے، اور حکومت کی آمدنی کا انحصار ٹیکس

وغیرہ تھا، مگر جب یہاں تیل کی دریافت ہوئی تو معاشی انقلاب آ گیا۔ ایسا لگا گویا زمین نے اپنے خزانے اگل دیئے ہیں۔ اس سے جہاں سعودی حکمرانوں اور ان کے اہل خاندان کی موج ہو گئی، وہیں ان کے مغربی ''دوست'' بھی خوب فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار ونظریات سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی، اور اپنی دولت کا استعمال ترویج واشاعت میں بھرپور طریقے سے کیا، اور سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اب یہ صرف سرزمین عرب تک محدود نہیں رہا ہے، بلکہ دنیا کے بیش تر ملکوں میں پھیل چکا ہے، اور اس کے مثبت ومنفی اثرات ساری دنیا میں نظر آ رہے ہیں۔ سلف وصالحین کے مقبروں کی تاراجی کا سلسلہ اس حکومت کے تحت ہر دور میں جاری رہا، جواب بھی چل رہا ہے۔ البتہ ان تمام باتوں کے باوجود اس حکومت میں اب امن وامان ہے۔ ساری دنیا میں سب سے کم جرائم اسی حکومت میں دیکھے گئے۔ جمہوریت ہو نہ ہو، مگر عوام کو بنیادی شہری سہولیات فراہم کرنے کا کام اس حکومت میں ہوا، اسلامی قوانین کا جزوی طور پر نفاذ بھی کیا گیا۔

وہابی ازم کی ہندوستان میں آمد:

خاندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولوی اسماعیل دہلوی حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین گئے، وہاں سے وہ شیخ نجدی کی کتابیں لے کر ہندوستان آئے۔ سب سے پہلے شیخ کی ''کتاب التوحید'' کا اردو میں ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے چربہ شائع کیا، اس کی اشاعت کے بعد ملک میں انتشار پھیل گیا، خود انہی کے خاندان نے شدومد کے ساتھ وہابی نظریاتی کتاب تقویۃ الایمان کا رد کیا۔ آج ہندوستان میں وہابیت کو داخل کرنے میں مولوی اسماعیل دہلوی بانی قرار پائے، اور ایک بہت بڑا طبقہ وہابی نظریہ وفکر کا حامی ہو چکا ہے، پیٹرول کی مال ودولت پوری دنیا کے مسلمانوں کو وہابی بنانے پر خرچ

کی جارہی ہے۔

بنام اسلام دہشت گرد تنظیمیں:

آج بین الاقوامی سطح پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ دنیا میں جتنی بھی بنام اسلام تنظیمیں قائم ہیں، ان میں سبھی وہابی عقائد پر مشتمل ہیں، ان تنظیموں نے پوری دنیا میں جنگ و جدال اور قتل وقتال کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان پریشان ہیں، اپنی شناخت و پہچان چھپانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اسامہ بن لادن کی القائدہ، ابوبکر بغدادی کی اسلامک اسٹیٹ یعنی داعش، ملا عمر کی طالبان، لشکر طیبہ، حزب المجاہدین، اور بوکوحرام وغیرہ وغیرہ کے نظریات و افکار وہی ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کے تھے، ان کا خاص طور پر نشانہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔

جسم اطہر کو نکالنے کی بھیانک سازش

روضۂ رسول کی حفاظت کا ایک بصیرت افروز واقعہ:

تاریک شب ہے، غیر ملکی ایوان میں لوگوں کا رش لگا ہے، بہت اہم مسئلے پر بحث ہو رہی ہے، سب کے سب غیر مسلم ہیں، ممالک کے بڑے بڑے بادشاہ، وزرا،، فلاسفر، حکما اور دانش ور جمع ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی بھیانک اور خوف ناک منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے۔ یہ ۵۵۷ھ کا زمانہ ہے۔ سردیوں کی ٹھٹھرتی رات ہے۔ عالم اسلام کے فرمانروا، امیر المومنین سارا دن امور مملکت میں مصروفیت کے باعث، شام ڈھلے عبادت میں مصروف ہیں، رعایا بھی میٹھی نیند کی آغوش میں جا چکی ہے، مگر امیر المونین شدید مصروف اور تھکن سے چکنا چور ہونے کے باوجود، اپنے پروردگار کی خوشنودی اور اسے دن بھر کی روداد سنانے کے لیے مصلے پر سجدہ ریز ہیں۔ عبادت و مناجات سے فراغت کے بعد کچھ دیر اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آرام کرنے کے لیے لیٹے ہی ہیں کہ خواب میں اچانک رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے، جو ایک مسلمان کے لیے ہفت اقلیم کی سلطنت سے بھی زیادہ حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو انتقال سے پہلے، یہ دولت ضرور نصیب فرمائے۔ (آمین)

امیر المومنین، نبی کریم حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہو رہے تھے، کہ اسی دوران دو چہرے مزید نظر آنے لگے، مگر یہ کہ ان پر تو نحوست کی پرچھائیاں بہت واضح تھیں۔ امیر المومنین حیرت میں ڈوب گئے کہ اتنے مکروہ اور ناپسندیدہ چہرے آخر کس کے ہیں؟ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یہ دو افراد مجھے ایذا دینے کی کوشش کر رہے ہیں، جلد ان شیطانوں کا خاتمہ کرو۔'' امیر المؤمنین گھبرائے ہوئے بیدار ہو جاتے ہیں۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر واپس نیند کی وادیوں

میں اتر جاتے ہیں، کچھ ہی دیر گزرتی ہے کہ پھر وہی منظر آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگتا ہے، پھر گھبرائے ہوئے بیدار ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور پھر آرام کے لیے لیٹ جاتے ہیں، مگر اب بھی وہی منظر آنکھوں کے گرد گھومنے لگتا ہے۔

تین بار یہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا، تو امیر المومنین کی پریشانی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ اب امیر المومنین اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائے، اور انتہائی رقت آمیز لہجے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کرنے لگے "اے اللہ! یہ کون لوگ ہیں، جو میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس خواب کا کیا مطلب ہے، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ اے اللہ! مجھ بے بس اور لاچار کی مکمل دست گیری فرما کہ اسلامی دنیا کا بار (بوجھ) میرے کندھوں پر ہے، بے شک اس خواب نے مجھے ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا ہے، لیکن اے اللہ! تو میری راہنمائی کرے ،تو انشاء اللہ مجھے اس آزمائش میں سرخروئی نصیب ہوگی، اے اللہ! مجھے اس معاملے میں کامیابی اور کامرانی نصیب فرما۔"

دل سے نکلی ہوئی فریادوں کے بعد امیر المومنین نے اپنے انتہائی دانا، اور زیرک وزیر جمال الدین موصلی کو فی الفور دربار خلافت میں طلب کرلیا۔ امیر المومنین کے چہرے پر پریشانی کے آثار انھوں نے حاضر ہوتے ہی بھانپ لیے، امیر المومنین کی پریشانی دیکھ کر ان کے چہرے کا بھی رنگ اڑ گیا، دھڑکتے دل اور لرزتی زبان سے دریافت کیا، عالم پناہ کیا ماجرا ہے، کیوں اس قدر غم زدہ اور افسردہ ہیں؟ امیر المومنین نے اپنی شب بیتی سنائی، اور انتہائی پریشانی کے عالم میں عقل مند وزیر سے کہا، "مجھے کوئی مشورہ دو کہ اب ہم کیا کریں؟ اس لیے کہ آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بار بار خواب میں آنا، اور ہر بار ایک ہی بات فرمانا، معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کسی بڑے خطرے اور اسلام کے خلاف کسی بڑی سازش کی طرف الہامی اشارات ہیں۔" جمال الدین موصلی نے کچھ دیر ٹھہر

کر کہا: ''عالم پناہ! لگتا ہے مدینہ منورہ میں کوئی اہم واقعہ ہونے والا ہے، ہمیں بغیر کسی تاخیر کے فوراً از خود مدینہ منورہ حاضر ہو جانا چاہیے۔'' اس مشورے کے ساتھ ہی امیر المومنین نے ہنگامی بنیادوں پر مدینہ منورہ روانگی کی منادی کرادی، اور دمشق کے تیس نامور اور جہاں دیدہ قسم کے افراد پر مشتمل ایک قافلے کی ہمراہی میں انتہائی سبک رفتار سواریوں پر مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے، اور تقریباً سولہ روز کی مسافت کے بعد آپ مدینہ منورہ کی پرنور فضاؤں میں پہنچ گئے۔ مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ایک حجرے میں، مغربی ملک سے آئے ہوئے دو مہمانوں نے رہائش اختیار کر رکھی ہے۔ لوگوں میں ان کی بڑی شہرت ہے، اور نیک نامی سے لوگ ان کا ذکر کرتے ہیں، کیوں کہ انھوں نے مدینہ منورہ حاضر ہونے کے بعد اسی حجرے کو اپنا مسکن بنایا ہوا ہے۔ ان کی عبادت اور زہد و ورع کے مدینے میں خوب چرچے ہیں، چھوٹا، بڑا، مرد، عورت، جوان و بوڑھا ہر کوئی، ان مغربی مہمانوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ سوائے نماز اور روضہ اقدس اور جنت البقیع کی زیارت کے، اور کسی بھی کام کے لیے یہ اپنے حجرے سے باہر نہیں نکلتے۔ نیز ان کی سخاوت اور صدقہ و خیرات سے نہ صرف مدینہ منورہ کے لوگ فیض اٹھا رہے ہیں، بلکہ اطراف کے دور دراز علاقوں میں بھی ان کی سخاوت سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لوگ ان مغربی مہمانوں کی عبادتوں، ریاضتوں، اور سخاوتوں سے بے حد متاثر ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہ کر بھی اتنی عبادت نہ کر سکے، اور مغرب کے ان مہمانوں نے ایسی مثال قائم کر دی، جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مدینہ منورہ کے گورنر نے ایک بڑے لاؤ لشکر اور استقبالی ہجوم کے ہمراہ، امیر المومنین کی مدینہ منورہ آمد پر شہر سے باہر نکل کر، انتہائی شان دار اور والہانہ عقیدت کے ساتھ استقبال کیا۔ امیر المومنین نے رسمی گفتگو کے بعد گورنر کو اپنی

آمد، اور حاضری کے مقصد سے آگاہ کیا۔ امیر المومنین نے اپنے تیں رُکنی وفد کے ہمراہ گورنر اور مدینہ منورہ کے معزز افراد سے باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ خواب میں جن دو افراد کو دکھایا گیا ہے، ان تک رسائی کا طریقہ یہ ہے کہ مدینہ کے ہر ایک فرد کو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ، بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، ہر کسی کو شاہی دعوت نامہ دیا جائے کہ امیر المومنین دار الخلافہ سے روضہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں، زیارت کے بعد تمام اہل مدینہ کی امیر المومنین کی طرف سے ایک پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا ہے، جس میں بعد ازاں امیر المومنین خود اپنے ہاتھ سے ہر ایک کو ہدیہ اور تحائف تقسیم کریں گے، لہذا اس دعوت میں مدینہ منورہ کا ہر فرد اپنی حاضری یقینی بنائے۔

امیر المؤمنین زیارت روضہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فارغ ہونے کے بعد شاہی مہمان خانے میں تشریف لائے، جہاں پہلے سے سب اہل مدینہ باادب تشریف رکھتے تھے، طعام کا سلسلہ شروع ہوا، پھر تحائف کی تقسیم کا مرحلہ آیا، ہر شخص کو امیر المؤمنین نے خود اپنے دست مبارک سے ہدیے دیے، اور ہر ایک کو خوب غور سے دیکھا، تمام باشندگان مدینہ تحائف لے کر فارغ ہو گئے، مگر وہ دو چہرے نہیں دکھائی دیے، جن کی شناخت کے لیے یہ سارا انتظام کیا گیا تھا۔ امیر المومنین بے حد پریشان ہو گئے۔ گورنر سے کہا: ''اور کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟'' گورنر نے کہا: سوائے دو آدمیوں کے باقی سب ہی نے شرکت کی ہے۔ دو بزرگ ہیں، جو عبادت گزار ہونے کے ساتھ گوشہ نشین اور مال دار بھی ہیں، اس لیے عام طور پر نہ کسی سے ملتے جلتے ہیں، اور نہ ہی کسی کی دعوت پر جاتے ہیں، اسی وجہ سے ہم نے بھی انھیں اس شاہی دعوت میں مدعو نہیں کیا کہ کہیں ان کی عبادت میں خلل واقع نہ ہو۔ امیر المومنین نے جلال کے عالم میں کہا کہ جب کہا گیا تھا کہ کوئی باشندہ باقی نہ چھوڑا جائے تو انھیں کیوں مدعو نہیں کیا گیا۔ گورنر نے حکم کی تعمیل

میں فوراً انھیں بھی ایوان میں بلا کر امیر المومنین کے سامنے پیش کر دیا گیا۔امیر المومنین کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ خواب میں انھوں نے جن دو چہروں کو دیکھا تھا، وہ منحوس اور مکروہ چہرے انھی دونوں کے تھے۔امیر المومنین نے ان سے دریافت کیا: ''تم کون لوگ ہو، اور یہاں کیا کر رہے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ ہم دیارِ مغرب کے باشندے ہیں، اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، اور یہاں کی پرنور فضاؤں کا چھوڑنا ہمارے لیے مشکل ہو گیا ہے۔
امیر المؤمنین نے سختی سے کہا: ''یہ سفید جھوٹ ہے، جو اصل حقیقت ہے اس سے آگاہ کرو، ورنہ سنگین نتائج کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' دونوں گھبرا گئے، اور اصل حقیقت سے مطلع کر دیا کہ ''درحقیقت ہم دونوں یہودی ہیں، اور ہمیں اہم مشن کی تکمیل کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔وہ انتہائی بھیانک سازش یہ ہے کہ کسی طرح ہم تمھار رسول (حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا جسم اطہر ان کے روضے سے نکال کر مشن پر روانہ کرنے والی اسلام مخالف کفریہ طاقتوں تک پہنچا دیں، جب مسلمانوں کی عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز میں ان کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نہیں ہوں گے۔ تو مسلمانوں کی ہمتیں اور حوصلے پست ہو جائیں گے، پھر عالم اسلام کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہیں رہے گا، چنانچہ ہم جسم اطہر چوری کرنے کے لیے آئے ہیں''۔
ایوان میں موجود تمام افراد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔وہ سب دنگ رہ گئے تھے کہ مدینہ منورہ میں اتنی بھیانک اور خوف ناک سازش اتنے عرصے سے چل رہی ہے، اور مدینہ کے لوگ اس سے بالکل غافل ہیں۔امیر المومنین کے سامنے، گورنر مدینہ اور معزز شہریوں کے سر، شرمندگی سے جھک گئے۔امیر المومنین سمیت ہر فرد کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں کہ ہم خواب غفلت میں پڑے ہیں، اور ہمارا دشمن ہمارے دین کی بنیادوں کی بیخ کنی، میں اس قدر جری اور باہمت ہو گیا ہے، جو آج ہمیں اس ذلت کا سامنا کرنا پڑا، گو کہ اللہ تعالیٰ نے بروقت ہماری دست گیری فرما

کر، باطل قوتوں کے مذموم منصوبے خاکستر کردیے، لیکن اس سے ہمیں ایک بہت بڑا سبق بھی مل گیا کہ کافر اور باطل قوتوں سے، کبھی اور کسی بھی قسم کی خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔ ان سے غافل رہنا مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

امیر المومنین ان مکاروں کو لے کر حجرے میں داخل ہوئے، اور ہر ایک چیز کا باریک بینی سے جائزہ لیا، مگر کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی، بالآخر حجرے سے نکلتے ہوئے، اپنے پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی چٹائی کو ہٹایا، تو سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ نیچے ایک بڑا سوراخ نظر آیا، جس میں ایک انسان آرام سے اتر سکتا تھا، امیر المومنین اندر اترے، تو چونک گئے کہ نیچے تو بہت بڑی سرنگ ہے، آپ اندر چلتے چلے گئے، اور جب سرنگ کے کنارے پر پہنچے، تو انگشت بہ دنداں دیکھتے ہی رہ گئے کہ اس کا آخری سر روضۂ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیوار تک پہنچ چکا ہے۔ ایک دن بھی مزید تاخیر ہوتی تو دشمن (معاذ اللہ) اپنی سازش میں کامیاب ہوسکتے تھے۔ امیر المومنین اندر سے آبدیدہ حالت میں واپس ہوئے، اور روضہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاروں اطراف سیسہ پلائی فولادی اور آہنی دیواریں تعمیر کروائیں، تا کہ آئندہ کوئی خبیث الفطرت اس طرح کی مذموم حرکت کرنے کی کوشش بھی کرے تو اسے کامیابی حاصل نہ ہو۔ بعد ازاں ان دونوں یہودی شیطانوں کو ایسی عبرت ناک سزائیں دے کر جہنم رسید کروادیا کہ آئندہ کوئی بھی ایسا ناپاک قدم اٹھانے کا تصور بھی نہ کرے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ روضہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جسم اطہر کی حفاظت کی عظیم ترین سعادت حاصل کرنے والے مسلمانوں کے یہ امیر المومنین کون تھے؟ یہ امیر المومنین حضرت نور الدین زنگی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور عقبیٰ دونوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سدا الفت، عقیدت، محبت، مودت، اور ان کی مکمل اطاعت نصیب فرمائے۔ (آمین)

(ہفت روزہ نئی دنیا دہلی بابت ۱۲ تا ۱۸ دسمبر ۲۰۱۶ء)

ترکوں کی خدمات اور نجدی مظالم کا جائزہ

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

زندہ قومیں اپنے آثار و شواہد محفوظ رکھتی ہیں، تاکہ مستقبل کے لیے تابناک شاہراہ حیات مہیا ہو۔ ماضی کے ورثے کو ملحوظ رکھنے والے، حال کے شامیانے میں، مستقبل کی تعمیر کرتے ہیں۔ شان دار ماضی کی کڑیاں استوار ہوں تو مستقبل تابندہ ہوتا ہے۔ ہمارا ماضی بے مثال رہا ہے۔ ہادی اعظم فخر کون و مکاں باعث تخلیق انس و جاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ گری نے انسانیت کو ان اعلیٰ ترین اقدار سے روشناس کرایا کہ آپ کے نقوش قدم راہ بر وراہ نما ٹھہرے۔ ہر شعبۂ حیات کو آپ کی ذاتِ بابرکت سے روشنی ملی، اور انسانیت کو ظلم و ستم کی زد سے بچ کر اسلام کی ٹھنڈی گھری چھاؤں میں پناہ لینے کا شرف حاصل ہوا۔ سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبینِ آدمیت کو اغیار کے در پر خمیدہ ہونے سے بچایا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلدِ امین مکہ معظمہ خطۂ حجاز میں جلوہ بار ہوئے، اور ایمان کا سویرا ہوا۔

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

عظیم و شان دار ماضی رکھنے والی قوم نے، جب بھی اپنے ماضی سے انحراف کیا، اور ہادیِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے جادۂ حق و صداقت سے رُوگردانی کی، تباہی و بربادی اور پستی وزوال سے دو چار ہوئی۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُلفت و محبت و عقیدت کا رشتہ استوار رکھنے والوں نے دُنیا کی قیادت کی۔ فکر و شعور کی ہر بلند چوٹی پر اسلامی عظمتوں کے پھریرے لہرائے، اور دُنیا کو امن و اخوت اور سچائی کا درسِ تابندہ

دے کر فکروں کو مہکاتے رہے، کردار کو چمکاتے رہے، خیالات کی بنجر وادیوں کو سیراب کرتے رہے۔ لیکن جہاں انحراف و بغاوت کا معاملہ ہوا وہیں سے زوال کا آغاز ہوا۔ عقیدہ و عقیدت سے کھلواڑ نے گلشن کو بنجر بناڈالا۔ جہاں گل ولالہ کی کاشت کرنی تھی وہاں تھوہڑ و کیکر اُگائے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی دُنیا سونی ہوتی گئی اور عقیدے تباہ۔ جب محبت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نغمۂ جاں فزا سے تھکی روح کھل نہ اٹھے، اور دل مضمحل ہی رہے تو سمجھ لو کہ عقیدے کا گلشن بنجر ہو چکا ہے، اور ایمان کی فصل کاٹی جا چکی ہے۔ یہی کچھ یہود و انگریز کی ریشہ دوانیوں سے ہوا کہ دل بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے دور کیے گئے کہ ''تعظیم و تکریم'' کو ''شرک و بدعت'' اور ''توہین'' کو ''توحید'' سمجھا جانے لگا۔

تُرک بڑے بہادر و غیور مسلمان تھے، حجاز مقدس جب اُن کے زیر خدمت آیا تو انھوں نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذبات سے معمور ہو کر، کتاب و سنت میں متعین کردہ مقاماتِ خصوصی (شعائر اللہ) کو نشان زد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تا کہ یہ نقوشِ زریں توحید کے متوالوں کو عہد رفتہ کی یاد دلاتے رہیں، اور عزم و یقیں کے طاق پر ایمان وایقان کے وہ دیے جلاتے رہیں، جن کی روشنی میں تھکے تھکے قافلے عزم جواں و حوصلۂ تازہ سے ہم کنار ہوتے رہیں۔ اور تاریخ کے وہ محبت بھرے نقوش ابھر کر سامنے آتے رہیں، جن سے عزم و یقیں کے نامعلوم کتنے چراغ جل اٹھتے ہیں۔

صدیوں سے یہود و انگریز نے، ان اسلامی مملکتوں میں تخریب کے بیج بونے کے لیے کدوکاوش کی۔ اپنے جاسوسوں کے ذریعے برطانیہ نے ایسے افراد تیار کیے، جن سے سامراجی خفیہ پالیسی کا نفاذ کروایا گیا، جو اسلام کی بیخ کنی پر مشتمل تھی۔ عربوں میں نسلی وقومی عصبیت پروان چڑھانے کی غرض سے، لارنس

آف عربیہ نے تگ و دو کی۔ ترک اسلام کے سچے پاس بان تھے۔ عربوں کو کہا گیا کہ تم فضل و شرف والے ہو، ترکی والوں کو تم پر حکومت کا کیا حق ہے؟ منافرت کی ہوا ساز گار ہوئی۔ ادھر اپنے جاسوسوں کے ذریعے ذہنی و فکری تخریب کے تمام ہتھکنڈے آزمائے گئے۔ آلۂ کار تیار کیے گئے۔ محمد بن عبدالوہاب برطانوی خفیہ پالیسی کا فکری طور پر تیار کردہ وہ شخص تھا جس نے اسلاف کی راہ سے انحراف کیا۔ توحید کی آڑ میں رسالت کے تقاضوں کو پامال کیا۔ تعظیم و تکریم کو شرک اور توہین کو توحید سمجھ بیٹھا۔ جو اس کا مذہب قبول نہیں کرتا۔ قتل و غارت سے کام لیتا۔ خوں ریزی اس کی طبیعت ثانیہ تھی۔ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی (صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں:

> محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ابتدا تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چوں کہ یہ خیالاتِ باطلہ اور عقایدِ فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خوں خوار فاسق شخص تھا۔ (الشہاب الثاقب، مطبوعہ مکتبۂ رحیمیہ دیوبند، ص ۵۴)

اس کے عقائد و نظریات کو ''وہابیت'' سے جانا جاتا ہے۔ جس کی اشاعت کے لیے، حجاز سے ترکوں کے انخلا کے بعد، حکومت سعودیہ سرگرم عمل ہے۔ اسی کی دعوت کے لیے ان کے جہادی نیٹ ورک عرب سے ہند تک سرگرم عمل ہیں۔ وہابیت نے اپنے عقائد و افکار منوانے کے لیے مسلمانوں کو قتل کیا، بے گناہوں کو تہ تیغ کیا، وہی پیڑھی نام نہاد جہادی وہابی دہشت گرد اپنائے بیٹھے ہیں۔ اسی وہابی فکر کے ابلاغ میں ''القاعدہ''، ''پاکستانی طالبان''، ''لشکر طیبہ''، ''جمعیۃ الدعوۃ''، ''جیش محمدی''، ''سپاہِ صحابہ'' داعش ''حزب المجاہدین'' اور ان جیسی وہابی عسکری تنظیمیں متحرک و سرگرم عمل ہیں، جو بموں، گولیوں، دھماکوں سے

مزاروں، میلادونعت کی محفلوں اور بے قصور مسلمانوں کو نشانہ بنا کر یہ سمجھتی ہیں کہ شرک و بدعت کو مٹا رہی ہیں۔اس طرح انسانیت کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔اور اپنی دہشت گردانہ فکروعمل سے اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف حجازِ مقدس میں اسلامی آثار کے انہدام کا سلسلہ ۱۹۲۵ء سے آج تک جاری ہے۔نوبت یہاں تک آئی کہ روضۂ مقدسہ کو منتقل کرنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ستمبر ۲۰۱۴ء کے اوائل میں ''ڈیلی انڈیپنڈنٹ برطانیہ'' کے انٹرنیٹ ایڈیشن کے توسط سے یہ خبر مسلمانانِ عالم کے لیے بے چینی کا باعث بنی کہ سعودی حکومت کے ایک اسکالر نے گنبد خضرا کی شہادت اور روضۂ مبارکہ کی منتقلی کا منصوبہ ظاہر کیا ہے۔

اس کے فوراً بعد سعودی حکومت کی جانب سے یہ وضاحتی بیان سامنے آیا کہ

> قبر رسول کی منتقلی کے حوالے سے میڈیا پر آنے والی اطلاعات بے بنیاد ہیں۔البتہ دوسال پیش تر جب روضۂ رسول اور مسجد نبوی کی توسیع کے حوالے سے منصوبے کا آغاز ہوا تو توسیعی کمیٹی کے ماہرین نے یہ تجویز دی تھی، اور ساتھ ہی علما سے اس پر رائے بھی طلب کی تھی۔ماہرین کا خیال تھا کہ مسجد نبوی کی شمال کی سمت سے توسیع اور دوسری منزل کی تعمیر سے روضۂ رسول متاثر ہو سکتا ہے۔علما نے قبر رسول کی منتقل کی اجازت دی تھی، مگر ساتھ ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ قبر مبارک کو کھولا نہیں جائے گا۔

(یہ خبر العربیہ ڈاٹ نیٹ نے اپنی اردو سروس میں ۵ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو اپ لوڈ کی ہے)

سعودی حکومت کی وضاحت مسلمانان عالم کے غم و جذبات کی وقتی تسلی کے لیے ہے، ورنہ گزری نو دہائیوں میں کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ و اہل بیت اطہار اور اولیائے اسلام کے مزارات شہید کر دیے گئے۔کتنی ہی عظیم نشانیاں مٹا ڈالی

گئیں، اور اسلامی تاریخ کے مبارک نشانات کو اس بھونڈے انداز میں کھرچ ڈالا گیا کہ جس کی مثال ماضی کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

> سعودی حکومت نے عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار، صحابۂ کرام کے مظاہر، اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیئے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی کتبہ یا نشان نہیں۔ (شب جائے کہ من بودم، مطبوعہ چٹان لاہور، ص ۲۲)

یورپ اپنی تاریخی کڑیاں مربوط کرنے کی تگ ودو میں ویرانے کھود رہا ہے اور کھنڈر تلاش کر رہا ہے۔ حرمین میں اسلامی آثار اپنے ہاتھوں سے مٹائے جا رہے ہیں۔ اسلام کی زرّیں تاریخ کے نقوش کو اپنے ہی ہاتھوں سے برباد کیا جا رہا ہے۔ موجودہ سعودی حکومت قیصر و کسریٰ کے طرز کی آمریت کا نمونہ ہے۔ دعویٰ کتاب وسنت کا ہے، اور انگریز و یہود سے محبت واخوت ایسی کہ نگاہیں دنگ رہ جائیں۔ اسرائیل نے فلسطین پر جو مظالم کے پہاڑ توڑے دنیا چیخ اٹھی، لیکن حکمران سعودیہ نہیں جاگے۔ وہ جاگتے بھی کیسے؟ عبد العزیز ابن سعود نے اپنی حکومت کے قیام سے قبل ۲/اگست ۱۹۱۵ء میں یہ معاہدہ برطانوی سامراج سے کیا تھا:

> حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے کہ علاقہ جات نجدیہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں، اور حکومت برطانیہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکور اور اس کی اولاد (یعنی آلِ سعود) ہیں، اور اس کے بعد ان کے لڑکے، ان کے صحیح وارث ہوں گے۔ لیکن ان ورثا میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب وتقرر کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ شخص سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔

اسی معاہدے میں فلسطین کا علاقہ یہودیوں کو دینے پر آلِ سعود کی رضا مندی کا اظہار بھی شامل ہے۔ (نجدی تحریک پر ایک نظر از بہاء القاسمی دیوبندی، ص ۷ تا ۱۵)

یہود سے متعلق اپنے احساسات کو برطانوی جاسوسی ادارہ کے معتمد جان فلپی کی ترغیب پر عبدالعزیز آلِ سعود نے جو تحریر عربی میں مع دستخط دی تھی، اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

> میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آلِ فیصل آلِ سعود برطانیہ عظمیٰ کے مندوب سر پرسی کاکس کے لیے ایک ہزار مرتبہ اس بات کا اعتراف و اقرار کرتا ہوں، کہ فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں، یا برطانیہ اس فلسطین کو جسے چاہے دیدے، میں برطانیہ کی رائے سے صبح قیامت تک اختلاف و انحراف نہیں کر سکتا۔

(افادات تاریخ آلِ سعود، مصنف ناصر السعید، ناشر منشورات مکہ مکرمہ، طبع ۱۴۰۴ھ)

''خلافت تحریک'' ہندوستان کی رپورٹ میں شاہِ سعود کے حوالے سے ہے ''اسے ۱۹۱۵ء کے معاہدہ کا اعتراف ہے۔'' (مسئلہ حجاز، مطبوعہ ۱۹۲۶ء ممبئی ص، ۱۳۰)

اسی طرح سعودی حکومت کے آغاز میں ہی ۱۹۲۵ء میں برطانوی مسٹر فلپی کے آلِ سعود کے مشیر ہونے میں بھی انگریز کے خفیہ اغراض و مقاصد تھے۔ (مسئلہ حجاز، ص ۳۰)

ان شواہد کی روشنی میں دیکھیں کہ کس طرح حرمین شریفین میں یہود و انگریز کی مداخلت ہے، جن کے عزائم کیسے دل آزار ہیں۔ جن کے ہاتھوں کیسے عظیم و جلیل القدر صحابہ و مشاہیر اسلام کے مزارات شہید ہوئے۔

جن کی نگاہیں نبوی آثار کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ انھیں وجوہ سے دنیا بھر کے مسلمان، حرمین شریفین کے وہابی امام کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ جن کا عقیدہ صحیح ہوگا، انھیں کی امامت مقبول ہوگی، جو بدعقیدہ ہیں اُن کا کوئی عمل مقبول و معتبر

نہیں۔عازمین حج وزائرطیبہ سے گزارش ہے کہ اپنی نمازوں کو وہابی امام کے پیچھے پڑھ کر ضائع نہ کریں۔وہابی امام کی اقتدا و پیروی سے بچنے ہی میں آخرت کی کامیابی وفوز وفلاح اور خوشنودی مولا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ جذبۂ صادق ہے کہ جس کے ذریعہ قوم کے بے جان جسم میں زندگی کی حرارت دوڑائی جاسکتی ہے۔ترکوں نے مسجد نبوی کی تعمیر، عشق ومحبت کے ساتھ کی تھی، اس لیے مدتوں بعد بھی اُمتِ مسلمہ اُن کی خدمات کا اعتراف کرتی ہے۔ترکوں نے نبوی آثار، صحابہ اوراہل بیت اطہار کے مزارات نشان زد کیے، اُن پر کتبے نصب کیے، سعودیوں نے انہیں مٹایا۔رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم والدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ اقدس کو شہید کردیا۔ولادت گاہِ نبوی کی شہادت کا منصوبہ بنایا۔کتنے ہی آثار مٹاڈالے اور اپنے دہشت گردانہ عزائم سے اسلامی تاریخ کو ناقابلِ تلافی نقصان سے دو چار کیا۔ایک طرف شاہانِ سعود کا ظلم ہے، اُن کی انگریز نوازی کی داستان ہے، تو دوسری طرف ترکوں کی اسلام کے تئیں خدمات اور جاں نثاری وعشق رسالت کا جذبۂ فروزاں ہے، بے شک:

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اللہ کریم! محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز کر گستاخوں اور بے ادبوں کو نامُراد فرمائے، اور حجازِ مقدس میں پھر سے خوش عقیدہ مسلمانوں کو خدمت کا شرف حاصل ہو۔

ترے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی! نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

(مضمون از غلام مصطفیٰ رضوی: ماہنامہ پیغام شریعت دہلی، ص ۲۹ تا ۳۱ بابت دسمبر ۲۰۱۶ء)

تاج الشریعہ کی گرفتاری کے اسباب

گرفتاری کی سازش اوراسباب

حضرت تاج الشریعہ ۱۹/اگست ۱۹۸۶ء کو بریلی شریف سے بمبئی، اور ۲۵/اگست کو بمبئی سے حرمین شریفین کی زیارت حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت کے ساتھ حضرت کی اہلیہ محترمہ حضور امی جان صاحبہ اور دو خادم حاجی محبوب علی بریلوی اور محمد یعقوب میمن رنگوں والا بمبئی سے ہمراہ تھے۔ حضرت جدہ ایرپورٹ پر ہوائی جہاز سے اترے اور مکہ معظمہ کی زیارت وطواف کے بعد اپنی قیام گاہ پر پہنچے، دوسری طرف حضرت کے آمد کی خبر ہندوستان اور پاکستان کے وہابیوں نے اپنے سعودی آقاؤں کو دے دی۔ یہ مخبر سعودی حکام اور مکہ شریف کے وہابی قاضی کے رابطہ میں تھے۔ چونکہ حضرت وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، اور اپنی نماز علیحدہ پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستانی اور پاکستانی وہابیوں نے یہ سازش رچی اور گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ایک نیا دین بنام ''بریلوی'' قائم کیا، ہے اور اس دین کے رہنما اس وقت یہاں موجود ہیں، یہی پوچھ گچھ کا اچھا موقع ہے۔ اس کے علاوہ سعودی حکام کو بتایا کہ انہوں نے دو کتابیں لکھیں ہیں، جس میں سعودیوں کو کافر لکھا ہے۔ اور عربوں کے خلاف بہت سارے واقعات لکھکر عرب عوام سے عجمی عوام کو بدظن کیا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی خوب غلط فہمی پھیلائی گئی، گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا گیا، اور دل کھول کر ان مخبروں کو سازش رچنے کا بہترین موقع ملا۔

گرفتاری کا پہلا سبب:

پاکستان کے مشہور زمانہ سلفی وہابی مبلغ مولوی احسان الٰہی ظہیر نے عرب دنیا بالخصوص سعودی عرب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلاف خوب تشہیر کی تھی، کہ اعلیٰ حضرت، مرزا غلام احمد قادیانی کے شاگرد تھے۔ اسلام

میں ''بریلوی'' کے نام سے ایک نئے فرقہ کو جنم دیا، اور سامراجی طاقتوں کے آلہ کار تھے، انگریزوں ایجنٹ تھے وغیرہ وغیرہ۔ مولوی احسان الٰہی ظہیر کی ''البریلویہ'' نے عرب دنیا میں فاضل بریلوی کے تعلق سے شکوک و شبہات پیدا کردیئے تھے، یہ کتاب عربوں میں امام احمد رضا بریلوی کی شبیہ کو بے گاڑنے و مسخ کرنے میں کلیدی کردار ادا کرہی تھی، اس ہیجانی وتشویشناک کیفیت کو دیکھتے ہوئے حضرت تاج الشریعہ نے ''البریلویہ'' کا عربی زبان میں ''مرآۃ النجدیہ'' کے نام سے ۱۸۳ اصفحات پر مشتمل کتاب لکھ کر فوری طور پر دندان شکن جواب دیا۔ اور تمام الزامات واتہامات کا جم کر تعاقب کیا۔ ''البریلویہ'' میں امام احمد رضا بریلوی پر لگائے گئے الزامات کا بالتفصیل جواب دیا۔ یہ کتاب ہندوستان و پاکستان سے شائع ہوکر سعودیہ عرب پہنچی، پھر حضرت تاج الشریعہ کے خلاف وہابی منجر بدنام کرنے میں لگ گئے، اور حضرت کی ذات کو متنازعہ بنانے و کافر گر بتانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر مرآۃ النجدیہ کے منظر عام پر آجانے سے بادل سے دھند شفاق آئینہ کی طرح چہرہ چمکنے لگا۔

گرفتاری کا دوسرا سبب:

گرفتاری کے اسباب میں دوسری وجہ یہ ہوئی کہ متحدہ عرب امارات کا حکومتی ترجمان ''روزنامہ الاتحاد دوبئی'' مشہور اخبار ہے، یہ اخبار ہر جمعہ کو ''الھدی'' کے عنوان سے خصوصی ضمیمہ شائع کرتا ہے، رمضان المبارک ۱۴۰۴ ھ کی اشاعت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور انکے عقیدت مندوں کے خلاف زہر آلود مضمون شائع کیا، جس کی اطلاع ملتے ہی حضرت تاج الشریعہ بے چین و بے قرار ہو گئے کہ کس طرح سے اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کی سازشی تحریک چلائی جارہی ہے۔ حضرت نے ''روزنامہ الاتحاددبئی'' کے مضمون کا رد تحریر کر کے ایڈیٹر و مالکان کو بھیجا۔ اور حضرت نے وزرات اوقاف متحدہ عرب

امارات کے ذریعہ دباؤ بنایا کہ میرا لکھا ہوا مضمون اخبار میں شائع کیا جائے ،اور عوام سے معافی مانگی جائے۔ ساتھ ہی حکومتی سطح پر مضبوط ومربوط کاروائی کے لئے سختی ومراسلاتی مہم کی تحریک شروع کی۔ پورے ملک کے علماء ومشائخ اور مدارس کے ذمہ داران کو حضرت نے ایک خصوصی مکتوب ومراسلہ لکھ کر باخبر و بیدار کیا، کہ عرب دنیا میں اہل سنت وجماعت کے خلاف کس طرح سے مکروہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، ایک عاشق رسول اور پاسبان اسلام کی کس طرح کردار کشی کی جارہی ہے۔ حضرت تاج الشریعہ نے متحدہ عرب امارات اور حکومت ہند کے ذمہ داران کو خطوط لکھ کر پوری جماعت اہل سنت کی ناراضگی ظاہر کی ،نئی دہلی میں واقع سفارت خانوں اور کونصلیٹ کے جنرلوں کو بھی میمورنڈم ارسال کیا۔

پھر حضرت کے اس جواب کو ''الحق المبین '' کے نام سے شائع کیا گیا، جو پہلے حیدرآباد بعدہ رضا اکیڈمی نے طبع کرایا۔ اس کی کاپیاں دبئ ،شارجہ،سعودیہ قطر،کویت وغیرہ عرب ممالک میں بھیج کر غلط فہمی اور الزامات واتہامات کو دور کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

گرفتاری کا تیسرا سبب:

حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کی سعودی عرب میں بے جا گرفتاری کی تیسری بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم وقاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے ایک فتوی جاری کر کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن پاک کنز الایمان اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر خزائن العرفان پر پابندی لگادی تھی۔ فتوی میں یہ کہا گیا تھا کہ کنز الایمان شرک وبدعت ،باطل خیالات ،اور جھوٹ وخرافات کا پلیدہ ہے۔ یہ فتوی ''رابطہ عالم اسلامی'' کے ہفتہ وار ترجمان اخبار العالم الاسلامی اور

سعودی عرب کی وزارت حج واوقاف کے ترجمان الھا من الاسلامی نے شائع کیا تھا۔
کنز الایمان پر پابندی لگائی جانے کے بعد اہل سنت و جماعت کے علماء ومشائخ اور ملی تنظیموں نے بین الاقوامی احتجاجی مظاہرے کیئے، حکومتی سطح پر دباؤ بنایا گیا۔ اور دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کیا گیا کہ کنز الایمان کے تعلق سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہ سب بے بنیاد ہے۔ بلکہ ترجمہ قرآن میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عظمت صحابہ، اور عظمت اہل بیت سے سرشار، اور تمام ربط و یاس سے پاک ترجمہ کنز الایمان ہے۔ اگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ کریں تو سب میں افضل و ابتر ترجمہ کنز الایمان پائیں گے۔ بقول مولانا کوثر نیازی ''کنز الایمان کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا ترجمہ ہے''۔ جہاں اہل سنت و جماعت کو سخت صدمہ پہنچا، وہیں نجدیوں اور وہابیوں کو خوشی ہوئی، مولوی سرفراز خان گھگڑوی لکھتے ہیں۔

> عرب ممالک کے جید علماء کرام، اور رابطہ عالم اسلامی کے جید عالم بھی ان غلطیوں کی باقاعدہ باحوالہ نشاندہی کرتے ہیں، اور صاف صاف کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ اور تفسیر قرآن کریم کی خالص تحریف، جھوٹ کا پلیدہ، اور شرک و بدعت کا ملغوبہ ہے۔ اور حتی کہ اسکو محض اس لئے جلانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب تحریف سے محفوظ رہے، اب بھی اگر بریلوی حضرات اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے اور جھوٹی انا پر مصر ہیں، تو ان کی مرض، بفظله تعالیٰ اہل حق کی طرف سے اتمام حجت ہو چکی ہے، اب قیامت کے دن ہی یہ حقیقت ان پر عیاں ہوگی۔

(اتمام البرہان ص ۸۷، ۸۸ حصہ ۳، مطبوعہ مکتبہ صفوریہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، اگست ۲۰۱۰ء)

گرفتاری کا چوتھا سبب:

حضرت تاج الشریعہ جس دن بمبئی سے حج کے لئے روانہ ہوئے، تو عقیدت مندوں و مریدین نے دودھ بازار سے لیکر انٹر نیشنل ایگر یورڈ تک جلوس نکالا، اور سنی فیڈریشن کے نوجوانوں نے جہاں بہت سارے نعرے لگائے، وہیں ''سعودی نجدی حکومت مردہ باد'' کے بھی نعرے لگائے تھے۔ سعودی حکومت کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ اور خادم االحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز سے نجدیوں کو حکومتی عمل دخل سے باہر کرنے کا مطالبہ کیا، جو اخبارات میں شائع ہوا۔ اس ضمن میں بمبئی پولس نے سنی فیڈریشن کے پانچ نوجوانوں کو گرفتار بھی کرلیا تھا۔ دوسرے دن اخبارات کے تراشے سعودی امبیسی کے ذریعہ حکومت سعودیہ پہنچے، اور ساتھ ہی ساتھ حضرت کی بھی آمد ہوگئی، حکومت کے افراد کو لگا کہ یہیں ایسا ہوا کہ ایرانیوں کی طرح یہ بھی حرمین شریفین میں مذہبی اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے لئے اجلاس منعقد کرے اور اہل سنت و جماعت کو مجتمع کر کے سعودی حکومت کے خلاف محاذ کھول دیں۔ حضرت کی گرفتاری اہل شکوک وشبہات کی وجہ سے ہوئی۔ جب کہ درحقیقت ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ یہ صرف حکومت کے اہل کاروں کی خام خیالی تھی۔

نہ یزید کا ستم رہا نہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

مولوی الیاس گھمن دیوبندی لکھتے ہیں:

''کئی وجوہات ہیں، جس کی وجہ سے کنز الایمان کو عرب وعجم میں مسترد کردیا گیا ہے، اور کہیں پابندی لگادی گئی ہے، اور کہیں اسے جلادینے کا فتوی دیا گیا ہے۔'' (دوماہی مجلّہ نورسنت کراچی، کنز الایمان نمبر ص۵۹)

مفتی جمیل احمد نزیری دیوبندی لکھتے ہیں:

''رضا خانی ترجمۂ قرآن کسی طرح علماء حرمین کے ہاتھ لگ گیا، انہیں جب رضا خانیوں کے ان شگوفوں کی اطلاع ہوئی، اور قرآن مجید میں رضا خانیوں کی تحریف معنوی کی حرکت کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کے سلسلے میں اس سے کہیں زیادہ سخت رویہ اختیار کیا جو ہم کئے ہو ہیں۔''

(رضا خانی ترجمہ وتفسیر پر ایک نظرص ۱۶، مطبوعہ مجلس تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت پاکستان ۲۰۱۲ء)

عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی ہر سطر اور محبت رسول سے لبریز ترجمہ کنز الایمان کو تعصب و تنگ نظری کی عینک لگا کر دیکھنے والوں کو جواباً عرض ہے کہ یہ پابندی لگانے والے اہل سنت جماعت کے شدید مخالف، متشدد وہابی نجدی علماء ہیں، جو خود گستاخ رسول ہیں، یہ اپنے مختصر گروہ کے علاوہ سب کو کافر، مشرک، اور بدعتی سمجھتے ہیں۔اس لئے ہم اہل سنت و جماعت کے خلاف ان کی لگائی گئی پابندی کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہے۔عرب دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلاف مہم چلائی گئی، اس وجہ سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پوتے حضرت تاج الشریعہ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔اور شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کو یہ باور کرایا گیا کہ صاحب کنز الایمان کے وارث و جانشین مکہ شریف میں موجود ہیں، کیوں نہ ان سے سیدھے طور پر باز پرس کر لی جائے۔شیخ عبد العزیز کے تعلقات سے خوب واقف تھے، یہی وجہ رہی کہ رہائی کے وقت حکومت کے ماتحت حکام حضرت سے دعاؤں کے طلب گار ہوئے۔چلتے چلتے ان لوگوں نے حضرت سے دعاؤں کی درخواست کرتے رہے۔

رات میں گرفتاری کیوں کی گئی:

حضرت تاج الشریعہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں، سعودی حکومت نے اپنے خفیہ ذرائع سے پتہ لگا لیا تھا کہ ہندو پاک میں نہیں بلکہ پوری

دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے عقیدت مند ہیں ۔ان کی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد ہے ،اور حضرت تاج الشریعہ اعلیٰ حضرت کے پوتے ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ان کے حقیقی، علمی وروحانی جانشین بھی ہیں ،اگر دن میں گرفتار کیا جاتا ہے،اوراس کی خبر اگر عرب میں گردش کر گئی تو اس وقت حجاج اکرام بھی بڑی تعداد آتے ہوئے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اہل سنت و جماعت حجاج کرام کا جم غفیر قافلہ حج کے دوران ہی سعودی حکومت کے خلاف احتجاج بلند کر دے۔ جس کی وجہ سے خادم الحرمین شریفین کہلانے والے بادشاہ شاہ فہد بن عبدالعزیز کا پایۂ تخت متزلزل ہونے لگے،اور عالم اسلام کو پتہ چل جائے کہ سعودی حکومت صرف وہابی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے پر گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیتی ہے ۔اس سے شاہ فہد کی بدنامی ہوگی،اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد بین المسلمین کا دعویٰ کرنے والے امام حرم کی بھی پول کھل جائیگی۔

اس لئے سعودی حکام نے خفیہ طریقہ سے حضرت کی گرفتاری کا منصوبہ بنایا، پولس اور مذہبی امور کے مطوؤں کی خفیہ میٹنگیں ہوتی رہیں، بالآخر موقع دیکھ کر ۳۱/اگست ۱۹۸۶ء کی رات میں جب پوری دنیا خواب غفلت میں تھی اور حضرت بھی آرام کر رہے تھے ،اچانک دروازے کی کنڈی بجی، حضرت نے دروازہ کھولا، دیکھا کہ سعودی پولس ہے، پولس نے نام پوچھا،اور بغیر اجازت لئے یا پردہ کرائے، کمرے کے اندر داخل ہوگئی،اور حضرت کی کنپٹی پر ریوال تان دیا، یہ کہتے ہوئے کہ اب آپ یہاں سے ہل نہیں سکتے ہیں، آپ اپنے کو گرفتار سمجھیں، پورے کمرے کی تلاشی لی گئی، ایک ایک سامان چیک کیا، چند کتابیں حدائق بخشش، کنزالایمان، دلائل الخیرات شریف اور انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ وغیرہ تھیں، ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا، اور اپنے ساتھ پولس اسٹیشن چلنے کے لئے کہا، سعودی حکام حضرت کو رات میں تقریباً ۳ بجے گرفتار کر کے پولس اسٹیشن لے گئے

اور راتوں رات ہی حضرت کو جیل بھیج دیا گیا۔

دنیا کا معمول ہے اور بین لا اقوامی قوانین بھی ہیں، اور ہر ایک ملک کا اپنا قانون ودستور ہے کہ ملکی ہو یا غیر ملکی، شخص، اسکی گرفتاری سے پہلے ایف، آئی، آر درج کی جاتی ہے، پھر سمن بعدہ حاضر نہ ہونے پر وارنٹ جاری کیا جاتا ہے۔ اگر مطلوبہ شخص وارنٹ پر بھی حاضر نہیں ہوتا ہے تو نان اے لیبل وارنٹ (انگریزی سلام) جاری کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مطلوبہ شخص فوراً حاضر ہو جاتا ہے، اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ نے یہ جرم کیا ہے، اس لئے اس جرم کی پاداشت میں ان دفعات کے تحت گرفتار کیا جائے گا، اس ضابطہ کے علاوہ مطلوبہ شخص اگر غیر ملکی ہے تو اس کے متعلقہ سفارت خانہ کو بھی خبر کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ملک کا اپنا نظام ہے، پولس کا اپنا نظام ہے، اور کورٹ کچہری کا اپنا نظام ہے۔ اس نظام کے تحت حکومتیں چلتی ہیں، اور وہاں کے باشندوں کو عدل و انصاف ملتا ہے۔ مگر سعودی حکومت کے اہل کاروں نے کوئی بھی قانونی کاروائی نہیں اپنائی، کوئی بھی وجہ بتاؤ نوٹس نہیں دیا، کوئی بھی ایف، آئی، آر۔ درج نہیں کی گئی، ملکی قانون کے علاوہ شرعی، مذہبی اصول وضوابط کی کھلم کھلا توہین کی گئی۔ شرعی نظام والی حکومت کہنے والوں کے منہ پر طمانچہ مار دیا، انسانی حقوق کی پامالی کی گئی، نظام عدل وانصاف کی دھجیاں اڑائی گئیں، اور شب کی تاریکی میں حضرت تاج الشریعہ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ آخر اتنی جلدی گرفتاری کی کیا وجہ تھی، دن کے اجالے کا انتظار کیوں نہیں کیا گیا۔ انسانی حقوق کے قوانین کی خلاف ورزی کیوں کی گئی، شریعت اسلامیہ کا مذاق کیوں بنایا گیا، اور عالم دین اور کروڑوں سنی مسلمانوں کے رہنما کا کیا قصور تھا، کیا صرف وہابی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ہی جرم ہے، حرم شریف اور اطراف وجوانب میں لاکھوں افراد نماز نہیں پڑھتے ہیں، ان کو کیا سزا دی گئی، ان کو کیوں جیل نہیں بھیجا گیا، کیا امام احمد رضا بریلوی کا پوتہ ہونا جرم ہے۔ ان سوالات کے

جوابات آج بھی سعودیہ حکومت پر قرضہ کے طور پر معلق ہیں۔

عالم اسلام کے مذہبی رہنما، بین الاقوامی شخصیت کے روحانی امام، حضور مفتی اعظم ہند کے جانشین نے شب تاریک میں ہتھکڑی اس لئے پہن لی تھی کہ اسوقت جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے عظمت و وقار کا مسئلہ تھا، اہل سنت و جماعت کے تحفظ و تقدس کا سوال تھا، اپنی قربانی پیش کر کے مستقبل میں اہل سنت و جماعت پر لگنے والے داغ کو دھوڈالا، ذرا تصور کیجئے اور دل دماغ کے ڈریچہ کو کھولئے کہ اس وقت کی یہ لرزہ خیز داستان سنکر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ کہ حضرت تاج الشریعہ نے کتنی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے ان مقدس ہاتھوں میں ہتھکڑیا پہن لیں، جن کو بوسہ دینے کے لئے، ان ہاتھوں کو چومنے کے لئے، ان ہاتھوں کو اپنے سروں پر رکھوانے کے لئے ہزاروں کے دل تڑپتے ہیں، روحیں بے چین رہتی ہیں، مسلیمان تو مسلمان ہیں، غیر مسلمین بھی ہاتھ چومنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ راقم خود عینی شاہد ہے کہ ملک کی مقتدر سیاسی شخصیات جن میں وزیر اعلی، گورنر، اور وزیر اعظم ہند تک جیسے عہدوں پر فائز شخصیات شامل ہیں کہ وہ صرف ایک بار اپنے سر پر ہاتھ رکھانے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ آئی اے اس اور آئی پی ایس آفیسران دعائیں لینے کے لئے قطار در قطار، دست بستہ حاضری دیتے ہیں۔ کہ کاش ولی کامل اور عارف باللہ کے ہاتھوں کو ایک بار بوسہ دے لوں، اور جو شخص بوسہ دے لیتا ہے تو وہ اپنے کو کسی معراج سے کم تصور نہیں کرتا ہے،

سر فروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوے قاتل میں ہے
وقت آنے پہ بتا دیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے

مگر افسوس صد افسوس ظالم و سفاک پولس اہل کاروں پر لعنت ہو ان

سعودی حکام پر، کروڑوں لاحول ہوں ان کے مطوؤں پر، جنہوں نے حضرت تاج الشریعہ کی گرفتاری کا فیصلہ کیا۔اور قرباں جائے اس عاشق مصطفیٰ اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت پر جس نے اپنے کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل کر جماعت اہل سنت وجماعت کے تشخص ووقار کو بچالیا۔جس نے اپنے اسلاف واخلاف کے نقش قدم پر چل کر ایک بہترین جان نثاری کی مثال قائم کرتے ہوئے خونچکاں داستان کے انمٹ نقوش چھوڑ دیے۔

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

گرفتاری کی تفصیلات خود تاج الشریعہ کی زبانی

۱۳ ستمبر ۱۹۸۶ء شب میں ابراہیم مرچنٹ روڈ مینارہ مسجد بمبئی کے قریب ،رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری کی مکہ مکرمہ میں بے جا گرفتاری پر، سعودی حکومت کے خلاف ایک شاندار اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی نے کی۔ بمبئی کے علما اور ائمہ مساجد کے علاوہ، باہر سے آئے ہوئے اکابر علما بالخصوص شارح بخاری حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی، حضرت مولانا عبد الحفیظ عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور مولانا عبید اللہ خاں اعظمی نے شرکت کی، انتظامات مولانا الحاج محمد سعید نوری نے انجام دیئے۔ مجمع تقریبا پچاس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ مجمع جوش احتجاج میں سعودی حکومت کے خلاف نعرے بلند کرتا رہا۔ اخیر میں حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں نے سعودی حکومت میں اپنی گرفتاری، اور زیارت مدینہ منورہ کے بغیر واپس کیے جانے سے متعلق تقریر فرمائی، اس تقریر کا مختصر حصہ اور گرفتاری کی وجوہات و دیگر تفصیلات خود تاج الشریعہ کی زبانی درجہ ذیل ہیں ملاحظہ کریں۔

۳۱ اگست شب میں تین بجے، اچانک سعودی حکومت کے سی۔ آئی۔ ڈی اور پولیس کے لوگ میری قیام گاہ پر آئے، اور مجھے بیدار کر کے پاسپورٹ طلب کیا، اور پھر میرے سامان کی تلاشی کا مطالبہ کیا، میرے ساتھ میری پردہ نشین بیوی تھیں، میں نے انہیں ہاتھ روم میں بھیجا، پھر سی۔ آئی۔ ڈی نے ہاتھ روم کو باہر سے مقفل کر دیا، اور وہ لوگ سپاہی کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئے، مجھے ریوالور کے نشانے پر لیکر حرکت نہ کرنے کی وارننگ دی، میرے سامان کی تلاش لی، میرے پاس حضرت مولانا علوی مالکی کی دی ہوئی چند کتابیں، اور کچھ کتابیں

اعلیٰ حضرت کی، اور دلائل الخیرات تھی۔ ان تمام کتابوں کو اپنے قبضے میں لیا۔ مجھ سے ٹلیفون کی ڈائری مانگی جو میرے پاس نہ تھی۔ میرا، میری بیوی کا، اور میرے ساتھیوں کے پاسپورٹ، ٹکٹ اور وہ کتابیں ہمراہ لے کر، مجھے سی۔ آئی۔ ڈی آفس لائے، اور یکے بعد دیگرے میرے رفقاء محبوب اور یعقوب کو بھی اٹھا لائے۔

مجھ سے رات میں رسمی گفتگو کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ آپ نے جمعہ کہاں پڑھا؟ میں نے کہا کہ میں مسافر ہوں، میرے اوپر جمعہ فرض نہیں، لہذا میں نے اپنے گھر میں ظہر پڑھی، مجھ سے پوچھا کہ تم حرم میں نماز نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں حرم سے دور رہتا ہوں، حرم طواف کے لئے جاتا ہوں، اس لئے میں حرم میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مجھ سے کہا کہ آپ کیوں اپنے محلے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ محلے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، اور بہت سے لوگوں کے متعلق مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تو مجھی سے کیوں بازپُرس کرتے ہیں۔ مجھ سے پھر بھی اصرار کیا گیا تو میں نے کہا کہ میرے مذہب میں، اور آپ لوگوں کے مذہب میں اختلاف ہے، آپ حنبلی کہلاتے ہیں، اور میں حنفی ہوں، اور حنفی مقتدی کی رعایت غیر حنفی امام اگر نہ کرے تو حنفی کی نماز صحیح نہ ہوگی، اس وجہ سے میں نماز علاحدہ پڑھتا ہوں۔

مجھ سے علامہ علوی مالکی کی کتابوں کے متعلق پوچھا کہ یہ تمہیں کیسے ملیں؟ میں نے کہا کہ یہ کتابیں مجھے انہوں نے چند روز پہلے دی ہیں، جب میں ان سے ملنے گیا تھا۔ مجھ سے سوال ہوا کہ کیا یہ پہلی ملاقات تھی؟ میں نے کہا، ہاں، یہ پہلی ملاقات تھی۔ اعلیٰ حضرت کی چند کتابیں دیکھ کر جو نعت اور مسائل حج کے متعلق تھیں۔ مجھ سے پوچھا ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میرے دادا تھے۔ اس مختصر سی انکوائری کے بعد مجھے رات گزر جانے کے بعد فجر کے وقت جیل

میں بھیج دیا گیا۔

دس بجے پھر سی۔آئی۔ڈی سے گفتگو ہوئی۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان میں کتنے فرقے ہیں، میں نے شیعہ، قادیانی وغیرہ چند فرقے گنائے، اور میں نے واضح کیا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی نے قادیانیوں کا رد کیا ہے، اور اس کے رد میں چھ رسالے جزاء الله عدو ہ اور قهر الديان، السوء والعقاب وغیرہ لکھے ہیں۔ہم پر کچھ لوگ یہ تہمت لگاتے ہیں اور آپ کو یہ بتایا ہے کہ ہم اور قادیانی ایک ہیں۔یہ غلط ہے، اور وہی لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں، جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ بریلوی کسی نئے مذہب کا نام ہے ایسا نہیں ہے، بلکہ ہم اہل سنت وجماعت ہیں۔

سی۔آئی۔ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی، بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور صحابہ وتابعین، اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب ہے، اور یہ کہ ہم اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں، اور ہمیں اس مقصد سے بریلوی کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پیرو ہیں ہم پر بہتان ہے۔سی آئی۔ڈی کے پوچھنے پر میں نے وہابی اور سنی کا فرق مختصر طور پر واضح کیا، میں نے کہا کہ وہابی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب، اور ان کی شفاعت، اور ان سے توسل، اور استمداد اور انہیں پکارنے کے منکر ہیں، اور ان امور کو وہ شرک بتاتے ہیں۔جب کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سے توسل جائز ہے، اور انہیں پکارنا بھی، اور یہ کہ وہ سنتے بھی ہیں، اور اللہ کے بتائے سے غیب جانتے ہیں، اور اللہ نے ان کو شفاعت کا منصب عطا فرمایا ہے۔

اور علم غیب پر سی آئی۔ڈی کے پوچھنے پر آیات قرآن سے میں نے دلیلیں قائم کیں، اور یہ ثابت کیا کہ نبوت اطلاع علی الغیب ہی کا نام ہے۔اور

نبی وہی ہے جو اللہ کے بتانے سے غیب کی خبر دے، اور یہ کہ نبی کے واسطے سے ہر مومن غیب جانتا ہے، جیسا کہ قرآن میں منصوص ہے۔

سی آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد وصال بھی غیب کی خبر ہے، اس لیے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت باقی ہے، اور نبوت غیب جاننے ہی کو کہتے ہیں، پھر یہ کہ آیتوں میں ایسی قید نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بعد وصال سرکار غیب نہیں جانتے۔

ایک اور نشست میں سی آئی۔ڈی کے مطالبے پر میں نے توسل کی دلیل میں آیت وابتغوا الیہ الوسلیة پڑھی، اور یہ بتایا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل منجملہ اعمال صالحہ ہے، اور یہ کہ کسی عمل کا صالح ہونا، اور وسیلہ ہونا، اس شرط پر موقوف ہے کہ وہ مقبول ہو، اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شبہ مقبول بارگاہ الوہیت ہیں، بلکہ سید المقبولین ہیں، تو ان سے توسل بدرجۂ اولیٰ جائز ہے، اور توسل شرک نہیں۔

سی۔آئی۔ڈی کے کہنے پر میں نے مزید کہا کہ کسی سے اس طور پر مدد مانگنا کہ اللہ کے سوا اس کو مستقل اور فاعل حقیقی سمجھے شرک ہے، اور ہم اس طور کسی سے مدد مانگنے کے قائل نہیں ہیں۔ ہاں اللہ کی مدد کا وسیلہ جان کر کسی مقبول بارگاہ سے مدد مانگنا، یہ ہرگز شرک نہیں ہے۔

سی۔آئی۔ڈی نے مجھ سے محمد بن عبد الوہاب کے متعلق پوچھا۔ میں نے اس کا جواب تفصیلا نہ دے کر یہ کہا کہ ہم میں اور وہابیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ہمیں توسل وغیرہ امور کی بنا پر کافر ومشرک کہتے ہیں، لیکن ہم ان کو محض اس بنا پر کافر ومشرک نہیں کہتے یعنی اس کے وجوبات اور بھی ہیں۔

دوسرے دن میرے ان بیانات کی روشنی میں سی آئی۔ڈی نے میرے لئے ایک اقرار نامہ خود لکھ کر مجھے سنایا، جو یوں تھا" میں فلاں بن فلاں بریلوی

مذہب کا متبع ہوں'' میں نے اعتراض کیا کہ میں بار بار یہ کہہ چکا ہوں کہ بریلوی کوئی مذہب نہیں ہے، اور اگر کوئی نیا مذہب بنام بریلوی ہے تو میں اس سے بری ہوں ۔ آگے اقرار نامہ میں اس نے یوں لکھا کہ ''میں امام احمد رضا کا پیرو ہوں اور بریلویوں میں سے ایک ہوں، اور ہمارا عقیدہ ہے کہ سرکار سے توسل اور استغاثہ اور ان کو پکارنا جائز ہے، اور سرکار غیب جانتے ہیں، اور وہابی ان امور کو شرک بتاتے ہیں، اور یہ کہ میں ان کے پیچھے اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتا ہوں، وہ ہم سنیوں کو مشرک بتاتے ہیں'' اقرار نامہ کے آخر میں میرے مطالبہ پر اس نے یہ اضافہ کیا کہ بریلویت کوئی نیا مذہب نہیں ہے، اور ہم لوگ اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ہی کہلانا پسند کرتے ہیں۔ پھر مختلف نشستوں میں بار بار وہی سوالات دہرائے۔

بعد میں مجھ سے میرے سفر لندن کے بارے میں پوچھا اور یہ کہا کہ کیا وہاں آپ نے کسی کانفرنس میں شرکت کی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ کانفرنس حکومت کے پیمانے پر اور سیاسی سطح پر ہوتی ہے۔ ہم لوگ نہ سیاسی ہیں نہ کسی حکومت سے ہمارا رابطہ ہے۔ سی۔ آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ لندن کے اس اجلاس میں، جس میں شریک تھا بنام بریلویت مسائل پر مباحثہ نہ ہوا، بلکہ اتحاد اسلامی اور تنظیم المسلمین پر تقاریر ہوئیں، اور اس جلسہ کا خرچ وہاں کے سنی مسلمانوں نے اٹھایا اور اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیرو اہل سنت و جماعت کو رابطۂ عالم اسلامی میں نمائندگی دی جائے، جس طرح ندویوں وغیرہ کو رابطہ میں نمائندگی حاصل ہے۔

سی۔ آئی، ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ یہ تجویز باتفاق رائے پاس ہوئی تھی۔ تیسری نشست میں جب دو نشستوں کی تفتیش ختم ہو چکی، اور میرا اقرار نامہ خود تیار کر چکے، تو مجھ سے ایک بڑے سی۔ آئی۔ ڈی آفیسر نے کہا کہ ''میں آپ

کا، آپ کے علم، عمر، اور شخصیت کی وجہ سے احترام کرتا ہوں، اور آپ سے مخصوص اوقات میں دعاؤں کا طالب ہوں"۔

گرفتاری کا سبب میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ آپ کا کیس معمولی ہے، ورنہ اس وقت جب سپاہی ہتھکڑی ڈال کر آپ کو لایا تھا، میں آپ کی ہتھکڑی نہ کھلواتا، مختصر یہ کہ مسلسل سوالات کے باوجود میرا جُرم میرے بار بار پوچھنے کے بعد بھی مجھے نہ بتایا گیا، بلکہ یہی کہتے رہے کہ میرا معاملہ اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری رہائی میں تاخیر کی گئی، اور بغیر اظہار جرم مجھے مدینہ منورہ کی حاضری سے موقوف رکھا گیا۔ اور گیارہ دنوں کے بعد جب مجھے جدہ روانہ کیا گیا تو میرے ہاتھوں میں جدہ ایرپورٹ تک ہتھکڑی پہنائے رکھی، اور راستے میں نماز ظہر کے لئے موقع بھی نہ دیا گیا۔ اس وجہ سے میری نماز ظہر قضا ہوگئی۔

سعودی حکومت جواب دے، تاج الشریعہ کا مطالبہ

حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے رہائی کے بعد بریلی شریف پہنچ کر، سب سے پہلا بیان اخبارات کے لئے جو جاری کیا تھا، وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے جس میں حضرت نے سعودی حکومت سے پرزور مطالبہ کیا تھا کہ ہمارا قصور بتایا جائے، اور ہمارا اجرم بتایا جائے، مگر باوجود ہزار مطالبات کے، سعودی حکومت نے کوئی وضاحت نہیں کی، چونکہ حضرت کا کوئی بھی جرم نہیں تھا بلکہ خود حکومت مجرم تھی، اور وہ جرم کے کٹ گھرے میں کھڑی تھی، اس لئے سعودی حکومت نے خاموشی کی ایک لمبی چادر تان لی تھی۔ حضرت کا بیان ملاحظہ کریں:

"آج جب کہ الحاد و بیدینی اور مغربیت و سامراجیت نے عالم اسلام کے خلاف دینی، علمی، سیاسی، اخلاقی، تہذیبی، صنعتی ہر محاذ پر جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ اور اسے شکست دینے کی ہر ممکن

تدبیر اختیار کی جا رہی ہے، ایسے نازک وقت میں سارے مسلمانان عالم کے درمیان اتحاد و اتفاق ،اور یگانگت و ہم آہنگی کی جو شدید ضرورت ہے، اور موجوہ حالات کا جو تقاضہ ہے، اس سے کوئی صاحب ہوش و گوش انسان کسی قیمت پر صرف نظر نہیں کر سکتا۔

لیکن اس سال سفر حج کے دوران میرے ساتھ جو سانحہ پیش آیا، وہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سامراجی طاقتیں مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار پھیلانے کے درپے ہیں، اور حرمین طیبین کی مقدس سرزمین پر بھی ان کی ناپاک سرگرمیاں جاری ہیں۔

حج کے اس مبارک سفر میں میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا، جسے دینی لحاظ سے معاذ اللہ کفر و شرک یا حرام قرار دیا جا سکے۔ کسی غیر قانونی و غیر اخلاقی حرکت کا بھی مجھ پر کوئی الزام نہیں ہے، تحریری یا زبانی طور پر وہاں مین نے کوئی کام نہیں کیا جسے سیاسی سازش یا تخریب کاری کا نام دیا جا سکے۔ اس کے باوجود مجھے کیوں گرفتار کیا گیا، پستول کی نوک پر میری تلاشی لی گئی، غیر متعلق سوالات کیئے گئے ۔مجھے جدہ ایرپورٹ تک ہتھکڑیاں پہنا کر لایا گیا، اور مدینہ منورہ کی حاضری سے بھی محروم رکھا گیا۔ میرے بار بار سوال کے باوجود اس قید و بند کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ اس کا مجھے سعودی حکومت سے جواب چاہیئے، اور ہر حال میں اسے تحریری طور پر جواب دینا پڑے گا، یا عام مسلمانوں کے سامنے اسے معافی مانگنی ہوگی ،اور

آئندہ کسی حاجی کے ساتھ دست اندازی کی ایسی جرأت نہ کرنے کا وعدہ کرنا ہوگا۔ وزرات خارجہ ہند اور سعودی سفیر متعینہ دہلی سے رابطہ قائم ہے، اس سلسلہ میں جو جوابات موصول ہوں گے، ان سے مسلمانان ہند کو اخبارات کے ذریعہ مطلع کیا جائے گا۔

(ماہنامہ سنی دینا بریلی ص ۳۴ بابت اکتوبر ونومبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ)

ہتھکڑی نہیں بلکہ مصطفیٰ کے کنگن ہیں

جامع مسجد میں حضرت کا رقت انگیز خطاب:

حضرت تاج الشریعہ پر کوئی الزام ثابت نہیں کر پانے کی صورت میں بالآخر سعودی پولس نے رہا کیا، اس رہائی کی تفصیلات سننے کے بعد جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، حضرت کو قید خانہ سے جدہ ایرپورٹ تک دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کرلایا گیا، جب جرم ثابت نہیں ہوسکا تو یہ ناروا سلوک کیسا؟ ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالنے کا کیا مطلب؟ مگر ان وہابی فرقہ پرستوں کو اسی بات سے سکون مل رہا تھا کہ ایک عاشق مصطفیٰ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالی گئی ہے۔ ایک عشق رسالت کے سپاہی کو حراساں و پریشان کیا گیا۔ حضرت تاج الشریعہ کو پولس اہل کار اور حکام جدہ ایرپورٹ پر لائے، ظہر کی نماز کا وقت ہورہا تھا، حضرت نے ان سے نماز پڑھنے کے لئے فرمایا کہ "میرے ہاتھوں سے ہتھکڑی کو کھول دو، میں وضو کر کے نماز ادا کروں گا، ظہر کا وقت ختم ہونے جارہا ہے" مگر پولس نے ہتھکڑی نہیں کھولی، اپنی حراست میں لئے رہے جس کی وجہ سے حضرت کی نماز ظہر قضا ہو گئی، ان لوگوں کو شرم آنی چاہئیے جو لوگ اس بات کا دم بھرتے ہیں کہ سعودیہ عربیہ میں بہت مذہب کا پالن ہوتا ہے، شریعت اسلامیہ کے اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے،

قرآن وحدیث پر عامل سلطنت ہے۔کیا یہ زندہ جاوید بات بتانے اور سعودیہ کا آئینہ دکھانے کے لئے کافی نہیں، کہ بار بار اس بات کے لئے کہا جارہا ہے کہ نماز کا وقت ختم ہورہا ہے، نماز پڑھنے دو، مگر کیسے نام کے مسلمان ہیں جن کو نماز کی فرضیت کا بھی خیال نہیں ہے۔جو کہ اسلام کے تمام فرائض میں اہم الفرائض کے مرتبہ پر ہے۔حضرت کو ایسے ہتھکڑی پہنائے ہوئے ایرپورٹ لائے ،اور وہاں سے جہاز پر بٹھا کر ہندوستان کے لئے بمبئی روانہ کردیا۔اور نماز قضا ہوگئی۔شرم آنی چاہیئے خادم الحرمین شریفین کو ،اور ان کے حوارین کو،۔۔۔۔کو اسلام کے اہم الفرائض کی بھی فکر نہیں ہے۔

واپسی پر حضرت تاج الشریعہ بمبئی پہنچے اور مولانا الحاج محمد سعید نوری کے دولت کدے دودھ بازار بمبئی پر قیام کیا،اور پھر بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے جہاں پر ایک استقبالیہ جلسہ (۱۷۔ستمبر ۱۹۸۶ء) میں پوری تفصیلات بیان کیں ،راقم السطور کو خوب یاد ہے کہ حضرت نے ڈھائی گھنٹہ تقریر فرمائی تھی ،اور شروع سے لیکر آخر تک کی گرفتاری کی روداد بیان کی ،مجمع کی یہ کیفیت تھی کہ جامع مسجد کا صحن اندر باہر،محلہ کی گلیاں ،چھتوں پر عورتوں بچوں کا اژدھام تھا۔حضرت تقریر میں کبھی پر جوش ہوجاتے تھے اور کبھی آبدیدہ ہو جاتے ،جب جوش میں ہوتے تو مجمع نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کرتا ،اور جب آبدیدہ ہوتے تو مجمع میں عوام دھاڑیں مار کر رونے لگتے ، میں اس وقت دار العلوم منظر اسلام میں درجہ اعدادیہ کا طالب علم تھا،مگر اس جلسہ کی کیفیت آج بھی میرے دل و دماغ میں محفوظ ہے، کبھی کبھی تصورات کی دنیا میں جاتا ہوں تو اس کا نقشہ ذہن میں کھنچ جاتا ہے، حضرت کی آخری تقریر کا پیراگراف ذہن کے دریچہ سے کھرچ کر تحریر کر رہا ہوں کہ فرماتے ہیں، ’’مجھے گرفتاری پر کوئی غم نہیں ، مجھے کسی سے کوئی گلہ وشکوہ نہیں ، مگر مجھے سب سے بڑا دکھ اور غم اس بات کا ہے کہ مجھے مدینہ منورہ کی زیارت روضۂ رسول

کیے بغیر واپس کر دیا گیا۔" پھر حضرت نے سعودی حکومت کو للکارتے ہوئے کہا کہ:
"ہم اہل سنت و جماعت کو سعودی حکومت کمزور نہ سمجھے، ہم گرفتاریوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں، میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا کر خوش ہونے والے، یہ سمجھ لیں کہ میں نے ان ہتھکڑیوں کو یہ سمجھ کر چوم لیا کہ یہ لوہے کی ہتھکڑی نہیں، بلکہ مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے کنگن ہیں۔ میں دیار عرب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسیر، اور ان کی محبت میں گرفتار ہوں، شہر مکہ معظمہ میں دی گئی اذیتیں، تکلیفیں، سب محبت رسول میں برداشت ہیں، یہ شہر بلند امین وارض مقدس ہے، اس شہر کی قسم قرآن عظیم میں ہے۔ اس مقدس شہر کا قید خانہ میرے لیے محبتوں کا آشیانہ ہے، یہاں کی ہر ایک چیز میرے لئے تقدس واحترام والی ہے۔ مجھے دی گئی تمام تکلیفیں، اذیتیں، اور صعوبتوں کو خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حوالہ کر دیا"۔ پھر حضرت تاج الشریعہ نے اس شعر پر اپنی تقریر کو ختم کیا۔

ارض طیبہ ہے کس قدر دل ربا
مجھ سے پہلے میرا دل حاضر ہوا

جہاز کے اندر ہی درد انگیز اور ولولہ خیز نعت شریف:

حضرت تاج الشریعہ کو سعودی پولس جب جدہ ایرپورٹ سے ہندوستان کے لئے روانہ کر رہی تھی، اس وقت حضرت کا دل نہایت ہی اضطراب کے عالم میں تھا، دل و دماغ کی کیفیت کو کسی قرطاس وقلم پر نہیں اتارا جاسکتا ہے، مگر مافی الضمیر کو بیان ضرور کیا جاسکتا ہے۔ حضرت کو اضطراب، درد دکھ، غم وافسوس صرف اس بات کا تھا کہ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوسکی، ایک عاشق صادق کا دل بغیر روضۂ رسول کی زیارت کے قریب پہنچکر واپس ہو جائے یہ ناممکن ہے، مگر کیا کیا جائے ان شاطمان رسول کا، کیا کیا جائے ان گستاخ رسول

کا، جنہوں نے یہ صورت حال پیدا کردی تھی۔ ہوائی جہاز نے جیسے پرواز کی، یوں ہی حضرت کا ذہن تصورات وخیالات میں گم ہوگیا۔ اور اپنے دل وجگر کی کیفیت نعت رسول کی شکل میں قلم بند کرنا شروع کردیا، جیوں جیوں ہوائی جہاز بلندیوں کی طرف آسمان میں بڑھتا تھا، اسی طرح حضرت کے خیالات شعر وشاعری کی دہا پذیر نتیجہ فکر کی شکل میں نمودار ہورہے تھے۔ جہاز بلد عظمی بمبئ کے ایرپورٹ پر پہنچنے والا تھا کہ حضرت نے یہ رقت انگیز آنسوں سے لبریز نعت شریف لکھ کر پوری امت مسلمہ کو اپنے دل کا آئینہ دکھادیا۔ کہ میری زیست اور موت سرکار ابد قرار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ گزر میں ہو، یہی آرزو ہے۔ اور یہی تمنا ہے نعت شریف کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کومل جاتا
میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا
فرقت مدینہ نے وہ دیئے ہمیں صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا
ان کے در پہ اختر کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل در اقدس کیسے منفعل جاتا

(سفینۂ بخشش از: حضرت تاج الشریعہ)

علماء، مشائخ، قائدین کا احتجاج

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری کا مکتوب

مرجع اہل سنت حضرت مخدوم محترم دامت برکاتہم القدسیہ

تحفۂ سلام عقیدت: مزاج گرامی

آج ۸/اکتوبر کو ٹیلیگرام ملا کہ ۸/اکتوبر کو دہلی میں مجھے پہنچنا ہے۔ان حالات میں اب آگے دی ہوئی تاریخ پر حاضری کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔میں نے ایک بیان اخبار کو بھیجا ہے، جس کی ایک نقل آپ کو بھی حاضر کی ہے۔امید ہے کہ مل گئی ہوگی۔اسے ''سنی دنیا'' میں بھی شائع کردیجئے۔

آپ نے نجدیوں کے سوالات پر جو جوابات دیئے ہیں، انہیں پڑھ کر میں پھڑک گیا، اس قدر محتاط اور بصیرت افروز جوابات ہیں کہ حیران رہ گیا۔یہ صرف سرکار مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عنایت، اور حضور اعلیٰ حضرت کی روحانی توجہ کا ثمرہ ہے، کہ بحران کے عالم میں بھی آپ کا ذہن پوری طرح حاضر تھا۔آپ کو میں اس کے لیے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔آپ ذرا بھی ملول خاطر نہ ہوں، ہم آپ کے قدموں میں ہیں۔آج آپ کا ایک بیان اخبار میں نظر سے گزرا، جس میں آپ نے سعودی عرب سے معافی کا مطالبہ کیا ہے۔یہ مطالبہ آپ کو بذات خود نہیں کرنا چاہئے تھا، آپ کی طرف سے قوم کرتی۔بہرحال اس تحریک کو منظم طور پر چلانے کی ضرورت ہے۔دارالعلوم امجدیہ ناگپور اجلاس میں ایک عظیم منصوبہ میں نے مرتب کیا ہے، آپ کے سامنے رکھوں گا۔ازراہ کرم آپ خود اب کوئی بیان نہ دیں۔یہ مسئلہ نہ صرف آپ کے خاندان کا ہے، اور نہ صرف متوسلین کا، بلکہ پوری دنیائے سنیت کا، اور اسی حیثیت سے اسے اٹھانا ہے۔سعودی سفیر کے نام مراسلہ آخری مرحلے میں ہے، اس کی نقل جلد ہی میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔آپ میرے اوپر اعتماد کریں، اور جب تک مجھ سے بات چیت نہیں ہو جاتی کوئی بڑا اقدام نہ

کریں۔

حضرت عزیزی صاحب کو سلام و محبت، معتقدین و متوسلین کو سلام مودت آسام کا پروگرام فیل نہ ہونے پائے، وہاں پر لوگ بہت بے قرار ہیں، برابر خطوط آرہے ہیں۔ والسلام

آپ کا نیاز مند

ارشد القادری

(جامعہ فیض العلوم جمشید پور ۸۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا احتجاجی اداریہ

اس الحاد و بے دینی کے پُرفتن دور میں ہر طرف سے دین اسلام کو مٹانے کی کوشش و کاوش کی جارہی ہے۔ کہیں جماعت اسلامی کے روپ میں، اور کہیں دیوبندیت کے بھیس میں، اور کہیں وہابیت اور نجریت اور قادیانیت کی شکل میں، اسلام کے خلاف بھرپور سازشیں کی جارہی ہیں، لیکن یہ سب اسلام دشمن جماعتیں نجدیوں کی دین ہے۔

نجدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس کی پیشین گوئی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ مختلف مقامات پر انہوں نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ سعودی عرب میں صحابۂ کرام کے مزارات مقدسہ، اور دیگر یادگاروں کو مٹادیا۔ یہیں پر بس نہیں بلکہ عاشقانِ رسول کو مختلف قسم کی اذیتیں دیتے رہتے ہیں۔ غیر ممالک سے جانے والے عازمین حج و علمائے اہل سنت کو صرف اس بناء پر اذیت دی جاتی ہے کہ وہ فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق عظمت رسول، اور عشق رسول میں سرشار ہوکر بارگاہ رسالت میں ادب و احترام کے ساتھ حاضری دیتے ہیں۔ علمائے اہل سنت کے ساتھ جو ہوش ربا تشد،

رہا ہے، وہ ناقابل برداشت ہے۔ چند ہی سال قبل حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (رضی اللہ عنہ) کو گرفتار کر کے سخت ترین سزا دی، ابھی یہ واقعہ مسلمانان اہل سنت و جماعت کے دلوں سے مٹ بھی نہ سکا تھا کہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ کو اسی سال حج کے موقع پر مکۂ معظمہ میں گرفتار کر لیا گیا، اور ہتھکڑیاں ڈالکر جیل بھیج دیا گیا، اور مدینہ طیبہ کی حاضری سے روک دیا گیا۔ اس کے بعد جیل سے ان کو ان کے وطن کی طرف بریلی شریف روانہ کر دیا گیا۔ نہیں معلوم فتنۂ نجدیت ابھی کیا کیا گل کھلائے۔ پروردگار عالم ہم تمام ہی مسلمانان اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہ) کا حامی و ناصر بنائے، اور فتنۂ نجدیت سے محفوظ فرمائے۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ص ۴ بابت نومبر ۱۹۸۶ء)

سعودی حکومت کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے

از: علامہ ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشنِ نئی دہلی

کروڑوں مسلمانوں کے مرجع عقیدت نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری، امسال سفر حج و زیارت پر گئے تھے۔ ان کی اہلیہ بھی شریک سفر تھیں۔ عرفات سے واپس لوٹنے کے بعد سعودی حکام نے رات کے وقت مکہ معظمہ میں ان کی قیام گاہ سے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ اور دس دن کے بعد انہیں رہا کیا۔

حضرت علامہ موصوف نے اپنی گرفتاری کی جو رپورٹ اخبارات کو ارسال کی ہے، اسے پڑھنے کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس حکومت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی اساس کتاب و سنت پہ ہے، وہاں ایک عالم دین کے ساتھ اس طرح کا وحشیانہ سلوک بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ ازہری کے بیان کے مطابق، کمرے میں داخل ہوتے ہی چاروں طرف سے ریوالورتان کر انہیں ساکت و جامد رہنے کا حکم دیا گیا۔ جب ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر ساتھ چلنے کے لئے کہا گیا، تو انہوں نے کہا کہ میری اہلیہ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میرے بعد یہاں ان کا نگراں کون ہوگا؟ اس پر ان کی اہلیہ کو غسل خانہ میں بند کر کے دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد جب انہیں جدہ ایرپورٹ لیجا گیا تو راستے بھر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کے لئے بھی ان کی ہتھکڑی نہیں کھولی گئی، اور ان کی نماز قضا ہو گئی۔ انہیں مدینہ طیبہ جانے سے بھی روک دیا گیا، اور جدہ سے سیدھے بمبئی روانہ کر دیا گیا۔

قیام گاہ سے لے کر جیل تک علامہ ازہری سعودی حکام سے بار بار دریافت کرتے رہے، کہ مجھے بتایا جائے کہ کس قصور پر مجھے گرفتار کیا گیا ہے۔ لیکن اس سوال کا انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ رہائی کے وقت ان سے ان الفاظ میں معذرت کی گئی کہ ''ہم آپ کے علم، آپ کی عمر اور آپ کی شخصیت کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارے لئے مخصوص اوقات میں دعا کیجئے گا''۔

البتہ ان سے کئے گئے سوالات و جوابات کی روشنی میں سعودی حکام نے رہائی سے پیش تر اپنے مرتب کردہ جس اقرار نامے پر ان سے دستخط کرائے، اس سے بھی گرفتاری کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اقرار نامہ یہ تھا:

''میں فلاں ابن فلاں بریلوی مذہب کا متبع ہوں'' علامہ ازہری صاحب نے اس فقرے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ''میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ بریلوی کوئی مذہب نہیں ہے، اور اگر کوئی نیا مذہب بنام بریلوی ہے تو میں اس سے بری ہوں'' اس کے آگے اقرار نامہ کی عبارت یہ ہے ''میں امام احمد رضا کا پیرو ہوں، اور بریلویوں میں سے ایک ہوں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے، توسل اور استغاثہ، اور ان کو پکارنا جائز ہے۔ اور حضور غیب جانتے ہیں، اور وہابی ان امور کو شرک بتاتے ہیں اور یہ کہ میں ان کے پیچھے اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتا ہوں کہ وہ ہم سنیوں کو مشرک بتاتے ہیں" اقرار نامے کے اخیر میں علامہ ازہری صاحب کے اصرار پر یہ اضافہ کیا گیا کہ بریلویت کوئی نیا مذہب نہیں ہے، اور ہم لوگ اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ہی کہلانا پسند کرتے ہیں"۔

اس اقرار نامہ سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ ازہری نے وہاں نہ کسی اخلاقی جرم کا ارتکاب کیا تھا، اور نہ ان کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا کوئی الزام تھا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ وہابی عقیدے سے متفق نہیں تھے۔ دنیا کی کوئی مہذب حکومت صرف اتنی سی بات پر کسی غیر ملکی مہمان کے لئے قید و بند کی سزا ہرگز تجویز نہیں کر سکتی، کہ وہ اس کے مذہبی یا سیاسی عقیدے سے متفق کیوں نہیں ہے؟

مجھے کہنے دیا جائے کہ سعودی عرب میں علامہ ازہری کے ساتھ اس وحشیانہ ذہنیت کا مظاہر اب تنہا ایک شخص کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ وہاں یہ صورت حال ہر اس شخص کے ساتھ پیش آسکتی ہے، جو نجد کے قاضیوں کی رائے سے متفق نہیں ہے۔ اس لئے اپنے مذہبی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اب ضرورت ہے کہ پوری دنیائے اسلام سعودی حکومت سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ نجد کے قاضیوں کا خانہ زاد مذہب، باہر سے آنے والے مسلمانوں پر، بزور شمشیر مسلط کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرے۔ غیر منصوص مسائل میں جہاں تک کتاب وسنت سے استفادہ کا تعلق ہے، تو اس چیز پر شیخ نجد کے خاندان کی کچھ تنہا اجارہ داری نہیں ہے، کہ جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہی صحیح ہے، باقی دنیا کے سارے علمائے کتاب وسنت کے فہم سے نابلد ہیں۔

ٹھیک اس موقعہ پر جب کہ لیبیا کی دعوت پر ہم اسلامی کانفرنس میں

شرکت کے لئے لندن ہوتے ہوئے طرابلس جارہے تھے، ہم نے دہلی میں سعودی حکومت کے سفیر سے ملاقات کی، اور ان کو بتایا کہ ملک کے کروڑوں مسلمان علامہ ازہری کی گرفتاری کی خبر سے سخت بیچین ہیں۔آپ اپنی حکومت کو مشورہ دیجئے کہ وہ انہیں فوراً رہا کردے۔ورنہ کچھ دنوں کے بعد پورے ملک میں سعودی حکومت کے خلاف سخت قسم کا احتجاج شروع ہوجائے گا۔سفیر موصوف نے یقین دلایا کہ وہ بخیروعافیت ہیں،اور جلد ہی انہیں رہا کردیا جائے گا۔

گفتگو کے دوران انہوں نے باہمی تبادلۂ خیال کی پیشکش بھی کی،تاکہ کتاب وسنت کی روشنی میں مختلف فیہ مسائل کی صحیح تصویر واضح ہوسکے۔میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ لیبیا کے سفر سے واپسی کے بعد میں اس کے لئے آپ سے ضرور رابطہ قائم کروں گا۔اب میں جلد ہی انہیں تفصیلی خط لکھ رہا ہوں، اور عام معلومات کے لیے اُسے پریس کے حوالہ بھی کرونگا۔ان حالات میں اردو پریس سے مجھے توقع ہے کہ وہ افہام وتفہیم کے سلسلے میں ہمارے ساتھ پُرخلوص تعاون کریں گے۔

ارشدالقادری

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاءنئی دہلی

۳۰رستمبر۱۹۸۶ء

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی،ص۴،۵بابت نومبر۱۹۸۶ء)

بے جرم گرفتاری اور ہماری ذمہ داری

اسلامیان ہند کے لئے ایک لمحہ فکریہ

بین الاقوامی شہرت یافتہ ہندوستان کے ایک معزز ترین شہری، کروڑوں مسلمانوں کے مفتی اعظم، اور عالم اسلام کے عظیم روحانی اور مذہبی پیشوا، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کو مکہ معظمہ میں ۳۱ راگست ۱۹۸۶ء کو شب کے تین بجے سعودی حکومت کی پولیس نے گرفتار کرلیا۔ بغیر کسی وارنٹ کے قیام گاہ پر سامان کی تلاشی لی وہ بھی ریوالور کی نوک پر، خالص دینی اور مذہبی کتابیں ضبط کر لیں، اور حضرت کی پردہ نشین اہلیہ محترمہ کو یکہ وتنہا چھوڑ کر حضرت کو جیل بھیج دیا۔

گیارہ دن تک انہیں حراست میں رکھا۔ پوچھ تاچھ کی جاتی رہی، لیکن نہ ان کا کوئی جرم بتایا گیا۔ نہ کسی کچہری میں کسی مجسٹریٹ کے سامنے طلبی ہوئی سوائے قاضی کے علاوہ، اور اخیر میں مدینہ منورہ کی زیارت سے محروم رکھ کر انہیں ہتھکڑی پہنائے جدہ ایرپورٹ تک لایا گیا، اور وہاں سے ہندوستان واپس کر دیا گیا۔ حیرت تو یہ ہے کہ حضرت کی گرفتاری کی خبر ہندوستانی قونصل خانہ یا سفارت خانہ کو بھی نہ دی گئی، آٹھ دن کے بعد ان لوگوں کو اپنے ملک کے ایک اہم شخصیت کی گرفتاری کی خبر ملی، حضرت کے معلم یا معلول کے افسر تک کو بھی ان کی گرفتاری کی خبر نہ مل سکی، اس میں آخر کیا راز ہے؟ اخیر تک حضرت کو ان کا جرم نہ بتایا گیا، اور نہ آج تک کسی کو ان کا جرم معلوم ہو سکا حتیٰ کہ ہندوستانی حکومت بھی اس بات سے بے خبر ہے۔

یہ کہاں کا قانون ہے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ بغیر وارنٹ کے چھاپہ مار کر کمرے کی تلاشی لی جائے۔ کوئی چارج شیٹ دئے بغیر گرفتار کر کے جیل میں رکھا جائے، اور رہائی کے بعد بھی ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر واپس کیا جائے؟

اگر حضرت کے ساتھ یہ ظلم کسی ایسے ملک میں ہوا ہوتا، جو اپنے آپ کو اسلامی ملک نہیں کہتا ہے، تو حیرت کی بات نہیں تھی، لیکن یہ وحشیانہ سلوک ایک عالم دین کے ساتھ ایسے ملک میں ہوا جو نہ صرف خود کو اسلامی ملک کہتا ہے، بلکہ تمام عالم اسلام کا سربراہ بھی سمجھتا ہے، حضرت کے ساتھ سعودیوں نے وہ ظلم کیا جو شاید یہودی بھی نہ کرتے۔

افسوس! صد افسوس! عرب کی وہ مقدس سرزمین جہاں سے اسلام کی روشنی پھیلی تھی۔ جہاں سے زمانے کو قانون و انصاف کی تعلیم دی گئی تھی، اور تہذیب و انسانیت کا درس دیا گیا تھا۔ آج اسی دھرتی پر ظلم و بربریت، اور لا قانونیت ولا دینیت کی حکمرانی ہے، اور اسی پاکیزہ سرزمین والے تیرگی کی گود میں بیٹھ کر روشنی کا قتل کررہے ہیں۔

اتنا تو سبھی سمجھتے ہیں کہ حضرت نے مکہ معظّمہ میں کوئی غیر قانونی، غیر اخلاقی، یا معاذ اللہ غیر اسلامی حرکت نہ کی ہوگی۔ اور حضرت جیسی مقدس اور عظیم شخصیت کے بارے میں کسی وقت، اور کہیں بھی کسی طرح کے جرم یا غیر قانونی حرکت کے ارتکاب کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا، پھر آخر انہیں حکومت سعودیہ نے گرفتار کیوں کیا؟

وہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے رہبر و قائد ہیں، چودھویں صدی کے مجدد امام اہل سنن، وہابیت شکن، عاشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء، امام عشق و رضا امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پر پوتے ہیں۔ اور انہیں یہ بات بھی معلوم تھی کہ یہ سعودی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، سید الانبیاء ختم الرسل محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات گیر اقتدار کا مالک سمجھتے ہیں، یہ حیات النبی کے قائل ہیں۔ یہ سرکار کی شفاعت پر یقین رکھتے ہیں۔ نبی محترم کے لئے علم غیب کو تسلیم کرتے ہیں، یہ توسل واستمداد پر عقیدہ رکھتے ہیں، گویا صحابۂ کرام سے لے کر

آج تک کے مسلمانوں کا جو صحیح عقیدہ ہے، اور جو قرآن وسنت سے ثابت ہے، وہ سچا عقیدہ ان کا جرم بن گیا، یعنی ان کا جرم یہ تھا کہ وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔

وہ وہابی نہیں ہیں، گستاخ رسول نہیں، بلکہ غلام رسول اور عاشق رسول ہیں یعنی حق کی پاسداری اور حق گوئی سعودیوں کے نزدیک جرم ہے، لیکن سعودیوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جب جب حق گوئی اور حمایت حق کو جرم قرار دیا گیا ہے تو شیران اسلام نے حق بول کر ایک کارنامہ عظیم انجام دیا ہے۔ لوائے حق کے شعلوں سے خرمن باطل کو خاکستر کر کے رکھ دیا ہے۔ آج ہمارے ایک قائد نے تمہاری زنجیروں کی جھنکار پر توحید ورسالت کا نغمہ سنایا ہے، کل ایسے ہی قائدین کی رہنمائی میں پوری سنی قوم تمہارے ظلم وجبر کے خلاف پرچم حق لے کر تکبیر ورسالت کے نعرے بلند کرے گی، اور جب یہ نعرے بلند ہوتے ہیں تو باطل کا انجام کیا ہوتا ہے، یہ تمہیں بھی خوب معلوم ہے، حکومت سعودیہ وہابیہ نے انہیں سب باتوں کی وجہ سے حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ کو بھی گرفتار کیا تھا، اور ان کے ساتھ جبر وظلم کا وہی کھیل اس نے کھیلا تھا، جو آج حضرت کے ساتھ اس نے کھیلا۔

حکومت سعودیہ نے پہلے ہندوستان کے ایک مقتدر عالم دین مجاہد ملت جیسے پیشوا پر ہاتھ ڈالا، اور جب دیکھ لیا کہ ان کی قوم جلسہ وکانفرنس، جلوس ونعرے بازی اور احتجاج کر کے خاموش ہو گئی، اور حکومت تو پہلے ہی چپ سادھے ہوئے تھی، تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی، اور اس بار اس نے ایک منظم منصوبے کے تحت مرکز اہل سنت کے ہیڈ آفس بریلی پر ہی ہاتھ ڈال دیا۔

آج ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہندوستان میں ہم سنیوں کی تعداد اسی (۸۰) فی صد ہے، اور یہ بات اپنی جگہ پر درست بھی ہے، ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ پوری، اسلامی دنیا میں ہماری یہی تعداد ہے، عالم اسلام کے تقریبا اسی (۸۰) فی صد مسلمانوں کا مذہب اور عقیدہ وہی ہے جو ہمارا اور جنہیں وہابی دیوبندی بریلوی

یا بریلی والے کہتے ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں ہوئی لیبیا اور ترکی کانفرنسوں نے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے، ۸۰/۸۵ ملکوں کے جو نمائندے ان میں شریک ہوئے تھے، ان کی اکثریت فکر وہابیت کی مخالف اور توسل واستمداد کی قائل ہے، نبی معظم اور انبیا و اولیا کے بارے میں ان کا بھی وہی عقیدہ ہے، جو ہم ہندی مسلمانوں کا ہے۔

ویسے بھی دنیا میں اس وقت جو ۴۰۔۴۲ اسلامی ممالک ہیں، ان میں سعودیہ اور اس کے چند ایجنٹ کو چھوڑ کر تمام اسلامی ممالک کے مسلمان ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہیں، خود سعودیہ کی عوام بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ حکومت نجدیوں کی ہے، اور حکومتی مذہب وہابیت ہے، اس لیے وہ خوف فتنہ اور نجدی آمریت کے ڈر سے کھل کر اپنے عقیدے کا اظہار نہیں کر پاتے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب پوری دنیا میں ہماری اکثریت ہے، تو جب سعودی سنیوں پر ظلم کرتے ہیں، اور انہیں اختلاف عقیدہ کی بنا پر حج وزیارت سے محروم کر دیتے ہیں، ملک بدر کر دیتے ہیں، تو تمام اسلامی ممالک اس پر کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟ جواب یہ ہے کہ ہمارا عالم اسلام سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہے، اور نہ ہم نے کبھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ کہ دنیا میں ہو رہی اہل سنت کے خلاف سازشوں کو باخبر کریں۔

جو ملک طاقتور ہے وہاں کے عوام عرب جاتے ہیں، اور اپنے عقائد اور اپنے طور طریقے سے حج وزیارت اور دوسری عبادات کی ادائے گی کرتے ہیں، نجدی انہیں صرف دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ ایرانی جاتے ہیں تو ماتم کرتے ہیں۔ اپنے عقیدے و مسلک اور اپنے امام و قائد کا پرچار کرتے ہیں، لیکن سعودیہ ان کے کسی بھی کام میں مزاحمت نہیں کر پاتی۔ ایرانیوں کے سامنے یہ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ بوہرے بھی جاتے ہیں، اور اپنے ڈھنگ سے اور علیحدہ جماعت کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ ہندوستانی حکومت کے وفد کے جو حجاج جاتے ہیں، ان کے لیے

سعودی حکومت خود جنت البقیع کا دروازہ کھلوا دیتی ہے۔حکومت ان کے کسی بھی کام میں مزاحم نہیں ہوتی ہے،اور نہ ہی ان پر شرک وبدعت کے فتوے عائد کرتی ہے۔

کیا وجہ ہے طاقت کا خوف، طاقت سے حکومت سعودیہ ڈرتی ہے، ہر حکومت طاقت کی زبان بخوبی سمجھتی ہے۔اجتماعیت میں طاقت ہے، اور طاقت میں بڑی برکت ہے، طاقت کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، طاقت ہمارے پاس بھی ہے، حکومت کی طاقت اور پشت پناہی نہ سہی، خود ہماری طاقت اتنی ہے کہ اگر ہم اسے جان لیں، سمجھ لیں، اور اس کا صحیح استعمال کرلیں تو حکومت بھی ہماری آواز سے آواز ملائے گی، اور سعودیہ کی تو یہ ہمت نہ ہوگی کہ وہ ہمیں عرب جانے سے روک سکے، یا وہاں ہمارے کسی عالم اور قائد پر ظلم و جبر کر سکے۔گرفتار کر کے جیل بھیج سکے۔سعودی نجدی حکومت نے مرکز اہل سنت کے قائد پر ہاتھ ڈالا، ہم ہاتھ ڈالنے والے کی کلائی توڑنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی، اس کی کلائی تک نہ مروڑ سکے، اس لئے کہ ہم نے تو خود ہی اپنی طاقت کو مختلف زاویوں میں بانٹ رکھا ہے۔ ہم بری طرح جماعتی انتشار کے شکار ہیں۔تارے الگ الگ بکھرے ہوئے، چمک رہے ہیں، کاش ایک ہوکر ماہ مبین بن جاتے، اور تاریکی کو کاٹ کر پھینک دیتے۔

ہمارے پاس حق وسچائی کی طاقت ہے۔مذہب کی طاقت ہے، اپنی جماعت کی طاقت ہے۔لیکن ہم نے اپنی طاقت کو مختلف زاویوں میں بانٹ رکھا ہے۔ہم افتراق میں مبتلا ہیں، بری طرح جماعتی انتشار کے شکار ہیں، سب کا الگ الگ حلقہ ہے۔اپنی اپنی ڈفلی ہے اپنا اپنا راگ ہے۔کوئی کسی کو بڑا، کسی کو قائد و پیشوا تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔تمام خانقاہیں ہماری ہیں، لیکن ہمارا کسی سے رابطہ نہیں ہے۔اوقاف پر دوسرے قابض ہیں۔ہمارے شب و روز کے جلسہ وجلوس اور کانفرنسوں کے انعقاد، اداروں، تنظیموں، اور مدرسوں وخانقاہوں کے نت نئے قیام کے باوجود ملک اور ملک سے باہر ندوی، دیوبندی، اور ہاشمی، قاسمی ہی کو

مسلمانوں کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔اوقاف اور حکومت وسیاست کہیں بھی ہماری نمائندگی نہیں، ہماری وائس نہیں ہندوستان کی تمام خانقاہ ہوں، سنی اداروں، اور علما ومشائخ، خانوادوں اور اسکالروں کو متحد کرتے، سب کو یکجا ہو کر اپنے استحکام کے لیے ایک لائحہ عمل بنانے کے سلسلہ میں یہ راقم السطور پہلے بھی لکھ چکا ہے، اور لکھتا، چیختار ہتا ہے۔ لیکن: کون سنتا ہے فغان درویش!

آج اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ نوجوانوں کے جدید طبقے کو اپنی طرف بلایا جائے، ان کو اعلیٰ حضرت کا پیغام دیا جائے، انہیں سچائی سے آگاہ کیا جائے، مگر ہم یہ بھی نہیں کرتے۔ ہمارے یہاں ٹھوس سنجیدہ اور تحریری کام کی کمی ہے، ہم ذہن وفکر اور دل ونظر پر نقش قائم کرنے کے بجائے، آوازوں کے شور اور دھوم دھام کو زیادہ پسند کرتے ہیں، آج کے دور کا یہ تقاضہ ہے کہ حسام الحرمین کی روشنی میں اپنے علماء سے فتویٰ مرتب کر کے پورے ہند کے مسلمانوں، خانقاہوں، اداروں اور علما سے اس پر تصدیق کرائی جائے۔ اس کی تائید اور مخالفت کی روشنی میں حق وباطل کا امتیاز کرا کے اپنی جماعت کو مستحکم کیا جائے، اور پورے عالم اسلام میں اپنے فکر ونظر، اپنے عقیدہ ومذہب کو پیش کر کے، سب کو ایک دھاگے میں پرو کر اپنی قوت وطاقت کا اظہار کیا جائے، اور زمانے کو بتایا جائے کہ اہل اسلام ہم ہی ہیں، سواد اعظم ہم ہی ہیں، اور ہم سچائی پر ہیں۔

راقم پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ عالم اسلام سے رابطہ بہت ضروری ہے، اس کے لیے سب سے پہلے اپنی ایک تنظیم بنانی ہوگی، عربی وفارسی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل کرنا ہوگا۔ اپنے لڑیچرس کو ان زبانوں میں عالم اسلام کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اس کام کے لیے برصغیر کے علما اور دانش وروں سے رابطہ قائم کر کے فوری عمل کی ضرورت ہے، ہمیں سب سے پہلے ان ممالک سے رابطہ قائم کرنا ہے، جو اہل سنت کے نظریہ وعقیدہ کے ہیں۔ بعدہ دوسرے ممالک سے

بھی رابطہ قائم کیئے جائیں۔

ترکی کل تک سنیوں کی سب سے بڑی پشت پناہ اور سب سے زیادہ طاقت ور حکومت تھی، اور اس نے عالم اسلام کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو رکھا تھا۔ لیکن نجدیوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے خاک حجاز کے ان پاسبانوں سے عرب کی مقدس سرزمین کو چھین، کر اس پر اپنی غاصبانہ حکومت قائم کرلی۔ لیکن ترکی آج بھی سنی حکومت ہے، اس سے قوت لینا، اور اسے طاقت واستحکام بخشنا، عالم اسلام کا ملی فریضہ ہے۔ عرب کی وہ سرزمین جس کا نام حضرت صدیق اکبر نے صدیقیہ عربیہ نہ رکھا، نہ فاورق اعظم نے جس کا نام فاروقیہ عربیہ رکھا۔ نہ ہی حضرت عثمان اور حضرت مولا علی نے اس کا نام عثمانیہ عربیہ اور علویہ عربیہ رکھا، ان غاصب نجدیوں نے اسے اپنی جاگیر اور اپنی حکومت ومملکت سمجھ کر اس کا نام" سعودیہ عربیہ" رکھ دیا ہے۔

حکومت سعودیہ کو یہ زعم ہے کہ عرب اس کا ہے، اور چونکہ دنیا کے مسلمانوں کو عرب سے جذباتی وابستگی ہے، اس لیے جو فکر، قانون، اور مذہب وہ رائج کردے گی، اس پر ہر مسلمان آمنا وصدقنا کہدے گا۔ اور جو نہ مانے گا اسے ڈنڈے کے زور پر منوایا جائے گا۔ مخالفت کرنے والوں کو عرب میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔ انہیں طواف کعبہ اور زیارت مدینہ سے محروم کردیا جائے گا۔ لیکن سعودیوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ عرب پر کسی کی حکمرانی نہیں ہو سکتی۔ وہاں تو صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمرانی ہے، اور صرف وہیں کیا وہ تو کونین کے سرور ہیں۔ پورے عالم پر انہیں کی حکمرانی ہے۔ مکہ اور مدینہ عالم اسلام کے مراکز ہیں۔ قرآن کے فرمان کے مطابق روئے زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کا ان دونوں پر برابر کا حق ہے۔

عرب کی سرزمین ہمیں اس قدر عزیز اور ہماری نگاہوں میں اس قدر

محترم ہے کہ ہم وہاں کی دھول کو اپنے ماتھے سے لگالیں۔ وہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں، اور اس گلزار کے خار کو ہونٹوں سے بوسہ دیں، اور دل میں بسالیں، اور جس دھرتی کی عظمت اور محبت ہمارے دلوں میں ایسی ہو، بھلا اس دھرتی کے نواسے ہمارے لیے کس قدر پیارے، اور کتنے واجب الاحترام ہوں گے۔ اہل عرب تو سروں کے تاج اور ہمارے سید و سردار ہیں۔ لیکن صرف وہ اہل عرب جن پر اہل عرب کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو خادم حرمین ہوں گے۔ جو خاک حجاز کے پاسبان ہوں گے۔ جو مصطفیٰ جان رحمت والے ہوں گے، وہی عرب ہمارے ہوں گے، یہ نجدی، یہ سعودی جو ہمارے محبت وعقیدت کی دولت حرمین شریفین پر ناگ بن کر بیٹھے ہیں۔ لیلی نجد کے یہ مجنون نہ مصطفیٰ کے ہیں، نہ ہمارے ہیں، یہ سعودی تو حرم فروش ہیں۔ یہ برطانیہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں، یہ سفید فام آقاؤں، انگریزوں، اور امریکیوں کے غلام ہیں، ہمارا ان سے کیا واسطہ۔ دنیا کے ہر مسلمان کا قبلہ تو کعبہ ہے، لیکن ان سعودیوں نے اپنا قبلہ واشنگٹن کو بنا رکھا ہے۔

عالم اسلام کے انتشار و افتراق کی واحد ذمے دار حکومت نجدیہ سعودیہ ہے، اس نے عیسائیوں اور یہودیوں سے گٹھ جوڑ کر کے عالم اسلام کو انتشار میں مبتلا کر رکھا ہے، فلسطین پر یہودیوں کے غاصبانہ قبضے میں سعودیہ کا بڑا ہاتھ ہے، فلسطینیوں کو بے گھر بار کرانے کی ذمہ داری بھی سعودیہ پر ہی ہے۔ یہ سعودی اسلام اور مسلمان کے نام پر کلنک ہیں۔ سعودیہ کا مذہب اسلام نہیں، وہابیت ہے۔ وہابیت استعمار اور سامراجیت کی پروردہ ہے۔ یہ دنیائے اسلام کے لیے عظیم خطرہ ہے، وہابیت کی بنیاد رسول دشمنی پر قائم ہے۔ عالم اسلام کے لیے ضروری ہے کہ فتنہ وہابیت کو کچل دیں، تا کہ عرب میں اسلام کا پھر سے بول بالا ہو۔ عرب تو اسلام کا مرکز ہے اور اس کی یہ مرکزیت برقرار رہنی چاہیے۔

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری نے اپنا جو

بیان دیا ہے، وہ بہت صاف اور بے لچک ہے۔ نماز نہ پڑھنے کی وجہ انہوں نے بتا ہی دی، سنی وہابی کا فرق بھی واضح کر دیا۔ اور اس کی بھی صراحت کر دی کہ قادیانیت سے ہمارا کوئی میل نہیں۔

قادیانیت تو وہابیت کی پوتی ہے۔ وہابیت نے اپنی جو دیوبندی اولاد چھوڑی، اور ہندوستان میں سہارن پور، نانوتہ، ندوہ، تھانہ بھون، گنگوہ، اور انبیٹھا میں جس نے اپنے پیر پھیلائے، اسی دیوبندیت نے قادیانیت کو جنم دیا۔ مولوی رشید احمد اور مولوی قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کر کے، قادیانیت کے لیے دروازہ کھولا۔ انگریزوں نے اپنے پیارے دیوبندیوں کے اس نئے فتنے کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اپنے دوسرے چہیتے مرزا غلام احمد قادیانی سے اسے ہم آغوش کرا کر، ایک نئے مذہب کو جنم دلایا۔ جس کا نام قادیانیت یا مرزائیت ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہر غیر اسلامی نظریہ کے ساتھ ساتھ اس باطل مذہب کا بھی رد کیا۔ کتب و رسائل لکھے، لیکن آج وہابی دیوبندی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے، قادیانیت کا تعلق اعلیٰ حضرت، اور مسلمانان اہل سنت سے بتاتے ہیں۔ چونکہ دیوبندیت خود ایک نیا مذہب ہے، جس کی اصل وہابیت ہے، لہذا وہابی دیوبندی مسلمانان اہل سنت کو اپنے مقابل لانے کے لیے، اور مسلمانوں سے اپنا جھوٹا مذہب اور عقیدہ پوشیدہ رکھنے کی خاطر ہمارے بارے میں یہ افواہ پھیلاتے رہتے ہیں کہ یہ انبیا اور اولیا کے ماننے والے بریلوی ہیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنی طرح یہ ہم کو بھی ایک نئے دین کا پیروکار ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو سراسر ان کا فریب اور ان کی افترا پردازی ہے۔

بریلوی یقیناً کسی نئے دین، یا نئے مذہب کا نام نہیں ہے، اعلیٰ حضرت نے تو دین کی تجدید کی ہے، سنت کا احیا کیا ہے، اور اسلام کے رخ زیبا کو باطل پرستوں نے مسخ کرنے کی جو کوشش کی تھی، اور اس پر اپنی بدمذہبی کا جو لیبل لگا رکھا

تھا، اسے صاف کر کے اس کے چہرے کو نکھارا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تو حق و باطل کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچا ہے۔ اعلیٰ حضرت معیار حق ہیں، اور صحیح مسلمان وہی ہیں جو آج اعلیٰ حضرت کے پیرو ہیں، اس لیے کہ ان کا مذہب و عقیدہ وہی ہے جو سرکار علیہ السلام، صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اولیاء صالحین کا مذہب رہا ہے، ان کو تو حرمین شریفین کے علماء کے علاوہ بلاد اسلامیہ کے سبھی علماء نے معیار حق کہا ہے۔ اور ۱۴ اویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے، خود محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے ان کے تجدیدی کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے المیز ان کے خاص نمبر میں انہیں مسلمانوں کا ''محسن اعظم'' لکھا ہے۔

اگر وہابی نجدی بریلویت سے مراد اہل سنت و جماعت لیتے تو تاج الشریعہ علامہ ازہری اپنے، بریلوی ہونے کا انکار نہ کرتے، لیکن یہاں تو نجدی وہابی بڑی چالاکی سے عالم اسلام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ بریلوی ایک نیا دین ہے، جسے شیخ احمد رضا خاں نے رائج کیا، لہذا اس کی تردید حضرت کے لیے ضروری تھی۔

مکہ معظمہ میں حضرت گرفتار کیے گیے، ان پر ظلم و جبر کیا گیا، اس سے ہمیں غم بھی ہے، اور سعودیوں کے خلاف غصہ بھی، لیکن یہ گرفتاری کوئی رسوائی نہیں ہے بلکہ عزت ہے، مکہ کی معظم دھرتی پر جہاں ہمارے بزرگوں نے عظیم قربانیاں دی ہیں، اسی سرزمین پر قربانی کے مہینے میں، ان بزرگوں کے ایک غلام حضرت تاج الشریعہ کو بھی قربانی کا شرف حاصل ہوا ہے، یہ ان کی سعادت ہے۔

ہاں ان پر جو ظلم و جبر ہوا، اور اس سے پہلے اوروں پر جو ظلم و جبر سعودی کرتے رہے ہیں، اس ظلم کو کچل دینا ہمارا کام ہے، اور یہ کام اس وقت ہوسکتا ہے جب ہم ایک ہو کر پورے عالم اسلام کو اپنا کر لیں گے۔ انقلاب محض ہولہ یا نعرے بازی سے نہیں رونما ہوتا ہے، اس کے لیے بڑی جد و جہد کرنی پڑتی ہے، ذہن و دل پر اثرات مرتب کرنے پڑتے ہیں، عوام کو شعور عطا کرنا پڑتا ہے۔ اور

پھر نیک اور ایک ہو کر عزم و حوصلے کے ساتھ انقلاب بر پا کیا جاتا ہے۔ اگر اب بھی ہم چپ بیٹھے رہے تو سعودیہ میں ہمارا کوئی بھی عالم ظلم وتشدد سے نہ بچ سکے گا، اور عوام ہمت ہار کر دوران حج وہی کچھ کریں گے جو سعودیہ حکومت ان سے کرائے گی۔ کتنوں کا ایمان سلب ہو جائے گا، اور کتنوں کا عقیدہ۔ پھر عرب سے لے کر ہندوستان تک کیا کچھ نہ ہوگا، سب کو معلوم ہے۔ خدا برے دن سے بچائے رکھے آمین۔

تاج الشریعہ علامہ ازہری کی گرفتاری محض ایک فرد یا ایک سنی عالم کی گرفتاری اور ہتک نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے مذہب و عقیدہ کو شکنجے میں چکڑنے کی ایک سازش، اور نجدیوں کا ایک حوصلہ ہے۔ حضرت کی توہین عالم اسلام کی توہین ہے، مسلمانان ہند، انڈین نیشن اور ہندستانی حکومت کی توہین ہے۔ یہ بھارت کے عظمت و وقار کا بھی مسئلہ ہے۔ بھارت کے کروڑوں سنیوں کو سعودیہ سے جواب طلبی کے لئے اپنی حکومت کو متوجہ کرانا چاہئے، تاکہ آئندہ اس طرح کی حرکت نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے، ہمارے علماء و مشائخ اور دانش ورحضرات مل بیٹھ کر غور کریں، اور جلد پورے ملک کے ذمے داروں کی کہیں بیٹھک کر کے کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کریں، سنگھرش کے لیے باطل پرستوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے۔ اپنے استحکام مذہب کی تبلیغ واشاعت، اور اپنی سب کی بھلائی سرخروئی اور کامرانی کے لیے۔

حکومت نے اعلان کر دیا ہے کہ پارلیمنٹ کے موسم سرما کے اجلاس میں یکساں سول کوڈ پیش کر دیا جائے گا۔ فی الحال یہ کہا جارہا ہے کہ یہ مشترکہ سول کوڈ اختیاری ہوگا، لیکن اونٹ کب کس کروٹ بیٹھے کسی کو نہیں معلوم، ہندوستان کے کسی اور قوم کے دل میں اس کا خوف پیدا ہو، یا نہ پیدا ہو، مگر اقلیتوں کے دلوں میں خوف کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ یکساں سول کوڈ کا مطلب ہے دفعہ ۴۴، کے تحت ہر ایک بھارتی کے لیے مشترکہ شادی، بیاہ، طلاق اور وراثت کا قانون، اور ظاہر ہے

اس کا ٹکراؤ ہر ایک کے پرسنل لا سے ہوگا۔کوئی اور اپنے لا سے اس ٹکراؤ کو برداشت کرلے تو کرلے، لیکن مسلمان ہرگز ہرگز اس کا ٹکراؤ، اپنے مسلم پرسنل لا سے برداشت نہ کرسکے گا۔لگتا ہے کہ ہمارے ملک بھارت کے پردھان منتری جی نت نئے قانون بنا کر اور نئے ''نئے کوڈ بل'' پاس کرا کر ملک کو تباہی کے راستے پر لے جانا چاہتے ہیں۔سپرم کورٹ میں تین طلاق کا مسئلہ اور لاء کمیشن آف انڈیا کی روز مرہ نئ حکمت عملی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اب آئندہ یکساں سول کوڈ کی تیاری ہو رہی ہے۔اس لئے ان تمام موضوعات پر ملت کے مقتدر علماء مشائخ کو ایک ساتھ بیٹھک کر فیصلہ کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔

(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، اداریہ ماہنامہ سنی دنیا)

احتجاجی کاروائیوں کی مختصر جھلک

جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کی گرفتاری سے لے کر رہائی تک، اور رہائی سے لے کر اب تک، ملک اور غیر ممالک سے حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاجات اور حکومت ہند سے مطالبات کے سلسلہ میں جلسہ و جلوس، مراسلات و میمورنڈم، اور ٹیلی گرام، ٹیلیکس کی جو رپورٹیں راقم السطور کو موصول ہوئی ہیں، ان سب کا من وعن شائع کر پانا بہت مشکل ہے۔لہذا ہم ان سب کی صرف مختصر رپورٹ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ویسے مختلف رپورٹیں تفصیل کے ساتھ ملک کے مختلف اردو، ہندی، گجراتی، کنڑی، مراٹھی اور انگریزی اخبارات و رسائل مثلا اخبار نو، نئ دنیا، بلز، روداد چمن، تذکرہ، سواد اعظم، ظاہر و باطن۔اخبار مشرق، آزاد ہند، اقرء، سنگم، صدائے عام، انقلاب، ہندوستان، نور بریلی، اردو ٹائمز، سیاست جدید، اخبار عالم، ڈیلی ٹائمز آف انڈیا، دی آفٹر نون، ڈیسچ سم کالین بمبئی، سماچار، امر اجالا، وشو

مانو، نوستیم، نئی دنیا ہندی، نو بھارت ٹائمز، ریاض عقیدت، پرداسی، پیام وسلام، قاری، استقامت، المیز ان، فیض الرسول، اشرفیہ وغیرہ میں آچکی ہیں۔

غیر ممالک کی رپورٹیں:

ہالینڈ، سنگاپور، برطانیہ، لوڈیم، دوبئی، بنگلہ دیش اور پاکستان سے تاج الشریعہ علامہ ازہری کے سلسلے میں، حکومت سعودیہ سے احتجاج کی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔

ورلڈ اسلامک مشن لندن، سنی رضوی سوسائٹی ماریشش نے حضرت کی رہائی کے سلسلہ میں سعودی حکومت کو ٹیلیگرام اور ٹیلیکس کئے۔ بنگلہ دیش سے عبد الکریم صاحب پرنسپل ملفت گنج فرید پور۔ الطاف حسین چٹ گانگ، اور رضا اکیڈمی بنگلہ دیش نے احتجاجی مراسلات حکومت سعودیہ کو روانہ کئے۔ پاکستان میں لاہور، کراچی، ملتان، فیصل آباد، حیدر آباد، میلسی وغیرہ شہروں میں احتجاجی جلسے ہوئے اور جلوس نکلے۔ حکومت سعودیہ کو احتجاجی مراسلے بھی روانہ کئے گئے، اور ٹیلیگرام وٹیلکس بھی کئے گئے۔ بزم انوار رضا اہل سنت کی جانب سے حضرت علامہ مولانا محمد حسن علی میلسوی، جامعہ نظامیہ لاہور سے علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی، حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، مرکزی مجلس رضا لاہور سے حافظ طاہر صاحب، حکیم محمد عارف صاحب، سید شاہد علی نورانی، ڈاکٹر عارف لاہور، نعیم طاہر ، محمد مظفر اقبال۔ جماعت اہل سنت پاکستان لاہور سے محمد اقبال لاہور، قاری عبد الرؤف لاہور، جاوید اقبال اور محمد سلیم فیصل آباد، مولانا سعید احمد صاحب حیدر آباد عبد الصمد کراچی۔

عبد الجبار صاحب کراچی، ظفر اقبال انصاری کراچی۔ سید رضوان کراچی، فقیر محمد کراچی۔ نوشابہ عبد الحفیظ کراچی، ڈاکٹر معین، حاجی عبد الغفار، حاجی عارف وارکان دعوت اسلامی کراچی نے حکومت سعودیہ کو احتجاجی مراسلات روانہ کئے۔

ہندوستان کی رپورٹ:

رضا اکیڈمی بمبئی نے حکومت سعودیہ اور حکومت ہند کو مختلف ٹیلیگرام و ٹیلیکس اور احتجاجی مراسلات و میمورنڈم بھیجے۔ بمبئی شہر میں اس سلسلے میں مختلف جلسے کرائے، اور ۲۶ ستمبر کو ایک خاموش احتجاجی جلوس بھی نکالا، جس نے سعودی قونصل جنرل کو میمورنڈم پیش کیا۔ ۲۳ ستمبر کو سعودیہ کے قومی دن کے موقعہ پر، تاج محل ہوٹل بمبئی میں سعودی حکومت کے خلاف ایک ہینڈ بل تقسیم کرتے ہوئے، سنی اسٹوڈینس فیڈریشن کے چھ طلبا کو سعودی قونصل جنرل نے گرفتار کرادیا، یہ طلبا چند گھنٹے زیرِ حراست بھی رہے۔ سنی اسٹوڈینس فیڈریشن بمبئی، تبلیغ سیرت بمبئی، اور سنی جمعیۃ العلماء بمبئی نے بھی حکومت سعودیہ اور حکومت ہند کو احتجاجی مراسلات، میمورنڈم، ٹیلیگرام، اور ٹیلیکس بھیجے۔ بمبئی میں اس سلسلہ میں شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی، علامہ ادریس بستوی، علامہ یسین اختر مصباحی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی اور مولانا عبید اللہ خاں اعظمی نے خوب زبردست تقریریں بھی کیں۔ مولانا الحاج محمد سعید نوری اور الحاج عبد الخالق حشمتی صاحبان نے کافی دلچسپی لی۔

دھلی: انجمن رضا دہلی نے جلسہ کیا، اور حکومت ہند و حکومت سعودیہ کو احتجاجی مراسلات و ٹیلیگرام اور میمورنڈم و ٹیلیکس بھی روانہ کئے۔ پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی، حاجی صغیر احمد، علامہ یاسین اختر مصباحی، حافظ زبیر احمد رضوی اور ماسٹر شکیل صاحبان تمام کاموں میں پیش پیش رہے۔

بریلی شریف: ایک احتجاجی جلوس اٹھا۔ دو جلسے ہوئے، ٹیلیگرام اور مراسلات حکومت ہند اور حکومت سعودیہ کو روانہ کئے گئے۔ مولانا منان رضا خاں منانی میاں، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی۔ ڈاکٹر نفیس احمد خاں، شموخاں، مرزا طاہر بیگ، اکرم بھائی مشتاق صاحب وغیرہ نے ہر کام میں کافی دلچسپی لی۔

کلکتہ، ہوڑہ، جھریا، گومیہ، ہزاری باغ، ہوگلی، ۲۴ پرگنہ، پٹنہ، لکھنؤ، کانپور، بلرام پور، گونڈہ، اندور، ہبلی، بنگلور، شموگہ، میسور، تربوندرم، جموں، سرینگر، پیلی بھیت، میراپنور کٹرہ، بیسلپور، پورن پور، فرید پور، بہیڑی، رچھا، کچھا، جوکھن پور، بکارو، شاہجہان پور، بدایوں، الہ آباد، کٹرا، پرتاب گڑھ، بنارس رام پور، بہرائچ وغیرہ میں بڑے پیمانے پر احتجاجی جلسے ہوئے، اور جلوس نکالے گئے۔

جن حضرات یا انجمنوں نے احتجاجی مراسلات کی کاپیاں روانہ کیں، ان کے چند نام و پتے درج ذیل ہیں، ذیل کی شخصیات لائق مبارک باد ہیں کہ انہوں نے رہائی کی تحریک کو عوامی شکل دیکر حکومت سعودیہ پر دباؤ بنانے میں اہم رول ادا کیا۔

۱۔ مولانا محمد حسین قادری حشمت العلوم رام پور کٹرہ ضلع بارہ بنکی

۲۔ پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی، پروفسر نیاز احمد صاحبان انجمن رضا ذاکر نگر نئی دہلی۔

۳۔ ڈاکٹر ارشد علی خاں و شان محمد رضوی۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلوم قنوج

۴۔ حضرت شاعر اسلام راز الہ آبادی صاحب، کریلی الہ آباد

۵۔ پدم شری جناب بکل اتساہی صاحب، ممبر پارلیمنٹ بلرام پور

۶۔ جناب اظہر علی خاں صاحب، ککرالہ ضلع بدایوں

۷۔ علامہ مولانا محمد حسین بہرائچی، انجمن تحفظ اہل سنت وارانسی

۸۔ جناب سید محمد اشفاق، سرائے خواجہ مئوائمہ ضلع الہ آباد

۹۔ جناب سلیمان صاحب رنگ محل ضلع مظفر پور

۱۰۔ ماسٹر عبدالوہاب حشمتی، چمن رضوی حشمتی بلرام پور

۱۱۔ عبداللطیف انصاری، جامعہ عربیہ ناگپور

۱۲۔ قاری محمد سلیم خاں، آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی

۱۳۔ حضرت مولانا قاضی محمد قاسم عثمانی میڑتا شہر ناگور، راجستھان

۱۴۔حضرت مفتی ولی محمد رضوی باسنی ناگور، راجستھان
۱۵۔جناب نواب علی صاحب چورو، راجستھان
۱۶۔جناب واجد حسین صاحب سبزی منڈی جھریا، جھارکھنڈ
۱۷۔جناب صدیق احمد، اکریڈبستی بکاروواسیٹل سٹی
۱۸۔صوفی عبدالرحمٰن صاحب شیب پور ہوڑہ۔ بنگال
۱۹۔جناب شمس الدین صاحب، انکس ہوگلی
۲۰۔جناب عبدالقیوم صاحب باگھ کھال ہوگلی
۲۱۔مولانا سلیم اختر رضوی کھر دا ضلع پرگنہ
۲۳۔مولانا فاروق صاحب مٹیا برج کلکتہ
۲۴۔الحاج زاہد حسین صاحب رابندراسرنی کلکتہ
۲۵۔مولانا شفیق علیمی صاحب درگاپور
۲۶۔ڈاکٹر اکرام صاحب مایابازارواریا
۲۷۔جناب مناظر حسین صاحب، وشین کریمی آسن سول
۲۸۔جناب سہیم الدین خاں دھرم پور، برن پور
۲۹۔ڈاکٹر شیر زماں انصاری صاحب اسماعیل پور، ضلع الہ آباد
۳۰۔مولانا محمد علی فاروقی، مولانا اکبر علی فاروقی و محمد عمران صاحبان رائے پور
۳۱۔حضرت الحاج قاری امانت رسول نوری صاحب پیلی بھیت
۳۲۔مولانا محمد طیب مصباحی، دارالعلوم نوادہ
۳۳۔جناب پرویز اختر صاحب مالویہ نگر دہلی
۳۴۔الحاج قاری محمد میاں صاحب مظہری، مدیر ماہنامہ قاری دہلی
۳۵۔حضرت مولانا مفتی چراغ عالم حامدی صاحب، شیخ الحدیث سنبھل
۳۶۔حضرت علامہ نسیم بستوی صاحب، مدیر ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف

۳۷۔ مولانا صابر القادری صاحب فیض الغرباء دھرم پور، نیپال
۳۸۔ ڈاکٹر شبیر احمد، چھاتر سنگھ یونانی میڈیکل کالج الہ آباد
۳۹۔ چودھری عبدالکریم صاحب، سرائے جگنا وزیر گنج، ضلع بہرائچ
۴۰۔ جناب رفیق احمد صاحب، سیرت کمیٹی میرٹھ شہر
۴۱۔ جناب شکیل احمد بدایونی، مسلم پرسنل لا کانفرنس ذاکر نگر دہلی
۴۲۔ جناب سردار احمد سلمانی، تیمور نگر دہلی۔
۴۳۔ ڈاکٹر انوار الحق صاحب، شری نگر کشمیر
۴۴۔ مولانا ذکا اللہ صاحب، جموں کشمیر
۴۵۔ ڈاکٹر لائق علی صاحب، نبی گنج گونڈہ
۴۶۔ مولانا شریف احمد نوری، میرانپور کٹرہ ضلع
۴۷۔ مشہور شاعر قمر شمس آبادی صاحب، میرانپور کٹرہ
۴۸۔ جناب حمایت اللہ صاحب شاہجہان پور
۴۹۔ جناب ظہور افسر صاحب، انکم ٹیکس آفیسر بدایوں شریف مقیم اجمیر مقدس
۵۰۔ مولانا سید احمد علی وکیل جاورہ رضوی گلی، گدی نشین آستانہ خواجہ **غریب نواز اجمیر شریف:**
۵۱۔ جناب عبدالرشید کپل ورمضان لودھی صاحبان، ہبلی، کرناٹک
۵۲۔ حضرت مولانا مقبولی صاحب، ہانگل شریف، کرناٹک
۵۳۔ مولانا تسلیم احمد رضا نوری جوہر تھانہ
۵۴۔ امین ملت حضرت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب، سجادہ نشین مارہرہ شریف
۵۵۔ جناب سید ولی الدین صاحب رضوی، مغلپورہ، پٹنہ سٹی
۵۶۔ جناب محمد سلیم صاحب بلرام پور
۵۷۔ جناب مقبول احمد صاحب، شری گنج

۵۸۔ڈاکٹر اسلام احمد صاحب اترولہ ملنے گونڈہ

۵۹۔منشی صغیر احمد خان تلشی پور ضلع بلرام پور

۶۰۔ڈاکٹر سلطان ہاشمی صاحب، کانپور

۶۱۔حضرت رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب، جمشید پور

۶۲۔حضرت علامہ یاسین اختر صاحب مصباحی، دار القلم دہلی

۶۳۔حضرت علامہ عبد المنان صاحب کلیمی، صدر مجلس علمائے ہند مرآباد و شہر فقہی

۶۴۔جناب عبد القادر صاحب، جھریا ضلع دھنباد

۶۵۔معز الدین صاحب مدرسہ حمایت الاسلام جھریا ضلع دھنباد

۶۶۔مولوی غلام دستگیر صاحب، کلیند رابازار

۶۷۔جناب محرم علی رضوی صاحب، پرتاب گڑھ

۶۸۔عبد العزیز صاحب، جلالپور سکندرہ

۶۹۔مولانا نذیر حیات خاں، کورہی ضلع باندہ، بندیل کھنڈ

۷۰۔حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی کشن گنج

۷۱۔ماسٹر سلیمان صاحب ڈبروگڑھ آسام

۷۲۔ماسٹر رشید احمد صاحب تن سکھیا، آسام

۷۳۔حضرت مولانا جمال احمد صاحب نوادہ بہار

۷۴۔حضرت مولانا ادریس احمد بستوی، نائب صدر جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۷۵۔ڈاکٹر عبد الطیف رضوی، چھتر پور مدھیہ پردیش

۷۶۔حکیم محمد عیسیٰ صاحب، جھانسی

۷۷۔مولانا منظر القادری، صاحب ندیاول

۷۸۔حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

دستخطی مہم:

جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کی بیجا گرفتاری کے سلسلے میں حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاج، اور حکومت ہند تک اپنی موثر آواز پہنچانے کے لئے ایک دستخطی مہم چلائی گئی۔ ملک کے ہر گوشہ کے مسلمانان اہل سنت سے اس سلسلے میں گزارش کی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کی انجمنوں و تنظیموں کی طرف سے میمورنڈم تیار کر کے اس پر زیادہ سے زیادہ دستخط کرائیں۔

۱۔ وزیر اعظم ہند مسٹر راجیو گاندھی، نئی دہلی

۲۔ وزیر خارجہ نئی دہلی مرکزی حکومت ہند

۳۔ سفیر سعودیہ عربیہ، پنچ شیل پارک نئی دہلی کو روانہ کریں۔

انگریزی زبان میں وزیر اعظم ہند کے نام ایک خط لکھ کر بھیجا گیا، اور ساتھ میں انگریزی زبان میں میمورنڈم تیار کرا کے عرس رضوی کے موقع پر تقسیم کرا دیا گیا، اور بذریعہ ڈاک ملک کے گوشہ گوشہ میں روانہ کر دیا گیا۔ مسلمانان اہل سنت سے اپیل کی گئی کہ وہ اس سلسلہ میں ہرگز کسی طرح کا تساہل نہ برتیں، اور دستخطی مہم کو تیزی کے ساتھ انجام دیں۔

اس کی تاریخی حیثیت کی وجہ یہاں ذکر کرنا ضروری ہے کہ تحریک چلانے والے اشخاص نے منظم پیمانہ پر کام کیا، اور لوگوں کی آسانی کے لئے وزیر اعظم کے نام کا خط اور میمورنڈم کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اپنے علاقہ کے کسی انگریزی داں سے اس کو تیار کرا لیں ترمیم و تبدیل کر سکتے ہیں۔

خط کا خلاصہ: ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان منسلکہ میمورنڈم کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ سعودی حکومت کے ذریعہ جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب کی بیجا گرفتاری نے ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچایا

ہے، ہم حضرت موصوف کی رہائی کے لئے آپ کی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے جذبات واحساسات کا خیال رکھتے ہوئے حکومت سعودیہ سے یہ جواب طلب کریں کہ وہ ہندوستانی حاجیوں پراختلاف عقیدہ کی بناپر ظلم کیوں کرتی ہے۔اس سے آپ یہ مطالبہ کریں کہ وہ ہندوستانی حاجیوں کے ساتھ اس طرح کی ظلم وزیادتی سے باز رہے۔

میمورنڈم کا خلاصہ:

ذیل میں بھیجے گئے میمورنڈم کا خلاصہ درج کیا جارہا ہے۔

۳۱ راگست ۱۹۸۶ءکومکہ معظمہ میں جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کی حکومت سعودیہ کے ذریعہ بیجا گرفتاری اور ظلم نے ہندوستان اور عالم اسلام کے مسلمانوں کوسخت صدمہ پہونچایاہے،اوران کی توہین کی ہے۔حضرت کو حکومت سعودیہ نے کوئی چارج شیٹ نہیں دیا، اور ان سے ریوالور کی نوک پر سوالات کئے گئے۔انہیں ہتھکڑی ڈال کر جدہ ایرپورٹ تک لایا گیا۔اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بغیر ہندوستان واپس کردیا گیا۔

ا۔یہ سب کچھ عقیدہ کے اختلاف کی بناپر کیا گیا،اس لئے کہ تاج الشریعہ علامہ ازہری سعودیہ کے حکومتی مذہب وہابیت سے تعلق نہیں رکھتے۔حضرت کی گرفتاری ہندوستانی حکومت انڈین نیشن،اور ہندوستانی مسلمانوں کی سخت توہین ہے۔لہذا ہم مسلمانان ہندسعودیہ کی اس وحشیانہ حرکت کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ سعودیہ کو اپنے اس ظالمانہ اور شرمناک رویہ پر حضرت موصوف، ہندوستانی مسلمانوں، اور ہندوستانی حکومت سے تحریری معافی طلب کرنی چاہیئے ،اورحضرت کومدعوکرکے مدینہ منورہ کی زیارت کرانی چاہیئے۔

۲۔سعودیہ حکومت کو یہ یقین دہانی کرانی چاہئے کہ وہ آئندہ کسی بھی ہندوستانی حاجی کے ساتھ اس طرح کا وحشیانہ سلوک نہیں کرے گی۔

۳۔ حکومت سعودیہ کو اپنا نام نہاد اسلام دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر جبراً مسلط نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ ہی انہیں اپنے وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرنا چاہئے۔

خلاصہ:

ملک کی مختلف انجمنوں، اکیڈمیوں، یا کمیٹیوں اور اداروں نے حکومت ہند یا حکومت سعودیہ کو جو، احتجاجی مراسلات اور میمورنڈم بھیجے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

عالم اسلام کے عظیم روحانی اور مذہبی پیشوا، جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب کو، سعودی حکومت نے وجہ جرم بتائے بغیر جو گرفتار کیا، اس کی اس ظالمانہ اور وحشیانہ حرکت سے نہ صرف حضرت کی ہتک ہوئی ہے، بلکہ حضرت کی گرفتاری عالم اسلام اور ہند کے مسلمانوں کی بھی ہتک ہے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ انڈین نیشن اور حکومت ہند کی بھی توہین ہے لہذا:

ا۔ حکومت سعودیہ کو اس بیجا گرفتاری پر حضرت، مسلمانان عالم، مسلمانان ہند، وانڈین نیشن اور بھارتی حکومت سے تحریری معافی طلب کرنی چاہئے۔

۲۔ حکومت سعودیہ نے حضرت کو مدینہ منورہ کی زیارت سے موقوف رکھا، لہذا اسے چاہیئے کہ انہیں جلد بلا کر مدینہ منورہ کی زیارت کرائے۔

۳۔ حکومت سعودیہ کو آئندہ کے لئے یہ یقین دہانی کرانی چاہئے کہ وہ کسی بھی بھارتی حاجی کو اپنے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے پر مجبور نہ کرے گی، اور نہ ہی ان پر جبراً اپنا حکومتی مذہب وہابیت ان پر مسلط کرنے کی کوشش کرے گی۔

تاریخ سازسنی کانفرنس:

۲۴ رصفر المظفر ۲۹ را کتوبر ۱۹۸۶ء کو جامعہ نوریہ رضویہ کے مہتمم مولانا

منان رضا خاں منانی میاں کے اہتمام میں باقر گنج عیدگاہ کے میدان میں ایک عظیم تاریخ ساز سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کی سعودیہ عربیہ میں بیجا گرفتاری پر زبردست احتجاج کیا گیا۔

حکومت ہند کو اس سلسلہ میں میمورنڈم دیا گیا۔ کہ وہ حکومت سعودیہ سے حضرت کی گرفتاری کی وجہ معلوم کرے، اور اپنی ظالمانہ حرکت کی علامہ ازہری صاحب، ہندوستانی مسلمانوں، وانڈین نیشن، اور حکومت ہند سے تحریری معافی طلب کرے، اور حضرت کو بلا کر مدینہ منورہ کی زیارت کرائے اور آئندہ کے لئے یہ یقین دہانی کرائے کہ کسی بھی ہندوستانی حاجی کو وہ اپنے امام کے پیچھے نماز کی ادائیگی کے لئے مجبور نہ کرے گی، اور نہ ہی اس پر جبراً وہابیت مسلط کرے گی۔

اس کانفرنس میں مولانا عبدالنعیم عزیزی، مولانا علی احمد سیوانی، مولانا محمد ادریس بستوی، اور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی نے تقریریں کیں۔

عظیم الشان احتجاجی جلوس:

آل انڈیا تبلیغ سیرت، رضا اکیڈمی، اور سنی اسٹوڈینس فیڈریشن کے زیر اہتمام ۲۱ رمحرم الحرام ۱۴۰۷ھ / ۲۶ ستمبر ۱۹۸۶ء کو بعد نماز جمعہ ایک عظیم الشان احتجاجی جلوس مستان تالاب ناگپاڑہ بمبئی سے زیر قیادت نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی، علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مولانا عبید اللہ خاں اعظمی مولانا ظہیر الدین خاں، مولانا سید سراج اظہر رضوی مولانا کشمیری وغیرہ مولانا وارث جمال قادری الحاج محمد سعید نوری، مولانا منصور علی خاں جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے علامہ اختر رضا خاں ازہری جانشین مفتی اعظم ہند جلوہ فرما تھے۔

احتجاجی جلوس مکہ مکرمہ میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے

ساتھ سعودی نجدی حکمرانوں کے غیر انسانی، غیر اسلامی، غیر اخلاقی زیادتیوں کے خلاف تھا۔ جو انہوں نے مکہ شریف میں حضرت پر کئے، اور مدینہ طیبہ کی زیارت بابرکت کے بغیر ہندوستان واپس کر دیا۔

جلوس انتہائی نظم و نسق کے ساتھ سعودی قونصل خانہ گیا، وہاں پر مولانا عبید اللہ خاں اعظمی اور مولانا چمن قادری کی سعودی مظالم اور آئے دن سنی رہنماؤں کے ساتھ سعودی نجدی حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف ولولہ انگیز تقریریں ہوئیں، اور ایک میمورنڈم سعودی قونصل خانہ کو پیش کیا گیا۔

(قاری محمد سلیم خاں قادری رضوی آفس انچارج آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی گراؤنڈ فلور، ۵۸ حبیب منزل، ناگپاڑہ، بمبئی۔۸)

مسلمانان اہل سنت جھریا کول فیلڈ کی منظور شدہ تجویزات:

۱۔ تاج الشریعہ علامہ ازہری صاحب کو جلد رہا کیا جائے۔

۲۔ حکومت سعودیہ علامہ ازہری صاحب کی گرفتاری کی وجہ بتائے۔

۳۔ حکومت سعودیہ علامہ ازہری سے تحریری معافی مانگے۔

۴۔ جامع مسجد جھریا کی سابقہ کمیٹی نے مسلمانان اہل سنت کی رائے کے بغیر جو خود ساختہ کمیٹی بنائی ہے، وہ غیر قانونی ہے، تمام مسلمانان اہل سنت جھریا کول فیلڈ نے اس چناؤ اور کمیٹی کا بائیکاٹ کیا۔

۶۔ مسجد کے مصلیوں کے ساتھ کمیٹی کی بدسلوکی پر مسلمانان اہل سنت نے کمیٹی کے ارکان کا سماجی بائیکاٹ کیا۔

عبد القادر رضوی سکریٹری
متحدہ محاذ جھریا کول فیلڈ

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۷۸ بابت اکتوبر و نومبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ)

گرفتاری پر اظہار غم وغصہ:

مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۸۶ء بروز اتوار بعد نماز ظہر شہر شموگہ صوبہ کرناٹک کی مرکزی انجمن سنی جمعیۃ العلماء کی جانب سے زیر صدارت حضرت علامہ محمد عبدالحلیم قادری صدر مدرس دار العلوم غریب نواز ملگٹ شموگہ ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی، جس میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی کے ساتھ عین حج بیت اللہ شریف کے موقع پر حکومت سعودیہ نے حراست میں لے کر جو نازیبا حرکت کی ہے، اس پر شدید رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے تاج الشریعہ علامہ ازہری صاحب کی رہائی سے متعلق تجاویز پاس کیں، عوام کے علاوہ علمائے شہر کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ صدر محترم کے علاوہ حضرت مولانا محمد مرغوب حسن قادری اعظمی صدر المدرسین دار العلوم رضویہ شاہ علیم دیوان شموگہ نے علمائے اہل سنت پر سعودی مظالم کی المناک داستان سنائی، جیسا کہ ماضی میں ہوتا آیا ہے۔ دیگر علماء میں جناب مولانا مطیع اللہ، جناب مولانا خلیل، جناب قاضی اشرف، اور جناب مولوی محمد موسیٰ قابل ذکر ہیں۔ میٹنگ میں موجود عوام وخواص کی جانب سے تاج الشریعہ علامہ ازہری کی رہائی سے متعلق میمورنڈم پاس ہوا، جو مکمل طور پر حکومت سعودیہ عربیہ، دارالحکومت دلی۔ شیموگہ کے ڈی۔ ایم اور وزیر کرناٹک اور دیگر مقامات پر بھیجا گیا۔

شرکائے میٹنگ ہندوستان کے تمام ارباب اہل سنت و جماعت سے استدعا کرتے ہیں کہ ہر جگہ کے سنی، آل سعود کے اس نازیبا رویہ پر اپنے شدید رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سعودیہ عربیہ کو متنبہ کریں، کہ وہ اس قسم کے ناروا حملوں سے جو سنی علما پر ہو رہے ہیں آئندہ باز آجائے۔

ارکان سنی جمعیۃ العلماء وجمیع اہل سنت شیموگہ کرناٹک

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۶۳ بابت فروری ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۷ھ)

جانشین مفتی اعظم کی گرفتاری پر پاکستان میں احتجاج

مولانا اختر رضا خاں بریلوی کو رہا کیا جائے: نوائے وقت لاہور

جمعیت علما پاکستان کے سیکریٹری مولانا عبدالستار نیازی نے کہا ہے کہ حکومت پر زور دینا چاہیئے کہ مولانا اختر رضا خاں بریلوی کو فوری طور پر رہا کرے۔ ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ عالم اسلام اس وقت ایک انتشار میں مبتلا ہے، ایک طرف عراق ایران جنگ نے امت مسلمہ کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے، ان حالات میں امن ویگانگت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور بھارت کے مسلمانوں کو تمام سہولتیں مہیا کرنی چاہئیں، لیکن ایسا کرنے کے بجائے ان پر اعتقادی رسومات کو ادا کرنے پر پابندیاں عائد کی جاری ہی ہیں۔

لاہور کے کونسلر سید فصیح احمد جعفری نے بھی ایک بیان میں مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا، اور حکومت سے کہا ہے کہ وہ اس سلسلے میں اعلیٰ سطح پر اقدامات کرے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۹ ستمبر ۱۹۸۶ء)

مفتی اختر رضا خاں کی رہائی کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں:

روزنامہ مشرق لاہور

کنز الایمان سوسائٹی، انجمن غلامان مصطفیٰ، مجلس شعاع حسرت، کنیز فاطمہ ویلفیئر سوسائٹی، انجمن طلبا اسلام، جماعت اہل سنت، جمعیت العلماء پاکستان کے رہنماؤں کا ایک ہنگامی اجلاس علامہ اختر رضا خاں لائبریری دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی میں، مرکزی انجمن "خدام اعلیٰ حضرت" کے بانی اور کنز الایمان سوسائٹی کے مرکزی صدر محمد نعیم طاہر رضوی کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ روحانی پیشوا، امام احمد رضا بریلوی کے جانشین، حضرت مفتی اختر رضا بریلوی کی سعودی عرب میں رہائی کے

سلسلہ میں فوری اقدامات کرے، اجلاس میں کہا گیا کہ ان کی گرفتاری سے دنیائے اسلام میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے، اجلاس میں حاجی مظہر جاوید، اسلم مقصود احمد، حاجی طارق، مقصود احمد رضوی نے شرکت کی۔

(روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۶ء)

مولانا اختر رضا بریلوی کی فوری رہائی کا مطالبہ:

روزنامہ جنگ لاہور

جماعت اہل سنت پاکستان کے رہنما قاری زوار بہادر، انجمن طلبا مدارس عربیہ کے مرکزی صدر محمد اسحاق ظفر، سابق مرکزی صدر محمد اعظم نورانی، ضلع لاہور کے ناظم اعلی محمد جمشید سعیدی، تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلی مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، دارالعلوم جامعہ نظامیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، اور دیگر اساتذہ جماعت اہل سنت پاکستان کے رہنما پیر سید محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ ،علامہ احمد علی قصوری، مولانا شمس الزماں قادری، مولانا غلام نبی جانباز، صاحبزادہ مصطفیٰ اشرف رضوی، انجمن طلبا اسلام پاکستان، انجمن طلبا اسلام مدارس عربیہ، جمعیت العلمائے پاکستان کے رہنما محمد شفیق، کنز الایمان سوسائٹی اور دیگر اہل سنت تنظیموں نے سعودی عرب میں جانشین مفتی اعظم ہند مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی مبینہ گرفتاری پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔

اکابرین اہل سنت کا احتجاجی جلوس:

روزنامہ نوائے وقت لاہور

ادارہ معارف رضا کے زیر اہتمام اکابرین اہل سنت کا ایک احتجاجی جلوس ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۶ء کو بعد نماز عصر، دربار داتا گنج علیہ الرحمہ سے نکالا جائے گا، جلوس سے قبل علامہ الہی بخش، علامہ سید محمود رضوی، مولانا محمد علی قصوری، اور دیگر

علمائے کرام خطاب کریں گے۔اور مطالبہ کیا جائے گا کہ جانشین مفتی اعظم علامہ ازہری کوفوری رہا کیا جائے۔(نوائے وقت لاہور،۱۱ر ستمبر ۱۹۸۶ء)

حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری کی گرفتاری پر میمورنڈم:

۶ر فروری ۱۹۸۷ء بروز جمعہ، جلال پورہ بنارس کی جامع مسجد میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کی گرفتاری کی سخت مذمت کی گئی، اور سعودیہ عربیہ کی اس ظالمانہ حرکت کی پرزور مخالفت کی گئی، اور باتفاق آرا ایک میمورنڈم پاس کیا گیا، جسے وزیر اعظم ہند وزیر خارجہ ہند اور سعودیہ عربیہ کے سفیر کے پاس بے شمار مسلمانان بنارس کے دستخط کے ساتھ، انجمن فلاح ملت کی جانب سے بھیجا گیا۔اس کا مفہوم آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

۳۱ر اگست ۱۹۸۶ء مملکت سعودیہ عربیہ کی طرف سے مکہ معظّمہ میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں کی غیر متوقع، بے وجہ، اور ظلم وستم آمیز گرفتاری نے مسلمانان ہند کو کرب و بے چینی کا شکار کر دیا ہے۔بندوق کی نوک کے سامنے حضرت کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں، اور آپ کی بہت زیادہ گستاخی اور توہین کی گئی۔آپ پر عائد کردہ فرد جرم بھی نہیں دیا گیا۔مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ دونوں مسلمانان عالم کے لئے بہت ہی محبوب اور محترم مقامات ہیں، اس کے باوجود مدینہ منورہ کی زیارت کئے بغیر مکہ معظّمہ ہی سے زبردستی حضرت کو ہندوستان واپس کر دیا گیا۔

یہ تمام واقعات محض مذہبی اور اعتقادی اختلاف کی بنا پر رونما ہوئے ہیں۔کیونکہ حضرت حکومت سعودیہ کے وہابی اعتقاد کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔حضرت کی بے وجہ گرفتاری تمام مسلمانان ہند کی ذلت اور براہ راست حکومت ہند کی بھی رسوائی ہے، ہم مسلمانان ہند سعودیہ عربیہ کی اس بے وجہ گرفتاری

کے مذمت کرتے ہیں۔ اور مطالبہ کرتے ہیں کہ:

(۱) حکومت سعودیہ عربیہ حضرت اور مسلمانان ہند نیز حکومت ہند کے سامنے معذرت خواہ ہو، اور حضرت کو دوبارہ زیارت مدینہ منورہ کی دعوت دے۔

(۲) حکومت سعودیہ عربیہ اس بات کی یقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ کبھی حجاج ہند کے ساتھ کوئی ناروا، اور ظلم وستم آمیز سلوک نہ کرے گی۔

(۳) حکومت سعودیہ عربیہ کو چاہیئے کہ وہ مقامی وہابی اعتقاد رکھنے والے امام کو برطرف کرنے کا اقدام کرے۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۵۳ بابت مئی ۱۹۸۶/ ۱۴۰۷ھ)

مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی مکہ مکرمہ میں گرفتاری پر احتجاج:

جماعت اہل سنت پاکستان کے رہنما پیر سید محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ، مرکز اہل سنت کے سربراہ علامہ احمد علی قصوری، جماعت اہل سنت لاہور کے رہنماؤں میں مولانا شمس الزماں قادری، مولانا غلام نبی جانباز، مجلس عمل علمائے اہل سنت کے رہنما صاحبزادہ مصطفےٰ اشرف رضوی، انجمن طلبہ اسلام پاکستان، کنز الایمان سوسائٹی دیگر اہل سنت تنظیموں نے دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے روحانی اور مذہبی پیشوا، برصغیر کے نامور عالم دین، اور شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے جانشین مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی، سعودی عرب کے شہر مکہ میں گرفتاری پر، شدید غم وغصے کا اظہار کیا ہے۔ سلیم محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ نے پاکستان کی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ علامہ مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی رہائی کے لئے حکومت سعودیہ سے سفارتی سطح پر فوری بات چیت کی جائے، پیر آف پھالیہ نے سعودی حکومت کے اس قابل مذمت رویہ پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے سینکڑوں حجاج کرام کو بھی گرفتار کیا جا چکا ہے۔ مکہ اور مدینہ جیسے مقامات پر آزادی سلب کرنے، زبان بندی کرنے کا عمل بند نہ کیا گیا، تو اس ملک میں بھی ان کی آمد پر آزادی نہیں دی جائے گی، اور جماعت اہل سنت مزاحمت کرے گی۔

دریں اثنا مرکزی مجلس رضا نوری مسجد کے ہنگامی اجلاس میں بھی اس واقعہ کی مذمت کی گئی، اور غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔ انجمن طلبہ مدارس عربیہ کے مرکزی صدر محمد اسحاق ظفر، محمد اعظم نوری، اور محمد جمشید سعیدی نے علامہ مولانا اختر رضا بریلوی کی گرفتاری پر شدید رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ لاہور کے اساتذہ نے ایک مشترکہ بیان میں، مفتی مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی گرفتاری پر شدید احتجاج کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ سعودی حکومت کے اس اقدام سے کروڑوں عقیدت مندان اعلیٰ حضرت کو دلی تکلیف پہنچی ہے، انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ سعودی حکومت کو پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا جائے، اور ان کو بلا تاخیر رہا کیا جائے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۵ر ستمبر ۱۹۸۶ء)

تاج الشریعہ کی گرفتاری نا قابل برداشت

از: علامہ شاہد رضا نعیمی ہالینڈ

اس سال حج کے موقع پر انڈیا کے ممتاز عالم دین، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں از ہری کی گرفتاری کی المناک خبر نے برطانیہ اور یوروپ کے دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے۔ جماعتی نقطۂ نظر سے علامہ از ہری کی گرفتاری کو مسلک اہل سنت کے خلاف، ایک برہنہ جارحیت، تصور کیا جا رہا ہے۔ اس حادثے کے بعد ورلڈ اسلامک مشن کے ایک ممتاز وفد نے لندن کے سعودی سفارت خانہ میں، سعودی حکام سے ملاقات کی، اور انہیں صورت حال کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ دینی و مذہبی حقوق کی آزادی پر یہ حملہ دنیا کے سنی مسلمان ہرگز برداشت نہیں کریں گے، اور انسانی و مذہبی حقوق کو سلب کرنے کا یہ سلسلہ اگر سعودی عرب میں نہ روکا گیا، تو اس کے انتہائی سنگین نتائج بر آمد ہوں گے۔

اس سلسلہ میں مشن کے مرکزی دفتر سے شاہ فہد اور وزیر اعظم راجیو گاندھی کو بھی تار و خطوط کے ذریعہ مسلمانوں کے تاثرات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ مشن کی جانب سے لندن، برمنگ ہم، مانچسٹر، پسٹر اور بریڈفورڈ میں احتجاجی جلسے بھی ہوئے۔

سعودی عرب کی نجدی حکومت اور وہاں کے وہابی جاسوسوں کی ان غیر انسانی حرکتوں کو لگام دینے کے لئے صرف جلسوں، اور جلوسوں پر اکتفا کرنا کافی نہیں ہے۔ مشن نے اس سلسلہ میں اپنی تمام شاخوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اہل سنت کی تمام تر قوتوں کو یکجا کرنے کا کام کریں۔ کسی بھی ٹھوس اور اثر آفریں اقدام کے لئے ہماری صفوں میں اتحاد شرط اولین ہے۔ اس کے بعد ہر ملک میں،

وہاں موجود مسلم ممالک کے سفرا سے ملاقات کر کے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا جائے، نیز ان سفرا کو اہل سنت کے عقائد اور وہابیت کے افکار باطلہ سے آگاہ کرنے کے لئے عربی و انگریزی میں، جدید و سائنٹفک انداز میں، مختصر لٹریچر تیار کر کے پیش کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ مثبت انداز میں عقائد اہل سنت پر فکر انگیز مضامین کو شائع کرانے کے لئے عالم عرب کے انگریزی و عربی اخبارات و رسائل سے رابطہ قائم کیا جائے، تاکہ ہماری آواز برصغیر سے باہر دوسرے ممالک کے سنی مسلمانوں تک بھی پہنچ سکے۔

۱۰ر دسمبر کو راقم الحروف ایک سہ رکنی وفد کے ساتھ حقوق انسانی کے تحفظ عالمی تنظیم ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' کے سرکردہ عہدہ داروں سے بھی ملاقات کررہا ہے۔ اس میٹنگ میں بھی اس مسئلہ کو اٹھایا جائے گا۔

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۶۸ بابت فروری ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۷ھ)

علامہ نسیم بستوی ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول کا مکتوب:

محترم ایڈیٹر صاحب!

سلام ورحمت

مزاج گرامی:

آپ کے موقر ماہنامہ سنی دنیا کے تبادلہ میں فیض الرسول برابر بھیجا جارہا ہے، پچھلے دنوں ڈاک سے جانشین مفتئ اعظم ہند حضرت علامہ الحاج مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ کے متعلق، احتجاجی مراسلہ، ''سعودی حکومت جواب دے'' موصول ہوا۔ اسے ''فیض الرسول'' کے آئندہ شمارہ میں دے دیا گیا ہے۔ میں ابھی بمبئی سے تین ہفتے رہ کر ۲۲ر محرم کو آیا ہوں۔ بمبئی کے وابستگان سلسلہ رضویہ اور عوام برادران اہل سنت نے ظالم نجدیوں کے ظلم و تشدد کے خلاف

ہر طریقہ سے زبردست احتجاج کیا ہے، جو بہت کامیاب رہا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ دیگر صوبوں کے مسلمانوں کو بھی اس کے سدباب وتدارک کے لئے علمی قدم اٹھانا چاہئے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں کہ خدانخواستہ ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نازک موڑ پر بجائے اس کے کہ اہل سنت کے ہر طبقہ کے حساس لوگ متحدہ محاذ پر جمع ہو کر متفقہ طور پر مذہب ومسلک کے تحفظ، اور اس پر حملہ آور حریف طاقتوں کی مدافعت کے لئے ہر ممکن جدو جہد کریں، بعض شر پسند اور مسلک رضویت سے عملاً اختلاف رکھنے والے دنیا پرست واقتدار پسند عناصر تاج الشریعہ علامہ ازہری صاحب کی ذات پر، معاذ اللہ ملت فروشی، اور ناعاقبت اندیشی کا اتہام والزام لگانے میں سرگرم عمل ہیں، کیا کہا جائے۔ یقین نہیں آتا کہ محض چند روزہ جھوٹے اثر واقتدار کی خاطر رہنمایان قوم وملت، اور سربراہان جماعت کہلانے والے بھی اس قدر ذلیل قدم اٹھا سکتے ہیں۔

داروغۂ حشر وا نامۂ اعمال نہ پوچھ ☆ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری صاحب نے حکومت سعودیہ کے جبر و تشدد سے تپتے ہوئے خوفناک نرغے میں بھی، اپنے مذہب ومسلک کے اظہار کے لئے جو مجاہدانہ اور جرأت مندانہ انداز اختیار کیا ہے، اس سے ان کے بیباک و حق پرست آباواجداد خصوصا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔

ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احقاق حق وابطال باطل کے لئے جو قلمی جہاد فرمایا ہے، وہ تاریخ کے صفحات ہی نہیں بلکہ خوش عقیدہ فرزندان توحید ورسالت کے دلوں پر ہمیشہ نقش رہے گا۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت علامہ ازہری نے راہ حق میں تسلیم و رضا کا پیکر بن کر، اور ارباب عشق و وفا کے راستوں پر چل کر، اپنے عزم بلند و جذبۂ ایمانی سے ایک بار پھر ثابت کر دیا۔

شکوۂ دار و سن باعث رسوائی ہے☆ ہم نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے

جیسا کہ آج تک ہوتا آیا ہے، انشاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی مخالفین و موافقین دونوں ہی طریقوں کے افراد پر واضح ہو جائے گا علامہ ازہری نے روسیاہ، بزدل، اور بدنام زمانہ نجدیوں کے سامنے، جس عالمانہ جاہ و جلال کے ساتھ حقیقت پسندی اور حق گوئی کا مظاہرہ فرمایا ہے، اس کے ردعمل و نتیجے میں ان کی شخصیت پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں ہو جائے گی۔ اس سے ان کی قدر و عظمت کا پرچم سرنگوں نہیں، اور بھی بلند ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دین و ملت کے وفاداروں اور حق و صداقت کے پرستاروں کا نام و نشان گھٹتا نہیں، بلکہ روز بروز بڑھتا رہتا ہے۔ ادارۂ فیض الرسول حضرت علامہ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے، اور ان کی کامیابی و سربلندی کے لئے دعا گو ہے۔ دار العلوم فیض الرسول کے اساتذہ اور خانقاہ یار علویہ کے سجادہ نشین، اور صاحبزادگان آپ کو اور علامہ ازہری صاحب کو سلام و دعا کہتے ہیں۔

فقط والسلام

آستانہ رضویہ کا نیاز مند

نسیم بستوی

چیف ایڈیٹر فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۴۳، ۴۷ بابت فروری ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ)

احتجاجی میٹنگ:

۴ر ستمبر کو رات ۹ر بجے مدرسہ اصلاح المسلمین رائے پور (چھتیس گڑھ)

ہیں مسلمانوں کی ایک اہم میٹنگ جانشین محسن ملت حضرت مولانا محمد علی فاروقی مہتم مدرسہ کی صدارت میں ہوئی۔

جس میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کی گرفتاری پر غم وغصہ کا اظہار کیا گیا، اور حکومت سعودی عرب سے مطالبہ کیا گیا، کہ علامہ ازہری صاحب کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ اور حکومت ہند سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں مداخلت کرے، اور ہماری کاروائی سے عرب سفارت خانہ اور شاہ فہد کو آگاہ کرے۔

میٹنگ میں ایک میمورنڈم مولانا اکبر علی فاروقی چیئرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور نے مرکزی حکومت دہلی کو روانہ کیا۔ وزیر اعظم راجیو گاندھی کو بھی پوسٹ کیا گیا۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۶۷ بابت فروری ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ)

جانشین مفتی اعظم کی گرفتاری کی سزا:

از: محمد علیم الدین مصباحی، مدرس مدرسہ قادریہ مصباح العلوم جھرکی

کون نہیں جانتا ہے؟ صاحب ثروت پر مزید ایک فرض الٰہی عائد ہوتا ہے۔ جسے اللہ عزوجل نے یوں فرمایا ہے۔ من استطاع الیہ سبیلا ۔ بفضل خدا جل وعلا وطفیل حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا، جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری نے اس فرض الٰہی سے پہلے ہی سبکدوشی حاصل کرلی تھی۔ مگر اس گھر کی چہار دیواری کا نقشہ جس کی بنا سیدنا آدم صفی اللہ، اور تعمیر ابراہیم خلیل اللہ، اسماعیل ذبیح اللہ اور حبیب اللہ علیہم التحیۃ والثنا نے کی تھی، نگاہوں میں رقص کررہا تھا۔ اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دید نے انہیں بار بار آنے پر بے قرار کر رکھا تھا۔ علامہ موصوف بار بار آئے گئے۔ اعدائے مصطفےٰ غلام باوفا کو دیکھ کر ادھر ذلیل وخوار ہوئے، ۱۹۸۶ء میں جب دشمنان رسول نے ایک وفا کیش رسول کو روکنا چاہا۔ ریوالور کا سہارا لیا، غلط پروپیگنڈہ کیا۔ مسلک حنفی کو مذہب بریلوی قرار دیا۔

قاضی مکہ تک بیجا افواہ اڑایا۔ یہ نہ سمجھا۔ الحق یعلو و لا یعلیٰ وقتی طور پر تو ضرور زیارت در والا سے باز رکھا۔ دیگر اونچے پائجامے والے کو مسکرانے کا موقع ملا۔ وقتی طور پر خوب مسکرایا مگر ایک سال کی قلیل مدت میں حامد ومحمود جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایسا رُلایا کہ اشک ندامت جذب کرنے کے لیے دامن حیا بھی میسر نہ آیا۔ اور نہ آئے گا (انشاء المولیٰ تعالیٰ)

عطائے مصطفوی ونوری:

تم نے توریوالورتان کر علامہ کو روکا تھا مگر شہنشاہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ رفعت و بلندی عطا فرمائی کہ خود وقت کا بادشاہ، سلطان مملکت سعودیہ نے خصوصی ویزا دیکر علامہ ازہری کی، ضیافت کی اور قصیدے پڑھے۔ یہ سب قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیضان نظر اور صحبت نوری کی تاثیر کا اثر ہے۔ مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جس طرح بیگانے مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ کے دینی وعلمی کارنامے دیکھ کر ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، اسی طرح وہ مفتی اعظم سیدی مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولایت و قطبیت کے مداح بیکراں نظر آتے ہیں، تو کیا اب بھی انہیں شک ہے کہ ان کی صحبت ظاہری نے کمالات باطنی سے علامہ ازہری کو مالا مال نہیں فرمایا ہے۔ پھر ان کے ساتھ ایذا رسائی، سیاہ کاری، مکاری اور دغا بازی کس قدر قابل لعنت وملامت ہے، مولیٰ تعالیٰ ایسے دین وایمان کے لٹیروں سے ہر مسلمان کو حفظ وامان میں رکھے، اور ہر فرد مسلم کو حقانیت کا پرچم بلند کرنے کی توفیق بخشے، آمین (ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۱۴ بابت ستمبر ۱۹۸۷ء)

حکومت سعودیہ نے معافی مانگی

نجدی حکومت نے جانشین مفتی اعظم سے معافی مانگی

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مدیر سنی دنیا

عاشقان مصطفیٰ کو صدائے حق بلند کرنے سے، سنگی دیواریں روک سکی ہیں، نہ آہنی سلاخیں، انہوں نے زنجیروں کی جھنکار کے ساتھ، توحید و رسالت کے نغمے سُنائے ہیں۔اور سر دار پر ہنستے مُسکراتے کلمۂ حق کا اعلان کیا ہے۔اور سچ تو یہ ہے کہ جب کلمہ حق کا کہنا جُرم قرار دیا جاتا ہے، اس وقت بادۂ توحید و رسالت کے یہ متوالے، صدائے حق بلند کر کے ایک کارنامۂ عظیم انجام دیتے ہیں۔اور تاریخ کے صفحات میں رہتی دنیا تک اپنے نام کا جگمگاتا ہوا نقش چھوڑ جاتے ہیں۔

غلبۂ اسلام کی خاطر باطل سے نبرد آزمائی کرنے والے انہیں پرستاران توحید، عشاقِ مصطفیٰ، اور غلامان امام عالی مقام کی فہرست میں ایک امام وقت کے نام کا اور بھی اضافہ ہوگیا ہے۔اور وہ امام وقت اور اپنے زمانہ کا مفتی اعظم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا نبیرہ زادہ، اور کرہ ارضی کے سب سے بڑے مفتی مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نوری کا جانشین۔مجاہد اہل سنت تاج الاسلام حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری جس نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر عرب کی مقدس سرزمین پر عشقِ مصطفیٰ کا سرمدی نغمہ چھیڑا۔مسلک حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا اعلان کیا۔

جس کے نتیجے میں نجد کے مجنونوں نے مکہ کی معظم و مکرم سرزمین پر انہیں حراست میں لے لیا۔اسیر زلفِ مصطفیٰ بھلا قید و بند کی صعوبتوں سے کب گھبراتے ہیں۔ان کا تو عالم ہی عجیب ہوتا ہے۔یہ اول تو کوئے یار کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتے۔اور اگر کوئے یار سے انہیں نکالا جاتا ہے، تو یہ سوئے دار رواں دواں ہو جاتے ہیں۔

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری خوش نصیب ہیں کہ قربانی کے مہینہ (ماہ ذی الحجہ) میں انہیں مکہ کی مقدس سرزمین پر دین وسنیت کی خاطر قربانی کا شرف عطا ہوا۔ مدینے والے تاجدار کا یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے قربانی کے لیے چنا تو بریلی شریف ہی کی دھرتی سے اپنے عاشق صادق اور غلام بے دام، امام احمد رضا ہی کے خاندان کے ایک فرد کو چنا۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ☆ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

زائر حرمین شریفین، عالم اسلام کے عظیم روحانی اور مذہبی پیشوا، جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کو، عقیدے کے اختلاف کی بنا پر نجدی وہابی سعودی حکومت نے ۳۱/ اگست ۱۹۸۶ء کو مکہ معظمہ میں حراست میں لے لیا۔ وہابی حکومت کی اس ظالمانہ حرکت کی خبر ملتے ہی تمام عالم اسلام میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی، ہندوستانی مسلمانوں میں ایک اضطراب برپا ہو گیا۔ حضرت کی فوری رہائی کے لئے، لندن، پاکستان، اور دیگر بیرونی ممالک کے علاوہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں احتجاج کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

رضا اکیڈمی بمبئی اور سُنی جمیعت العلما ہند بمبئی نے جانشین مفتی اعظم کی فوری اور باعزت رہائی کے لیے حکومت ہند سے مطالبہ کیا۔ اور سعودی حکومت کو متنبہ کیا۔ انقلاب اخبار بمبئی سے حضرت کی گرفتاری کی خبر نکل کر ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی۔ ہندوستان کے اُردو، ہندی، گجراتی اور انگریزی اخبارات نے اس خبر کی اشاعت کے ساتھ ساتھ غم وغصہ کا اظہار بھی کیا، نجدی حکومت کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے عالم اسلام کے عظیم پیشوا، اور ہندوستان کے مفتی اعظم پر ہاتھ ڈالا۔ حضرت کی گرفتاری کا مسئلہ نہ صرف مسلمانان عالم اور مسلمانان ہند کا مسئلہ ہے، بلکہ یہ ہندوستان کے وقار وعظمت کا بھی مسئلہ ہے۔

جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری کے خادم خاص اور سابق

مدیر ''سنی دنیا'' عبدالنعیم عزیزی کو بمبئی سے فوری حضرت کی گرفتاری کی خبر مل چکی تھی۔اس المناک خبر کے ملتے ہی ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اور برادر جانشین مفتی اعظم مولانا منان رضا خاں منانی نے حکومتی اور سفارتی سطح پر حضرت کی فوری اور باعزت رہائی کے لئے کاروائی شروع کردی۔لندن، بمبئی، اور دہلی سے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی فون پر برابر رابطہ قائم کیے رہے۔

حضرت جانشین مفتی اعظم کی گرفتاری کی خبر اخبار ''امراُجالا'' میں عام ہوتے ہی بریلی شریف، گرد ونواح، اور پڑوسی اضلاع کے مسلمانوں میں ظالم نجدی وہابی سعودی حکومت کے خلاف نفرت وغصہ کی ایک شدید لہر دوڑ گئی۔جوق در جوق عقیدت مند تاج الشریعہ کے دولت کدہ پر آنے لگے۔اور یہ مطالبہ کرنے لگے۔دہلی چلو۔سعودی سفارت خانہ کا گھیراؤ کرو۔حکومت ہند سے حضرت کی فوری رہائی کا مطالبہ کرو۔

''جماعت ذاکرین رضائے مصطفےٰ'' کے ارکان خصوصاً ڈاکٹر نفیس احمد خاں، شبو خاں، مرزا طاہر بیگ، قاضی مشیر احمد، حافظ مسرت حسین، جعفر خاں وغیرہ نے آناً فاناً ایک جلوس کا انتظام کرلیا۔جامع مسجد بریلی میں نماز جمعہ سے قبل ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی ولولہ انگیز تقریر ہوئی۔بعد نماز جمعہ مولانا منان رضا خاں منانی میاں نے دُعا کی، اوراُن کی قیادت میں جامع مسجد سے ہزاروں مسلمانوں کا ایک جلوس ڈی۔ایم۔آفس جانے کے لئے اُٹھا۔مختلف محلوں اور بازاروں سے یہ عظیم الشان جلوس گزرتا ہوا کچہری پہنچا۔وہاں مولانا منان رضا خاں نے مختصر تقریر کے بعد ڈی۔ایم کو حضرت جانشین مفتی اعظم کی فوری رہائی کے سلسلے میں میمورنڈرم پیش کیا۔ڈی۔ایم بریلی نے حکومت اتر پردیش کو اپنی رپورٹ پیش کردی۔اور بتایا کہ فوری رہائی نہیں ہوئی تو ہر شہر وہر ضلع میں مریدین ومعتقدین سڑکوں پر اتر آئیں ہیں۔

بعدہٗ مولانا منان رضا خاں منانی میاں کی قیادت میں ایک وفد نے گورنر اتر پردیش سے لکھنؤ میں ملاقات کی۔ گورنر صاحب نے مرکزی حکومت کو فوری طور پر متوجہ کیا۔

حضرت کی گرفتاری کی خبر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے ملک کی مشہور تنظیموں، خانقاہوں، واداروں اور ملک کے مقتدر پیشوایان اہل سنت کو ٹیلیگرام، ٹیلیفون، اور خطوط کے ذریعہ دے دی تھی۔ ملک کے ہر گوشے کی عوام اہل سنت نے احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ ۷؍ ستمبر کو مصطفےٰ چوک جامع مسجد پر ایک احتجاجی جلسہ بھی ہوا۔ جس میں بریلی شہر کے علاوہ گردونواح کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ یہ عظیم الشان جلسہ خلیفہ و برادر زادۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوا۔ اس جلسے میں مولانا محمد ایوب عالم بنگالی مرحوم، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم، مولانا منان رضا خاں اور علامہ مفتی سید محمد عارف نانپاروی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام نے عوام سے خطاب کیا۔

ملک کی مختلف سنی تنظیموں کے ٹیلیگرام اور میمورنڈرم وزیر اعظم، وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، اور سعودی سفارت خانہ کے دفاتر کو پہنچنے لگے۔ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کا ٹیلیگرام ملتے ہی قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری اخبارات میں تاج الشریعہ کی گرفتاری اور احتجاجات کرنے کا بیان دے کر جمشید پور سے فوراً دہلی پہنچے۔ بریلی شریف سے روانہ کیے گئے نمائندہ جناب ظہور افسر رضوی مرحوم (نائب کمشنر انکم ٹیکس) بھی دہلی پہنچے۔ اور وہاں ان لوگوں نے پروفیسر سید جمال الدین اسلم مارہروی، حافظ زبیر احمد رضوی دہلوی، علامہ یسین اختر مصباحی اوراو کھلا، سلیم پور و جعفر آباد کے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ حکومتی اور سفارتی سطح پر کاروائی شروع کر دی۔ علامہ ارشد القادری نے سپریم کورٹ کے بیرسٹر مسٹر مہادیو شرن سنگھ ایڈوکیٹ، علامہ یسین اختر مصباحی (مہتمم دار القلم دہلی)

پروفیسر سید جمال الدین احمد مارہروی (استاذ جامعہ ملیہ دہلی) اور حافظ زبیر احمد رضوی کے ساتھ سعودی سفیر سے ملاقات کی۔ اور بہت سخت الفاظ میں علامہ کے ساتھ گئے وفد نے احتجاج کیا، اور برہمی وناراضگی ظاہر کی، اس پر سفیر نے بتایا کہ ۱۲ گھنٹے کے اندر تاج الشریعہ علامہ ازہری صاحب رہا کردیئے جائیں گے۔

بالآخر ۱۰ر ستمبر کو رات میں جب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مولانا منان رضا خاں اور دوسرے احباب، دہلی جاکر وزیراعظم و وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ سے مل کر رہائی کے سلسلہ میں گفت وشنید کرنے والے تھے۔ اسی وقت تقریبا ۱۲ بجے بمبئی سے جناب عبدالخالق حشمتی خزانچی سنی جمیعت العلما بمبئی نے فون پر اطلاع دی کہ حضرت ۱۱ر ستمبر کی صبح کو پہلی پرواز سے بمبئی آرہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ جب تک اگلے روز ہم لوگ حضرت کے بمبئی پہنچ جانے کی اطلاع نہ دے دیں اس خبر کو عام نہ کیا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حکومت سعودیہ دھوکہ میں رکھ کر احتجاجات کو ختم کرانا چاہتی ہے۔ بہرحال دہلی کا پروگرام ملتوی کردیا گیا۔

رات میں ۳ر بجے رضا اکیڈمی سے مولانا الحاج سعید نوری (بانی وجنرل سکریٹری رضا اکیڈمی) کا دوسرا فون موصول ہوا۔ کہ حضرت اب صبح دس ۱۰ر بجے کی پرواز سے آرہے ہیں۔ دن میں ۱۲ر بجے یہ اطلاع ملی کہ حضرت بمبئی تشریف لے آئے، اور استقبالیہ جلسے میں موجود ہیں۔ جب یہ خبر ملی تب جاکر اطمینان ہوا۔ اور لوگوں کو حضرت کی بمبئی آمد کی اطلاع دے دی گئی۔

شام کو خود حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی فون پر بات ہوئی، سبھی اہل خانہ کو اطمینان قلب حاصل ہوا۔ رضا اکیڈمی کے ذریعہ احتجاجی مظاہرہ کو اب استقبالیہ کی شکل دے دی گئی تھی، اس اجلاس میں شرکت کرنے کے بعد حضرت ۱۷ر ستمبر کو اپنے دولت کدے بریلی شریف پہنچے۔ بہرکیف حضرت باعزت وطن واپس لوٹے۔ نجدی حکومت نے ان

سے ایرپورٹ پر معافی مانگی۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے سبھی لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ:

ہاں یہ فقیر عبدالنعیم عزیزی ان تمامی لوگوں، سُنی اداروں، اور تنظیموں خصوصاً ارکان رضا اکیڈمی بمبئی۔ ارکان سنی جمعیۃ العلماء ہند بمبئی، اور بالخصوص الحاج سعید نوری اور ان کے رفقاء، اور جنہوں نے حضرت کی رہائی کے لیے کوئی بھی قدم اٹھایا ہو، ان تمامی لوگوں کا شکر گزار ہے۔ محترمہ بیگم عابدہ احمد صاحبہ ممبر پارلیمنٹ لوک سبھا بریلی نے اس سلسلے میں کافی کام کیا۔ بریلی شہر کے غیر مسلمین نے بھی حضرت کے دولت کدہ پر آکر ان کی گرفتاری کے سلسلے میں دُکھ کا اظہار کیا۔ اور اخبارات میں بھی اپنے دکھ اور روش (غصہ) کا اظہار کیا (ماہنامہ سنی دنیا ص ۴۹ بابت اکتوبر ۱۹۸۶ء)

اب حضرت مفتی اعظم ۷ ارستمبر ۱۹۸۶ء کو بریلی تشریف لا چکے ہیں:
ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی آگے لکھتے ہیں:

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری دہلی سے لیبیا کے سفر پر جاتے ہوئے حضور تاج الشریعہ علامہ ازہری کے نام ایک خط چھوڑ گئے ہیں، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ سفیر سعودی عرب بھارت کے سنی مسلمانوں سے اختلافی مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے علماء کو لے کر بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ لیبیا سے واپسی پر اس کام کو کرنا بہت ضروری ہے۔

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۴۹، ۵۰ بابت اکتوبر ۱۹۸۶ء)

امین ملت کی مبارکباد:

حضرت تاج الشریعہ کی وطن واپسی پر سعودی سفیر جناب فواد مفتی نے فون پر بات کی اور ایک ٹیلی گرام بھی بھیجا، جس میں مکہ شریف میں گرفتاری پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا اور عمرہ کرنے کے لیے پیش کش کی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ حضرت سے سفیر موصوف نے معافی مانگی۔ جس پر حضرت نے عمرہ کرنے کے لیے رضا مندی کا اظہار کیا، پھر چند دنوں کے بعد حضرت عمرہ شریف کرنے کے لیے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ پہنچے، جہاں پر حضرت نے حسب سابق اپنی تمام نمازیں علیحدہ ادا کیں، اور وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ اس پر حضرت کو علماء اور مشائخ نے مبارکبادی کے خطوط لکھے اور شاعروں نے نظمیں لکھیں۔ ذیل میں صرف امین ملت پروفیسر ڈاکٹر حضرت الحاج الشاہ سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا مکتوب درج کیا جارہا ہے۔

برادرم مولانا اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخبارات سے کوائف کا علم ہوا۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ آپ مع اہلیہ بخیریت آگئے، حج بیت اللہ اور حرم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے شرف یابی پر میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کریں۔ مولیٰ تعالیٰ نجدیوں کو بطش شدید میں گرفتار فرمائے۔ آمین بجاہ الطیب الامین و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین جملہ پرسان حال سے سلام اور دعائیں کہہ دیں۔

ڈاکٹر سید محمد امین مارہروی

۲۳ر ستمبر ۱۹۸۶ء

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۵۹ بابت فروری ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ)

طواف کعبہ کر کے حضرت اختر رضا آئے

از: ایم۔نسیم بریلوی

مبارک اہل سنت کو ہمارے پیشوا آئے
طواف کعبہ کر کے حضرت اختر رضا آئے

خوشا قسمت کہ گنج نور سے دل جگمگانے کو
سخاوت لے کے شاہِ دیں سے یہ اہل سخا آئے

حکومت نجدیوں کی ہے حرم پاک میں لیکن
مجدد اعلیٰ حضرت کا وہاں ڈنکا بجا آئے

نواسہ مفتی اعظم کا، پوتہ شاہِ حامد کا
چراغ اعلیٰ حضرت ہوں، عرب بھر کو بتا آئے

کسی نجدی کے آگے سر ہمارا جھک نہیں سکتا
یہ ارباب حکومت کو عمل کر کے دکھا آئے

در پاک نبی کی جالیاں چومیں عقیدت سے
حقیقی سنیت کی اس طرح چادر چڑھا آئے

نہ جانے کیا سمجھ کر آپ کو روکا حکومت نے
مگر دنیا نے دیکھا بن کے فاتح باخدا آئے

لٹائیں فیض کی دولت یہ جتنی کم نہیں ہوگی
وہ دولت اپنے سینہ میں لیے بے انتہا آئے

مرے ہمنام چل تجھ کو بھی اب آقا بلاتے ہیں
یہ مژدہ لے کے طیبہ سے نسیم جاں فزا آئے

حجاز میں شرعی و اسلامی حکومت قائم کی جائے

علامہ یسین اختر مصباحی

ترکوں سے ایک شدید وطویل آویزش اور شریف حسین سے خوف ناک جنگ کے بعد، درعیہ (نجد) کے آل سعود، سلطان عبد العزیز کی قیادت میں اہل حجاز کی مرضی کے خلاف، ۱۹۲۴ء میں مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ پر قابض ہو کر پورے علاقۂ نجد و حجاز کے حکمراں بن گئے۔ ۸۔ جنوری ۱۹۲۶ء کو سلطان عبد العزیز نے اپنی خاندانی حکومت و بادشاہی کا اعلان کر دیا، اور ۱۹۳۲ء میں علاقۂ نجد و حجاز کو "المملكة العربية السعودية" کا نام دیکر، نیز سعودیت کو جزو مملکت بنا کر آل سعود واہل خاندان نے سارے عالم اسلام کے احتجاج و مطالبہ کو، بے دردی کے ساتھ کچل ڈالا۔

اہل نجد کے غلو و تشدد کا ذکر کرتے ہوئے خلافت کمیٹی کے ارکان و قائدین کہتے ہیں۔ "ممکن ہے کہ سلطان عبد العزیز حقیقتاً اپنے دین میں اس قدر غلو کرنے والے اور تشدد کے خواہاں نہ ہوں جتنے کہ مشائخ نجد ہیں، لیکن ملک گیری کے لئے جو آلہ ان کے پاس ہے یعنی قوم نجد اس کو ایک صدی سے زیادہ سے یہی سکھایا گیا ہے کہ اس کے علاوہ سارے مسلمان مشرک ہیں" (رپورٹ خلافت کمیٹی)

مسلمانان عالم کو مشرک سمجھنے کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے "۳؍ مئی ۱۹۲۶ء کی ایک مجلس جس میں مصر، شام، فلسطین، سوڈان، جاوا، ہندوستان وغیرہ کے مشاہیر علما تھے۔ سلطان عبد العزیز کی تقریر سے اس مجلس کا آغاز ہوا۔ اور پھر تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولوی عبد الحلیم (جمیعت علما ہند) نے اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ رواداری کی ضرورت ظاہر کی۔ اور اس کی شکایت کی کہ بعض اہل نجد دوسرے مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات پر کافر و مشرک کہہ بیٹھتے ہیں۔ مولانا کفایت اللہ (جمیعت علمائے ہند) نے اس کی تائید میں تقریر کی۔

اس پر سلطان اور ابن ولی عہد قاضی القضاۃ نے مشتعل ہو کر اس کا جواب دیا۔ اور افسوس ہے کہ ہندوستان کے اہل حدیث حضرات نے شور وشغب برپا کیا۔ اسی اثناء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے کھڑے ہو کر اسلامی رواداری کے متعلق تقریر کی (رپورٹ خلافت کمیٹی)

خود مولانا اسعد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند کے والد مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، حجاز میں کئی سال قیام پذیر رہنے کے بعد پورے یقین واذعان اور مکمل تحقیق وتفتیش کے ساتھ، اہل نجد وآل سعود کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان کا عقیدہ ہے کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار کافر ومشرک ہیں، ان سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال وجائز، بلکہ واجب ہے"۔ (ص ۴۳۔ الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند)

ان کے عقائد کی ایک طویل فہرست دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ جملہ عقائد ان لوگوں پر بخوبی ظاہر وباہر ہیں، جنہوں نے دیار نجد کا سفر کیا ہو، یا حرمین شریفین میں رہ کر ان سے ملاقات کی ہو، یا کسی طرح ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو (ص ٦٦۔ الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند)

اور اکابر علما دیوبند مثلاً مولوی محمود حسن صدر المدرسین دار العلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند، مولوی اشرف علی تھانوی، مولانا محمد احمد بن مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولانا مسعود احمد بن مولوی رشید احمد گنگوہی، اور مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت علماء انہیں اہل نجد وشیوخ نجد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے۔"

(ص ۱۹۔ المہند علی المفند مرتبہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مطبع قاسمی دیوبند ۱۹۲۶ء)

مسلمان کو کافر ومشرک سمجھنے ہی کی وجہ سے یہ آل سعود واہل نجد مقامات حج میں بھی مسلمانوں کی بے دریغ خونریزی کیا کرتے تھے، خود ترکی مسلمان حدود

حرم میں داخل ہو کر بلکہ غلاف کعبہ پکڑ کر جان کی امان مانگا کرتے تھے، لیکن بلا جھجک انہیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ مصری مسلمانوں کے ساتھ پیش آیا ہوا یہ واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

محمل کا واقعہ جس میں اس محمل پر جو سلطان کی اجازت سے مصر سے آیا تھا؟ اور جس کے ساتھ بینڈ سلطان کے کہنے سے جدہ ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ صورت حال کو اور بھی نمایاں کر دیتا ہے۔ فوجی بگل پر نہ سلطان کو، نہ علمائے نجد کو کوئی اعتراض تھا۔ لیکن محمل کو صنم قرار دیا گیا۔ اور بگل کو مزامیر میں داخل سمجھا گیا۔ یہی نہیں بلکہ محمل اور مصری فوج اور اس کے افسروں پر منیٰ کے باہر پتھر برسائے گئے۔ حکومت سلطان کی جانب سے جو لوگ محمل کے ساتھ تھے، ان کے منع کرنے کی پروانہ کی گئی۔ اور سلطان کے بیٹوں اور خود ان کے باز رہنے سے نجدی باز نہ آئے، اور باوجود آیت کریمہ لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کا خون منخر منی کے پاس بہا۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی)

اہل نجد کی شدت اس جنونی حد تک تھی کہ "ہم کو معلوم ہوا کہ شہدا میں دو بنگالیوں کو سگریٹ پینے پر، نجدیوں نے اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے، اسی حالت میں وہ مکہ مکرمہ لائے گئے، اور حکومت ہند کی طرف سے جو اسپتال وہاں تھا اس میں ان بنگالیوں نے بیہوشی ہی کی حالت میں جان دیدی ہے۔

(رپورٹ خلافت کمیٹی)

یہ واقعی ان کی مغرورانہ حاکمیت کا آئینہ دار ہے۔ اور جب مولانا عبد الحلیم (رکن وفد جمعیۃ علما ہند) کو قاضی القضاۃ (عبداللہ بن ولی عہد) کے سامنے ایک کرسی رکھ کر بیٹھایا گیا، تو انہوں نے اسی درشتی ورعونت کے لہجے میں مولانا سے سوال کیا کہ عبادت کیا ہے؟ اس پر مولانا کفایت اللہ رئیس وفد جمعیۃ العلماء کو دخل دینا پڑا۔ مولانا نثار احمد جو جمعیۃ العلماء کے وفد کے رکن تھے مگر شریک وفد نہ ہو

سکے۔انہوں نے ہمیں اطلاع دی کہ "عین مسجد حرام میں ایک مباحثہ کے دوران شیخ عبداللہ بن ولی عہد نے ان کو پنکھا پھینک کر مارا"۔(رپورٹ خلافت کمیٹی)

تاریخی دستاویز سے یہ بات ثابت ہے کہ آل سعود اور آل شیخ کے درمیان، اپنی مخصوص تحریک کی نشر واشاعت کا، ایک بڑا اہم معاہدہ ہوا تھا۔چنانچہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اسی سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

محمد بن سعود کو شیخ محمد بن عبدالوہاب نے یہ لالچ دی کہ وہ اسے بلاد نجد کا حکمراں بنا دیگا۔یہ واقعہ ۱۷۶۰ء کا ہے۔اور محمد بن سعود کی شادی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی لڑکی سے ہوئی۔

(ص ۲۰۰۔التاج المکلل مطبوعہ بمبئی)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے ۱۹۰۹ء میں ممالک عربیہ کا سفر کیا تھا۔جس کے تفصیلی حالات ان کے رفیق سفر محمد عاصم نے مرتب کئے ہیں۔سعودی عرب کا ذکر کرتے ہوئے، وہ لکھتے ہیں۔"یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے بڑے دینی مناصب آل شیخ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کا خاندان) کے لئے مخصوص ہیں۔اور دوسرے لوگ صرف اسی صورت میں کسی دینی منصب پر مقرر کئے جاتے ہیں۔جب کہ آل شیخ میں کوئی آدمی موجود نہ ہو"۔(ص ۹۹۔سفر نامہ ارض قرآن)

اس طرح آل سعود و آل شیخ اب بھی، مشترکہ طور پر اسی معاہدہ کے تحت حکمراں ہیں۔اور وہ اپنی طاقت وقوت کے زعم میں ہمیشہ من مانی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جس کا ثبوت اس تحریر سے بھی ملتا ہے۔ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ محبت "تزاحیہ اور مؤتمر اسلامی کی کاروائی دونوں میں نمائندگان نجد کا رویہ جو حکومت نجد کے اعلی حکام اور نامزد ممبر تھے۔نہایت افسوسناک تھا۔جب کوئی ایسا اقتراح (تجویز) پیش کیا گیا، جس کو ان کی حکومت نہیں چاہتی تھی، تو انہوں نے خارج کرنے میں کسی ذریعہ کے استعمال کرنے میں،

چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز، کوئی عذر نہ کیا۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی)

عالم اسلام کا مطالبہ تھا کہ۔ ''مؤتمر (اسلامی) کا اجلاس ہر سال ہونا ضروری ہے۔ اس واسطے کہ جیسا کہ ہم شروع میں کہہ چکے ہیں، مسلمانوں کے تمام اجتماعی و مذہبی مشکلات اور خاص کر حجاز کے مسائل کے حل اور اتحاد عرب کا واحد ذریعہ مؤتمر (اسلامی) ہے'' (رپورٹ خلافت کمیٹی)

مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا، اور ایسا وہ کیوں ہونے دیتے کہ حجاز کے کسی بھی معاملے میں کوئی دخل دے؟ انہیں تو اپنی حکمرانی وشاہنشاہی سب سے عزیز تھی۔ عالم اسلام خوش ہو یا ناخوش، اس کی انہیں کیا پرواتھی؟

حالانکہ ۲۷؍مئی ۱۹۲۶ء کو خلافت کمیٹی و جمعیۃ العلماء ہند کے ارکان کی ابن سعود سے خصوصی ملاقات ہوئی۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی کفایت اللہ وغیرہم شریک ملاقات و گفتگو تھے۔ ان سب کی ترجمانی کرتے ہوئے ''مولانا محمد علی صاحب نے (ابن سعود سے) کہا کہ دو امور آپ کے ذہن نشین ہونے چاہئیں۔ ایک یہ کہ ہم مشرک نہیں۔ اور کتاب وسنت پر ہمارا بھی ایمان ہے، دوسرا یہ کہ حجاز تمام مسلمانوں کا ہے، اس لئے ہم یہاں اجنبی نہیں۔ اور حجاز کی خدمت کرنا ہمارا شعار ہوگا۔'' (رپورٹ خلافت کمیٹی)

اور خود سلطان عبدالعزیز نے خلافت کمیٹی کے نمائندوں کو بذریعہ تار ۲؍نومبر ۱۹۲۴ء کو مکہ مکرمہ پہنچنے کی دعوت دی۔ اور موتمر اسلامی کے لئے ۸؍ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ کو دعوت ابن سعود کے نام سے ایک دعوت نامہ جاری ہوا۔ جس کے دونکات سلطان عبدالعزیز ہی کی زبان میں یہ ہیں۔

(۱) الحجاز للحجازين من جهة الحكم وللحاكم الاسلامى من جهة الحقوق المقدسة التى له فى هذه البلاد ۔

(۲)سیحری الا استفاء الشام باختیار حاکم الحجاز تحت اشد مند و بی العالم الاسلام۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی)

ترجمہ: حکمرانی کے اعتبار سے حجاز اہل حجاز کا، اور یہاں جو مقدس حقوق حاصل ہیں، ان کے لحاظ سے سارے عالم اسلام کا ہے، حجاز کا حاکم منتخب کرنے کے لئے عالم اسلام کے نمائندوں کی نگرانی میں جنرل الیکشن ہوگا۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی یا ہماری شوئی قسمت ہی سمجھئے کہ ابن سعود کا یہ حتمی وعدہ، فریب محض اور وعدۂ فردا ہی ثابت ہوا۔ اوران کے جانشین آج بھی اپنے آباواجداد کے ہی نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

حاکم حجاز کا انتخاب کس طرح ہوا ہوگا، اور نجد (جس میں ریاض، ومام، اور ظہران وغیرہ واقع ہیں) کے آل سعود حجاز (جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، طائف اور جدہ وغیرہ واقع ہیں) پر کس طرح مسلط ہوئے ہوں گے۔ اس کا واضح اظہار اس اعلان سے ہوتا ہے۔ ''مرکزی خلافت (اپنے اجلاس ۱۹۲۶ء) افسوس کے ساتھ اس طرز عمل سے اپنا اختلاف ظاہر کرتی ہے، جو حکومت حجاز کی تعیین و اعلان کے لئے اختیار کیا گیا، کمیٹی کے نزدیک اس کا صحیح طریقہ وہی تھا جو خود سلطان موصوف نے اپنے بار بار کے اعلانات میں ظاہر کیا تھا۔ یعنی مجوزہ اسلامی مؤتمر منعقد ہو، اور وہ ساکنان حجاز کے مشورہ کے بعد حکومت حجاز کا فیصلہ کرے۔'' (رپورٹ خلافت کمیٹی)

''ہماری رائے ہے کہ حجاز میں کسی قسم کی بادشاہت نہ قائم ہو، حکومت کسی خاص خاندان کے ساتھ ہرگز وابستہ نہ ہو، حکومت میں وراثت کا کوئی تعلق نہ ہو، جمہوری ہو، اور صرف ساکنان حجاز کو ارکان حکومت بنایا جائے۔''

(رپورٹ خلافت کمیٹی)

نہ معلوم کس طرح ساکنانِ حجاز کے بجائے ساکنان نجد ارکان حکومت

بن گئے۔ اور آج ہندوستان کے متعدد دینی حلقوں سے وہ لوگ اسی شاہی حکومت کے ریالوں کی جھنکار میں، اپنے آبا و اجداد کی ان خدمات کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ جس کے خلاف ان کی طویل فکری و اخلاقی جنگ کے نقوش تاریخ کے سینے پر ثبت ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے صاف صاف یہ اعلان کر دیا تھا کہ "ہمارے نزدیک سلطان نجد کے وعدوں سے مسلمانان عالم کو نہ اطمینان ہو سکتا ہے، نہ ان کو اطمینان ہونا چاہیئے۔ یہ اطمینان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ حجاز میں ایک حجازی۔ جمہوری حکومت قائم ہو جائے۔ (رپورٹ کمیٹی)

"مملکت حجاز آج نجدی حکومت کے پنجہ سے آزاد نہیں، لیکن اس کی وطنی خواہش، قومی روش اور دونوں سے زیادہ اس کا مذہبی میلان صاف گواہی دے رہا ہے کہ وہ موجودہ بادشاہ حجاز سے ایک لمحہ کے لئے بھی وابستہ نہیں رہنا چاہتے۔ ہمیں ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن ہم نے سوائے چند کے کسی کو بھی جو نجدی عقائد کا نہ تھا موجودہ حکومت سے خوش نہ پایا۔ ان کی نگاہیں ہندوستان پر لگی ہوئی ہیں کہ جس طرح اہل ہند نے اپنی پوری اخلاقی قوت شریف حسین اور امیر علی کے خلاف صرف کر دی تھی، اسی طرح موجودہ طرز حکومت حجاز کے خلاف بھی وہ صرف کریں گے۔" (رپورٹ خلافت کمیٹی)

"مؤتمر خلافت کمیٹی کے سامنے پیش کردہ نجدی تجویز سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت حجاز کو، اہل حجاز کی رضا مندی پر مطلق بھروسہ نہیں، اور وہ اہل حجاز کو اسی طرح مرعوب و خائف رکھنا چاہتی ہے، جس طرح یورپ کی استعماری حکومتیں مشرقی محکوم قوم کو مرعوب و خائف رکھتی ہیں۔" (رپورٹ خلافت کمیٹی)

"حجاز میں جمہوریت نہ صرف عین قرین مصلحت اور اعلیٰ مقاصد اسلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری بلکہ عملاً ممکن ہے۔ اور انتظام حجاز کے لئے روشن خیال ایماندار، ذی اثر، اسلام، و وطن سے محبت کرنے والے، اور لالچ و ذاتی

اغراض سے بالاتر حجازی یقیناً اس تعداد میں ضرور مل سکتے ہیں، جتنے سلطان ابن سعود کو نجد و حجاز دونوں کے انتظام کے لئے نجد سے مل سکے۔" (رپورٹ خلافت کمیٹی)

تشکیل و تواتر کے ساتھ اتنے وقیع تاریخی حقائق پیش کرنے کے بعد اب ہم اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۳۸ تا ۴۲، بابت فروری ۱۹۸۸ء/۱۴۰۸ھ)

وہابیوں کو دنداں شکن جوابات

تعزیرات قلم: ڈاکٹر قاسمی کو دنداں شکن جواب

علامہ عبدالمنان کلیمی، شہر مفتی مرادآباد

حقائق ومعارف کے اجالے میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری مدظلہ العالی سے متعلق ڈاکٹر قاسمی کے مضمون کا صحیح پوسٹ مارٹم:

"اخبار نو" دہلی شمارہ ۲۴ جلد ۴ میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ مدظلہ العالی، کی سعودی حکومت میں گرفتاری سے متعلق ڈاکٹر محمد خالد قاسمی سنبھلی کا بغض وعناد، اور الزام وبہتان تراشی پر مشتمل ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس پر تقریباً ہر مکتبہ فکر کے سنجیدہ لوگوں نے رنج وتکلیف، اور اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ اس مضمون کا نہایت معلومات افزا مختصر اور جامع جواب محبّ مکرم فاضل جلیل علامہ یسین اختر مصباحی کے قلم حقیقت رقم سے اخبار نو مجریہ ۲۸ / نومبر تا ۴ / دسمبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ قارئین ضرور مطالعہ فرمائیں۔

ڈاکٹر قاسمی نے اپنے ماضی کی تاریخ کو فراموش کر کے حضرت علامہ اور جماعت اہل سنت پر نہایت شاطرانہ انداز سے بے بنیاد الزامات واتہامات کا ایک سلسلہ کھڑا کر دیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر قاسمی کے ہر الزام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، اور پوری تفصیل کے ساتھ دلائل وشواہد کی روشنی میں دندان شکن اور مسکت جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ابھی ابھی ہفت روزہ اخبار نو دہلی شمارہ ۲۴ / جلد ۴ تاریخ اجراء ۷ / تا ۱۳ / نومبر ۱۹۸۶ء میں بعنوان "مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی سعودی عرب میں گرفتاری ٹھیک تھی" ڈاکٹر محمد خالد قاسمی سنبھلی کا ایک مختصر مضمون نظر سے گزرا، یہ مضمون کیا ہے حضرت علامہ ازہری اور ان کے ہم مسلک علمائے اہل سنت پر بے سروپا الزام،

اور نہایت دل خراش بہتان کا ایک نا قابل ذکر سلسلہ ہے۔ ذیل میں بلا کسی الزام و بہتان تراشی، اور کسی ایک طبقہ پر کیچڑ اچھالے بغیر صرف حقائق و معارف کی روشنی میں چند سطور ڈاکٹر قاسمی صاحب کی خدمت میں نذر ہیں۔

قاسمی صاحب کے مضمون کا تنقیدی جائزہ لینے سے پہلے موصوف کی ایک حیرت ناک تضاد بیانی ملاحظہ فرمائیں۔ محترم قاسمی صاحب، علامہ ازہری صاحب کی گرفتاری کا تذکرہ یوں کرتے ہیں "گزشتہ دنوں اردو اخبارات میں یہ خبر موضوع بحث بنی ہوئی تھی" اس جملے سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ ازہری صاحب کی حراست پر غیر معمولی غم و غصہ کا اظہار کیا گیا، اور اہالیان ملک نے سعودی حکومت کی اس نازیبا حرکت کو غیر دانشمندی اور ظلم و جبر پر مبنی قرار دیا۔ اور اردو اخبارات والوں نے خصوصی مضامین اور اداریہ تحریر کر کے اپنی صحافتی اصول پسندی کا مکمل مظاہرہ کیا۔ ورنہ قاسمی صاحب کو یہ تحریر فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی، قاسمی صاحب کا یہ جملہ حقیقت پر دال ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیائے اردو کا ممتاز ترین ہفتہ وار "نئی دنیا" نے بھی سعودی حکومت کے اس سنگین اقدام پر صدائے احتجاج بلند کیا، اور خصوصی مضامین شائع کر کے دنیائے اسلام کو پیش آنے والے خطرات و مہلکات سے متنبہ و خبردار کیا۔ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت تھی، جس کو قاسمی صاحب بھی اپنے مضمون کے شروع میں قلمبند فرما گئے، لیکن اسی کے ساتھ قاسمی صاحب تجاہل عارفانہ اور مسلکی اختلاف کی بنیاد پر حقائق سے چشم پوشی فرماتے ہوئے چند سطور کے بعد رقمطراز ہیں "اس لئے آں جناب کی گرفتاری پر آپ کے چند عقیدت مندوں نے ہی احتجاج کیا، بقیہ جماعتوں نے اس کو کوئی قیمت نہیں دی"۔

اب قارئین کرام ہی فیصلہ فرمائیں کہ "کسی خبر کا اخبار و رسائل میں موضوع بحث بننا" اور "اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دینا"، ان دونوں جملوں میں کہاں تک یکسانیت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ قاسمی صاحب نے ایک مخصوص

نظریہ قائم کر کے یہ مضمون قلمبند فرمایا ہے۔ ورنہ وہ ایسی تضاد بیانی کا شکار ہوتے اور نہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد کا مصداق بنتے، اگر واقعۃً قاسمی صاحب حقیقت کی تلاش میں ہیں تو علامہ ازہری صاحب کی حراست سے متعلق ہفت روزہ نئی دنیا ۲۳/تا۲۹ ستمبر ۱۹۸۶ء کا خصوصی مضمون مطالعہ فرمالیں، چودہ طبق روشن ہو جائے گا اور یہ باور ہو جائے گا کہ، موصوف درخشندہ آفتاب پر دھول پھینکنے کا کام کر رہے ہیں۔

آگے چل کر قاسمی صاحب نجدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کو، جرم شدید بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں "اس باعث وہ ان مراحل سے دو چار ہوئے، اور ان کے عقیدت مندوں نے بلا سوچے سمجھے آسمان سر پر اٹھالیا" ہم مانتے ہیں کہ نجدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، قاسمی صاحب کے نزدیک عظیم جرم ہے۔ جب کہ ہمارے نزدیک بالکل صحیح، اور قرآن وحدیث اور ارشادات فقہا کے عین مطابق ہے، قاسمی صاحب کے نزدیک اس معاملہ کو صرف علامہ ازہری کے عقیدت مندوں نے بلا سوچے سمجھے آسمان پر اٹھالیا، بہ لفظ دیگر کوئی اہمیت نہ دی گئی، تو پھر اخبارات میں اس معاملہ کے موضوع بحث بننے کا کیا مطلب ہے، ہمارے خیال میں علامہ ازہری کی گرفتاری پر مسلمانوں کا رنج وغم اور بے چینی، اور بے قراری اور صدائے احتجاج ڈاکٹر قاسمی صاحب، اور ان کے ہمنواؤں کو دیکھی نہیں گئی، اس لئے نجدی حکومت کے عقیدت مندوں نے اپنے آقا و مولیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنی وفاداری کا اظہار فرماتے ہوئے بلا سوچے سمجھے آسمان سر پر اٹھالیا، اور اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کی طاقت صرف کردی۔

قاسمی صاحب اپنی تعجب خیزی کا یوں اظہار فرماتے ہیں "اگر واقعہ کے پس منظر پر انصاف کی نظر ڈالی جاتی تو یہ حقیقت سامنے آتی کہ مولانا کے ساتھ جو کچھ ہوا تعجب خیز نہیں ہے"۔

مجھے افسوس ہے کہ قاسمی صاحب نے حق ودیانت اور اصول صحافت کا

خون کرتے ہوئے علامہ ازہری صاحب پر الزام تراشی کا بہترین نمونہ تو پیش کر دیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ پس منظر کیا ہے۔ جس بنا پر علامہ کی حراست عمل میں آئی، مجھے بھی یقین ہے کہ بغیر کسی پس منظر کے موصوف کی گرفتاری نہیں ہوسکتی ہے۔ میرے خیال میں اس گرفتاری کا پس منظر ہند و پاک کا مسلکی اختلاف ہے، جس کی بنا پر قاسمی صاحب جیسے نجدی نظریہ کے حامیوں نے ریشہ دوانیوں سے کام لیا ہے۔ اگر علامہ ازہری صاحب نے اپنی طرف سے اس طرح کا کوئی اقدام کیا ہوتا، آپ نے نعرہ لگایا ہوتا، پمفلٹ شائع کیے ہوتے، اشتعال انگیز تقریر کی ہوتی، یا صدائے احتجاج فرمایا ہوتا۔ آخر یہ سب کچھ نہیں ہوا تو پھر وہ کیا پس منظر تھا جس کی بنیاد پر علامہ کی گرفتاری عمل میں آئی، قاسمی صاحب کی تحریر سے تو ایسا لگتا ہے کہ اس پس منظر کا سارا پلان منظم طور پر تیار کیا گیا تھا، اور اس کا مکمل علم قاسمی صاحب کو بھی تھا۔

آگے چل کر قاسمی صاحب اپنی چیرہ دستی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''ان کے عزائم کیا ہیں، اور وہ کس مقصد کے تحت سعودی عرب آتے جاتے ہیں'' اگر سوال مولانا اسعد مدنی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی، اور ان کے ہمنوا لوگوں سے کیا جاتا تو بہتر تھا، جو نجدی افکار و خیالات کی ترویج و اشاعت کے نام پر ہر سال نجدی حکومت سے کروڑوں ڈالر اور ریال حاصل کرتے ہیں، اور اسلامی نشر و اشاعت اور مدرسہ و مسجد کی تعمیر و توسیع کے حیلے سے دنیاوی عیش و عشرت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ اور نیچے سے اوپر تک اپنا اپنا فی صد طے کر کے نجدی حکومت کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ علامہ ازہری یا دیگر علمائے بریلی سے وہ پوچھنے کا کیا حق رکھتے ہیں، جو اپنی مساجد و خانقاہ اور بڑے سے بڑا دار العلوم صرف عوام کے باہمی تعاون سے چلاتے ہیں، نہ ان کو نجدی حکومت سے کچھ ملتا ہے، اور نہ اپنا ضمیر و مسلک بیچ کر اس طرح کا کوئی سودا کرنا چاہتے ہیں''۔ یہ جملہ قاسمی صاحب

کے دل کا چور ہے جو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ چونکہ موصوف کے نزدیک ایسے ضمیر فروشوں کی طویل فہرست ہے، جو اسی مقصد کے تحت سعودی حکومت آتے جاتے ہیں، اسی لیے حقائق جانے بغیر قاسمی صاحب نے علامہ ازہری کو بھی اس زمرے میں داخل کر دیا، اور اپنی طرح علامہ موصوف کو بھی سمجھتے ہوئے ایک ناروا جسارت کا ثبوت دیا۔

مجھے خوب معلوم ہے ہندوستان سے ہر سال بہت سارے وہابی طلبہ و مدرسین، تعلیم وتعلم کی خاطر مدینہ اور ریاض یونیورسٹی جاتے ہیں، اور جب واپس لوٹتے ہیں تو ان کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہوتا ہے۔ اسی پر بس نہیں دنیاوی درہم ودنانیر کے لئے جان بوجھ کر آخری امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ نجدی ریال جمع کرنے کا زریں اور حسین موقعہ مل جائے۔ اگر قاسمی صاحب نے ایسے لوگوں کے بارے میں یہ جملہ تحریر فرمایا ہوتا ''ان کے عزائم کیا ہیں اور وہ کس مقصد کے تحت سعودی عرب آتے جاتے ہیں'' تو زیادہ اچھا ہوتا، چہ جائیکہ حضرت علامہ ازہری صاحب کے بارے میں جن کی تابناک زندگی اس طرح کی تمام آلائشوں اور حکومت کی کاسہ لیسی سے پاک وصاف ہے۔ قاسمی صاحب جس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کا مکمل مالی نظام نجدی حکومت کا رہین منت ہے، حوالہ کے لئے روز نامہ ہندوستان ۲۷ر فروری ۱۹۷۷ء بمبئی ۷ ملاحظہ فرمائیں، جس میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔

''تبلیغی جماعت کو غیر ملکی مالی امداد قبول کرنے پر پابندی، ملک بھر میں ۱۰۶ جماعتوں، اور اداروں کی فہرست شائع'' اس کے بعد قاسمی صاحب اپنی دریدہ ذہنی کا ثبوت دیتے، علامہ موصوف اور ہندو پاک کے مسلم الثبوت مذہبی پیشوا حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مولوی اختر رضا خاں صاحب کے قبلہ مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب

بریلوی جو مفتی اعظم کے خود ساختہ لقب سے مشہور و معروف تھے۔فتوی دیا تھا کہ سعودی حکومت کے دور اقتدار میں فریضہ حج ساقط ہے، ادالازم نہیں ہے" اس خطرناک اور دل سوز جملہ سے متعلق کچھ تحریر کرنے سے پہلے قارئین کرام سے ہم پوچھیں گے کہ ڈاکٹر قاسمی صاحب دلائل بیان کریں؟ اور حقائق و معارف کی روشنی میں علامہ ازہری صاحب کی حراست کو حق بجانب ثابت کرنا چاہتے ہیں، یا اس کی آڑ میں علامہ ازہری صاحب سے کسی پرانی عداوت کا بدلہ چکانا چاہتے ہیں، یا یہ کوشش ہے کہ تحریر وصحافت کے معیار سے الگ ہو کر ردوقدح اور بحث ومناظرہ کا بازار گرم کریں، اور الزام تراشی، دشنام طرازی کے ذریعہ اپنی علمی بے بسی کا ثبوت فراہم کریں۔

مرجع علم وعلما اور فقہ و افتا میں انفرادی خصوصیات کی بنا ہند و پاک کے جملہ علمائے اہل سنت نے آپ کو "مفتی اعظم ہند" کے زریں لقب سے یاد کیا، اور مفتی اعظم ہند کی حیثیت سے آپ کے فتاویٰ کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا۔ قاسمی صاحب اگر آپ حضور مفتی اعظم ہند کی فقہی قوت پرواز اور فتوی نویسی کی امتیازی شان دیکھنا چاہتے ہیں، تو "فتاوی مصطفویہ" کا مطالعہ کریں، اور ہم موصوف کے علماء کے فتاوی کے ساتھ تقابل کریں، تو خود ہی آپ پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ "مفتی اعظم" کا لقب خود ساختہ ہے یا موصوف مکمل طور پر اس کے مستحق تھے۔کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔شاید آپ بھول گئے ایمر جنسی کا وہ ہلاکت خیز زمانہ، جس میں دار العلوم دیو بند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سارے مفتیان کرام نسبندی کے معاملہ میں قاری طیب صاحب محترمہ کے اشارہ ابرو پر شرکت کر رہے تھے۔اور قاری طیب صاحب اندرا گاندھی اور فخر الدین علی احمد کے ایما پر نس بندی کے جواز پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے تھے۔اس صبر آزما، اور سنگین دور میں بھی حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ

علیہ نے مفتی اعظم ہونے کا حق ادا کیا، اور نسبندی کے عدم جواز پر فتوی صادر فرما کر پورے ہندوستان کے سنی دارالافتاء کی لاج رکھی، اور حکومت ہند کے ہر چند جبر واصرار کے باوجود، آپ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو باقی رکھتے ہوئے یہی فرماتے رہے کہ "یہ فتوی میرا تحریر کردہ ہے، اور اب بھی میرا یہی فتوی ہے۔ اور فتوی بدلا نہیں جاتا ہے"۔

قاسمی صاحب کی ضیافت طبع کے لئے ایک اور واقعہ پیش خدمت کردوں۔ جنرل ایوب خاں صدر حکومت پاکستان کے دور اقتدار میں "رویت ہلال" کا فریضہ بذریعہ ہوائی جہاز انجام دیا جانے لگا تھا۔ جس کے نتیجے میں بآسانی ۲۹/ کا چاند نظر آجاتا تھا، اور اسی کے مطابق نماز عید کا اعلان ہوجایا کرتا تھا۔ رویت ہلال کے اس طرز عمل پر سارے علماء نے اپنی تصدیق وتائید فرمادی۔ لیکن جب یہ استفتاء بریلی شریف آیا تو آپ نے قرآن وحدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ یہ خلاف شرع ہے، اس طرح سے ہرگز رویت کا ثبوت نہ ہوگا، چاند دیکھنے کا حکم سطح زمین یا اس سے متصل سے ہے، چاند غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا ہے۔ اگر مزید بلندی سے چاند دیکھا جائے تو ۲۸/ کو چاند نظر آسکتا ہے، لہذا جب اس فتوی پر عملا تجربہ کیا گیا تو صحیح ثابت ہوا، اور اس دور کے سارے علمائے نے حضور مفتی اعظم ہند کے فتوی کے سامنے سر تسلیم خم کردیا، اور اپنے فتاوی سے رجوع فرمالیا، اور موصوف کو مفتی اعظم تسلیم کرکے اپنی روحانی مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا۔ اگر اب بھی قاسمی صاحب کو حضرت علامہ شاہ مصطفٰے رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے "مفتی اعظم ہند" ہونے میں شک وارتیاب ہو تو حضرت موصوف کی ایک گرانقدر تصنیف "الموت الاحمر" کا جواب مرحمت فرمادیں، یا اپنی جماعت کے کسی صاحب علم سے لکھوادیں۔ تاکہ آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوجائے کہ حضرت علامہ شاہ مصطفٰے رضا خاں بریلوی خودساختہ مفتی اعظم ہر

گز نہیں تھے۔

جہاں تک فریضہ حج کے التوا سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند کا فتویٰ ہے، وہ متعدد شرائط اور چند اہم فقہی اصول سے منضبط ہے، جن حالات میں حضور مفتی اعظم نے ''التواءِ حج'' کا فتوی صادر فرمایا ہے، وہ اپنی جگہ درست اور حکم فقہی کے عین مطابق ہے۔ راقم السطور یہ سمجھ رہا تھا کہ محترم قاسمی صاحب کچھ علم بھی رکھتے ہیں، لیکن التواءِ حج کے فتوی پر قاسمی صاحب کے اعتراضات نے، موصوف کی علمی بے بضاعتی اور فقہی بے بسی کا سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ یہاں التواءِ حج کی فقہی نوعیت یہ ہے کہ جب ابن سعود نجدی نے حرمین طیبین پر قبضہ کیا تو ان دنوں کی تاریخ سب کو معلوم ہے کہ اس نجدی درندے نے اپنے عقیدے کے مطابق لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے وہاں امن و امان مفقود تھا۔ اور حج کے شرائط میں سے ایک شرط ''راستے اور خود حرمین طیبین میں امن و امان بھی ہے'' تمام کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے، اور ظاہر ہے کہ جب راستہ غیر محفوظ ہو یا خود حرم پاک میں لٹیرے حاکم ہوں، تو استطاعت مفقود، لہذا حج کی فرضیت کا تحقق نہیں، یہی وہ داعیہ ہے جس بنا پر حضور مفتی اعظم ہند نے التواءِ حج کا فتویٰ صادر فرمایا۔

قاسمی صاحب کو التواءِ حج کے موضوع پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے اپنے دارالافتاء سے رجوع کر لینا چاہئے تھا، اور یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے تھی کہ یہ فتوی صرف حضور مفتی اعظم ہند ہی کا نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے بھی فقہائے کرام کا یہ فتوی تقریباً بیس سال تک قابل عمل رہا۔ حوالہ میں فتاوی شامی جلد دوم ص ۱۴۴ کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں حیث قال و قول الصفار لا اری الحج فرضا منذ عشرین سنه من بین خرجت القرامة لانه لا یتوصل الیه الا بار شائهم فتكون الطاعة سبب العصیه فیه نظر الی آخره.

التوائے حج سے متعلق مندرجہ بالاعبارت فتاوی شامی کی ہے، وہ فتاوی شامی جودارالافتاء کی جان اور فقہ حنفی کی عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے۔لیکن کیا کیجیے گا علمائے دیوبند کو جب علمائے حق نے اپنے دعوے کی تائید میں فتاویٰ شامی کی ایک عبارت پیش کی تو جی بھر کر علماء دیوبند نے اہل سنت پر جملے چست کیے ،اوراسی کی آڑ میں علامہ شامی کو بھی سب وشتم کا نشانہ بنایا، ذیل میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

''شامی کی اس عبارت کو رضا خانی بڑے فخر سے اپنے رسالوں میں نقل کرتے ہیں'' چند سطر بعد''مگران کو کیا معلوم کہ ابن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا، اوران (نجدیوں) کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھالی، براہواس دنیا پرستی اورسنہری سکون کا،جس کے عوض شامی نے نجدیوں کودل کھول کر بدنام کیا''۔(آئینہ صداقت ص۴۴)

اب قارئین کرام ہی فیصلہ فرمائیں کہ جب قاسمی صاحب کے اکابر علما کے نزدیک علامہ شامی جیسی عظیم المرتبت شخصیت پر دنیا پرستی، اور حکومت کے زیر اثر الزام قرار پاسکتے ہیں،توان کے برخوردار ڈاکٹر محمد خالد قاسمی سنبھلی کے نزدیک حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ خودساختہ مفتی اعظم ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے؟مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں کے فتاوی کا مذاق اڑانے والے، ڈاکٹر قاسمی صاحب کی خدمت عالیہ میں بصد ادب واحترام ہم یہ گزارش کریں گے کہ ہم اور آپ ایک دن بیٹھیں، اور نہایت سنجیدگی ومتانت کے ساتھ فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ مصطفویہ کا تنقیدی جائزہ لیں، اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے معیار پر کس کے فتاوی اترتے ہیں۔

ہاں اب دیکھنا یہ ہے کہ جن دنوں میں علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں نے التوا حج کا فتوی صادر فرمایا ہے، واقعی ان دنوں میں امن وامان مفقود تھا یا صرف

پروپیگنڈہ تھا، یا اور کوئی وجہ تھی۔اس امر کی وضاحت کے لئے علمائے دیوبند کی کتابوں سے مستند حوالہ جات آگے آئیں گے۔آگے چل کر قاسمی صاحب یوں گل افشانی فرماتے ہیں ''مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سعودی حکمرانوں کو خارجی مرتد، کافر جیسے خطاب سے نوازا تھا، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب سے بغض وعناد کی بنا پر انہیں وہابی کا لقب دیا، اور اسی باعث علمائے اہل حدیث اور علماء دیوبند کو'' وہابی'' قرار دے کر بازاری زبان میں کافر ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرماتے رہے ہیں۔''

قاسمی صاحب نے بیک قلم امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے متبعین پر کئی بے بنیاد الزامات عائد کر کے، نجدی حکومت کی بارگاہ میں خوشنودی و رضا مندی حاصل کرنے ، کا بہترین طریقہ اپنایا ہے، اور قارئین کرام پر یہ باور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ علامہ اختر رضا خاں ازہری اور ان کے جدامجد نے بلاوجہ نجدیوں کو کافر قرار دیا، اور بغض وعناد کی بنا پر ان کو وہابی کہہ کر جرم شنیع کا ارتکاب کیا ،اور ساتھ ہی قاسمی صاحب نے ''کتاب التوحید'' اور ''تقویۃ الایمان'' سے چند اقتباسات نقل فرما کر یہ تحریر فرمایا ہوتا کہ اسی بنا پر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سعودی حکمرانوں کو خارجی، مرتد، کافر، جیسے خطاب سے نوازا تھا، تو ساری قلعی کھل جاتی، اور قاسمی صاحب کا سارا راز طشت ازبام ہو کر رہ جاتا۔

سعودی حکمراں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار وخیالات اور ان کے طریقہ کار کے بارے میں اگر ہم کچھ کہتے ہیں تو ممکن ہے قاسمی صاحب دشمن کی بات کہہ کر نظر انداز کردیں۔آیئے قاسمی صاحب کے مسلم الثبوت مذہبی پیشوا کے حوالہ سے کچھ عرض کرنے کی جسارت کریں، تاکہ قاسمی صاحب اور ان کے ہم مشرب کے لیے مجال انکار نہ رہے۔

دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنی مشہور د

معروف کتاب ''الشہاب الثاقب'' کے ص ۵۰ پر فرماتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہوں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ خیالات باطلہ، اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا، اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال، اور حلال سمجھا گیا، ان ''اہل سنت'' کے قتل کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کے تکالیف شدید کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے، الحاصل وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔''

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی اس شہادت کی موجودگی میں قاسمی صاحب کا یہ تحریر فرمانا کہاں تک صحیح اور حق بجانب ہے کہ ''مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سعودی حکومت کو خارجی، مرتد، کافر جیسے خطاب سے نوازا تھا۔'' اگر قاسمی صاحب کے اندر شمہ برابر بھی صداقت اور اپنے مقتدر پیشوا سے عقیدت ومحبت، اور ان پر اعتقاد ہے، تو ''اخبارنو'' دہلی میں بیانگ دہل یہ اعلان کریں کہ سعودی حکمرانوں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں ہمارا وہی موقف ہے، جو امام احمد رضا خاں اور علامہ اختر رضا خاں ازہری کا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان کو ظالم، باغی، خونخوار، اور فاسق مانتے ہیں۔ اور علمائے اہل سنت خارجی، مرتد اور کافر جیسے خطاب سے نوازتے ہیں۔ جس دن قاسمی صاحب نے اپنے اس موقف کا علان کردیا، اسی دن اسی مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ سعودی حکمراں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ظالم، باغی، خونخوار، اور فاسق کے

ساتھ ساتھ خارجی، مرتد، اور کافر بھی ہے۔

اسی طرح کا فتویٰ مولوی انور شاہ کشمیری، علامہ سید احمد زینی وحلان مکی شافعی (متوفی ۱۳۰۴ھ) علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ) اور علامہ سلیمان بن عبدالوہاب (برادر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی) نے بھی دیا ہے۔ اب تو قاسمی صاحب کو یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے نجدیوں کو جس خطاب سے سرفراز فرمایا وہ صحیح ہے، اور قاسمی صاحب کا اس پر چراغ پا ہونا۔ اپنے اساطین جماعت سے بغاوت کرنا ہے۔

قاسمی صاحب نے اس پر بھی کافی واویلا مچایا ہے کہ بغض وعناد کی بنا پر شیخ محمد بن عبدالوہاب کو ''وہابی'' کا لقب دے دیا گیا، اور اسی باعث علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند کو بھی وہابی قرار دے دیا گیا۔ اب قارئین کرام ذیل کا اقتباس پڑھ کر خود ہی انصاف فرمائیں کہ امام احمد رضا بریلوی نے بغض وعناد کی بنا پر ان کو وہابی کہا ہے، یا یہ حضرات خود اپنے کو وہابی کہتے اور سمجھتے ہیں، اور اس لفظ پر اپنی بے پناہ مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔

مولوی منظور نعمانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

> اس کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا، اور خود ہم اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی ص ۱۹۱/۱۹۲)

قاسمی صاحب اگر بار خاطر نہ ہو تو ایک دوسرا حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مولوی محمد زکریا امیر تبلیغی جماعت نے ایک جگہ تحریر کیا:

> ''مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں، تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر، اور حضرت کے حجرہ کے درو

دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں (ایضاص ۱۹۳)

قاسمی صاحب! فاضل بریلوی نے علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند کو صرف وہابی تحریر فرمادیا، تو آپ نے فرط غیظ وغضب میں آکر علمائے اہل سنت کو نہ جانے کیا کچھ نہیں لکھ مارا۔ آپ کو صرف لفظ وہابی سے اختلاف تھا۔ اب آپ اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ آپ کی جماعت کے اکابر علما کو، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے ظالم، باغی، اور خونخوار لوگوں سے اس قدر عقیدت ومحبت ہے کہ ان کی وفاداری میں اپنے کو صرف وہابی کہنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر "بڑے سخت وہابی" اور "بڑا وہابی" کہنا اور کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ میرے خیال میں فاضل بریلوی نے صرف وہابی کا خطاب دیا تھا، اس لیے قاسمی صاحب جل بھن کر اپنا نزلہ علمائے بریلی پر اتارنے لگے۔ اگر بڑے سخت وہابی یا بڑا وہابی کہا جاتا تو شاید قاسمی صاحب کو یہ جملہ "شیخ محمد بن عبدالوہاب سے بغض وعناد کی بنا پر انہیں وہابی کا لقب دیا" تحریر فرمانے کی نوبت نہ آتی۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اب جب بھی آپ کو مخاطب کیا جائے گا تو انہیں القاب ومناقب سے کیا جائے گا تاکہ آپ کے لئے اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

قاسمی صاحب رقمطراز ہیں۔ "اس بات کا لحاظ تو خود مولوی اختر رضا خاں صاحب کو رکھنا چاہیئے تھا کہ وہ خارجی، کافر، اور مرتد حکومت کے دور اقتدار میں فریضہ حج ادا کریں" قاسمی صاحب کو تھوڑی بھی فقہی، معلومات ہوتیں تو وہ بچوں جیسی گفتگو فرما کر اشتعال انگیزی نہ فرماتے، التوائے حج کا تعلق راستہ اور حرم پاک کے اندر امن وامان نہ ہونے سے ہے۔ کسی بھی ظالم وجابر اور مرتد بادشاہ کا دور اقتدار ہو، لیکن اگر امن وامان ہے۔ تو التوائے حج کا حکم نہیں دیا جائے گا، چونکہ سعودی حکمراں اس وقت اپنے آپ کو خادم الحرمین اور امن وسلامتی کا داعی کہتے ہیں، اس لئے اس کے دور اقتدار میں حج بیت اللہ سے نہیں روکا جائے گا۔ ہاں اگر

امن وامان بالکل ختم ہو جائے تو یقیناً فقہائے کرام اس موضوع پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہونگے، اور وہی صورت اپنائی جائے گی جس کو علمائے متقدمین نے بیان فرما دیا ہے۔ قاسمی صاحب علامہ ازہری صاحب پر مصلحت پسندی اور خوف و بزدلی کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "مصلحت پسندی اور خوف و بزدلی اس پر اس حد تک غالب ہے، کہ وہ حق گوئی و بے باکی کے ساتھ یہ نہیں کہہ پائے کہ وہ سعودی حکمرانوں کو مرتد و کافر اور اماموں کو خارجی و بے دین سمجھتا ہے، اس لیے نماز ادا نہیں کرتا۔"

قاسمی صاحب! گزشتہ سطور میں آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ علامہ ازہری صاحب صرف حج بیت اللہ شریف کی ادائے گی کے لئے گئے تھے، کسی ہنگامہ آرائی اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ اپنی ساکھ بنانا، یا مضبوط کرنا، حضرت علامہ کا مقصد نہ تھا۔ وہ حتیٰ الامکان یہی چاہتے تھے کہ حج کی ادائیگی اور زیارت گنبد خضرا کے بعد وطن واپس ہو جائیں۔ وہ جانتے تھے کہ نجدی امام ہمارے نزدیک کافر و مرتد اور نا قابل امامت ہے، اگر ہم حرم پاک اور محلہ کی مسجد میں پہنچ کر نجدی امام کی اقتدا کرتے ہیں تو یہ مسلک حق سے بغاوت ہے، اور اگر وہاں پہونچ کر ان کی اقتدا نہیں کرتے ہیں تو اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لیے اعتدال کی صورت یہ ہے کہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر نماز ادا فرمائیں، اور بحث و مناظرہ سے گریز کریں تا کہ برسر اقتدار نجدی حکومت کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کا موقع نہ ملے۔ اس کو خوف و بزدلی سے تعبیر کرنا، احکام شرع سے ناواقفیت کی دلیل ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کے تین مراتب ہیں۔ ان تینوں مراتب سے دو مراتب کو بحسن خوبی علامہ ازہری صاحب نے انجام دے دیا۔

ہاں خوف و بزدلی کا حکم لگانا، اس وقت صحیح ہوتا جب آپ نے نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھی ہوتی۔ سی۔ آئی۔ ڈی کے استفسار پر اپنے آپ کو وہابی فرمایا

ہوتا۔اوراپنے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عدم تعلق کا اظہار کیا ہوتا۔نجدی حکومت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر گریہ وزاری کی ہوتی، اوراپنی غلطی کی معافی چاہی ہوتی، آخر قاسمی صاحب کے نزدیک وہ کونسی وجہ ہے، جس کی بنیاد پر علامہ ازہری کی مذہبی جرأت و بے باکی، اوردینی حق گوئی، وحق شعاری پر، پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے، اورخوف و بزدلی کا حکم صادر کیا جارہا ہے، قاسمی صاحب کان کھول کرسن لیجئے، حق گوئی و بے باکی اس خانوادہ کا مذہبی شعار ہے، جس نے تقریر وتحریر اوراپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ہماری حق گوئی اور اسلامی جرأت و بے باکی کو نہ تو برسر اقتدار ظالم و جابر حکومت روک سکتی ہے، اورنہ ہی دنیاوی حرص وطمع اس راہ میں حائل ہوسکتی ہے۔

قاسمی صاحب! آپ بھول گئے ایمر جنسی کا دردانگیز زمانہ جب نسبندی کے مسئلہ میں ہندوستان کا سارادارالافتاء خاموش یا خوف و بزدلی کا شکار ہو چکا تھا، لیکن بریلی شریف کا دارالافتاء سر چڑھ کر اپنی حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کررہا تھا۔

قاسمی صاحب! کی تضاد بیانی تو ملاحظہ فرمائیے۔علامہ ازہری کو خائف اور بزدل ثابت کرنے کے نشے میں رقمطراز ہیں۔"وہ حق گوئی و بے باکی کے ساتھ یہ نہیں کہہ پاتا" الخ۔ قاسمی صاحب چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں"بالفاظ دیگر موصوف نے وہابیوں کو کافر تسلیم کیا، کیونکہ موصوف کے بزرگوں کا مسلک بھی یہی ہے۔اوران کا بھی یہی۔ کیونکہ انہوں نے خود اقرار کیا کہ وہ دادا کے پیرو ہیں۔"

اب ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ جب علامہ ازہری صاحب نے بقول قاسمی صاحب"وہابیوں کو کافر تسلیم کیا، اور یہ بھی مان لیا کہ ہم دادا کے پیرو ہیں" تو اب کیا چیز مخفی رہ جاتی ہے، جس کو قاسمی صاحب خوف و بزدلی سے تعبیر کررہے ہیں۔اسی پر بس نہیں، قاسمی صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں"اس لیے ایمان داری

اور صاف گوئی کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولوی صاحب بانگ دہل یہ فرماتے کہ ہم ایک صدی سے تمہارے کفر کا پرچار کر رہے ہیں۔"

قاسمی صاحب! شاید صورت واقعہ سے واقف نہیں ہیں، اگر واقف ہیں تو تجاہل عارفانہ یا جان بوجھ کر اغماض سے کام لے رہے ہیں۔ ناظرین کرام کی معلومات کے لئے حضرت علامہ ازہری صاحب کے مطبوعہ بیان کا ہم خلاصہ پیش کر رہے ہیں، تا کہ قاسمی صاحب پر بخوبی واضح ہو جائے کہ علامہ موصوف نے خوف و بزدلی سے کام لیا ہے، یا بانگ دہل اپنی ایمان داری اور صاف گوئی کا مظاہرہ فرمایا ہے، یا قاسمی صاحب اظہار حقیقت میں خوف و بزدلی کا احساس کر رہے ہیں۔

> بہت سے لوگ ہیں، جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ محلّہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے، اور بہت سے لوگوں کے متعلق مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے، تو مجھ ہی سے کیونکر باز پرس کرتے ہیں۔"

علامہ ازہری کے اس مختصر اور امن و آشتی سے لبریز جواب کے بعد نجدی سی۔ آئی۔ ڈی کو مطمئن ہو کر خاموش ہو جانا چاہیے تھا، اور حضرت علامہ سے مزید کسی طرح کا کوئی تعرض نہ کر کے موصوف کو مراسم حج کی ادائے گی، اور زیارت مدینہ طیبہ کا موقع دینا چاہیے تھا۔ لیکن کیا کیجئے گا قاسمی صاحب اور ان کے ہمنوا بڑے وہابیوں کو، ان لوگوں نے ایک منظم پلان کے تحت علامہ ازہری کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کا عزم مصمم کر لیا تھا، جس کی بنا پر نجدی سی۔ آئی۔ ڈی نے سوالات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا، جس کے جواب میں علامہ نے فرمایا۔

"مجھ سے پھر بھی اصرار کیا گیا تو میں نے کہا کہ میرے مذہب اور آپ لوگوں کے مذہب میں اختلاف ہے" چند سطر بعد "میں نے وہابی اور سنی کا فرق مختصر

طور پر واضح کیا۔ میں نے کہا کہ وہابی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب، اور ان کی شفاعت، اور ان سے توسل، اور استمداد، اور انہیں پکارنے کے منکر ہیں۔ اور ان امور کو وہ شرک بتاتے ہیں۔ جب کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے" چند سطر بعد "مجھ سے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق پوچھا (چونکہ توسل کی بحث چل رہی تھی) میں نے اس کا جواب نہ دے کر یہ کہا کہ ہم میں اور وہابیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ہمیں توسل وغیرہ امور کی بنا پر کافر و مشرک کہتے ہیں، لیکن ہم ان کو محض اس (عدم توسل) کی بنا پر کافر و مشرک نہیں کہتے یعنی اس کی وجوہات اور ہیں"۔

قاسمی صاحب! اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں، علامہ ازہری صاحب کے کس جملے سے آپ کو خوف و بزدلی کا احساس ہوا۔ اور موصوف نے اپنے کسی بیان میں اپنے مسلک حق سے انحراف کیا، اور تقیہ بازی سے کام لیا۔ آپ نے خود اپنے مضمون میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ "علامہ ازہری نے بھی خود اقرار کیا کہ وہ دادا کے پیرو ہیں"، یعنی جس طرح ان کے دادا وہابیوں کو کافر، مرتد، خارجی، اور ظالم کہتے ہیں۔ علامہ ازہری بھی اس کے قائل ہیں۔ اب اگر آپ کے اندر ذرہ برابر حقانیت اور اپنے اکابر کی حق گوئی و بے باکی پر یقین ہے۔ تو مولانا اسعد مدنی سے یہ بیان دلوا دیجیے کہ میں اپنے باپ کا پیرو ہوں۔ جس طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی میرے باپ کے نزدیک ظالم، باغی، خونخوار، اور فاسق ہے۔ میں بھی اس کو ظالم، باغی، خونخوار، فاسق سمجھتا ہوں، اور ڈاکٹر محمد خالد قاسمی سنبھلی جیسے تمام دیوبندیوں کو بھی سمجھنا چاہیے۔

گزشتہ سطور سے یہ واضح ہو گیا کہ تمام علمائے اہل حدیث اور علمائے دیوبند عموماً وہابی اور مولانا منظور نعمانی اور مولانا زکریا بڑے سخت وہابی، اور بہت بڑے وہابی ہیں۔ قاسمی صاحب کی اپنی مذہبی معلومات کے لئے انہیں کی کتابوں سے یہ ثابت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ علمائے دیوبند وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کر

رہے ہیں، اور درہم و دنانیر اور سعودی ریال کی بنیاد پر، سارے سنی عوام کو وہابی بنا دینے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔اور جو وہابی ہوتے ہیں، بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں۔ذیل میں حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ: تھانوی صاحب، اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو، سب کی تنخواہ کردوں پھر خود ہی سب وہابی بن جائیں۔(افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۶۷)

حوالہ: تھانوی صاحب بدعتی کے معنی ہیں باادب باایمان، اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب بے ایمان۔(افاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۸۱ و جلد سوم ص ۱۲۶)

ان حوالہ جات کی روشنی میں اب قاسمی صاحب ہی کو فیصلہ کرنا ہے کہ ان کے اکابر وہابی ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں، تو بے ادب ہیں یا نہیں، اور وہابیت کے علم بردار سعودی ریال کی لالچ میں ہیں، یا خلوص وللّٰہیت کی بنا پر، چونکہ یہ قاسمی صاحب کے اندرون خانہ کی بات ہے، اس لیے اس کی وضاحت قاسمی صاحب ہی کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔قاسمی صاحب ہماری ان گزارشات کا جواب دیتے وقت اپنا مندرجہ ذیل جملہ بھی پیش نظر رکھنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب سے بغض وعناد کی بنا پر انہیں وہابی کا لقب دیا۔(اخبار نو دہلی ص ۲)

قاسمی صاحب نے علمائے اہل سنت پر یہ بھی الزام لگایا ہے" کہ یہ لوگ علمائے اہل حدیث، اور علمائے دیوبند کو وہابی قرار دیکر بازاری زبان میں کافر ہونے کا سرٹیفیکٹ عطا فرمارہے ہیں۔"

قاسمی صاحب یہ جملہ تحریر کرنے سے پہلے آپ نے اپنی خانہ تلاشی کرلی ہوتی تو یہ عقدہ کھل جاتا کہ آپ نے بازاری زبان کا استعمال فرمایا ہے، یا ہم نے۔ اگر آپ کلیجہ تھام کر بیٹھیں تو ہم آپ کے گھر کا کچھ نمونہ پیش خدمت کردیں۔

اختصار کے ساتھ، نہایت مصدقہ حوالہ جات کی روشنی میں علمائے دیوبند

کی بازاری زبان کے کچھ نمونے ذیل میں درج ہیں۔ یہ وہ بازارو زبان ہے جو علما اہل سنت و جماعت کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

چھ سو چالیس گالیاں۔ (مولانا حسین احمد ٹانڈوی۔ الشہاب الثاقب) کتے۔ (آئینہ صداقت ص ۳۳) کافر (جواہر القرآن ص ۷۳) بدعتی (تعلیم الاسلام حصہ ۴ ص ۱۸) غیر مسلم (افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۱۸۵) دجال (شہاب ثاقب) مشرک (بہشتی زیور جلد ۶ ص ۶۲) کمینہ۔ (چراغ سنت ص ۱۴۷) یہودی (تقویۃ الایمان ص ۷۹) کنجریوں سے تعلق (بریلوی مذہب ص ۱۸) جنگلی جانور (شریعت یا جہالت ص ۲۰۹) جیب بھرو پیٹ بھرو (شریعت یا جہالت ۳۳۸) علم سے کورے (شریعت یا جہالت ص ۳۹۲) شعیہ فتاوی اعلیٰ حضرت (ص ۵ ماہواری دیوبند سے بریلی تک۔ ص ۱۲) دریدہ ذہن (بریلی کا نیا دین ص ۳۴) مجدد البدعات (ابن الوقت کی خانہ تلاشی ص ۶۶) علمائے دیوبند کی کتابوں سے بازاری زبان کی وہ مختصر فہرست ہے جو سرسری طور پر مرتب کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات کو پڑھ کر اب ناظرین کرام ہی غیر جانبدار ہو کر فیصلہ فرمائیں کہ ہم نے بازاری زبان استعمال کی ہے، یا قاسمی صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے۔ ہاں جہاں تک اکابر وہابیہ کی تکفیر کا معاملہ ہے وہ ان کی کفری عبارتوں اور غیر اسلامی افکار و عقائد کی بنیاد پر ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اپنے وقت کے عظیم متبحر عالم اور مستند فقیہ و مفتی تھے۔ ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ جنھوں نے کفری عبارتیں تحریر کی ہیں، ان کی نشاندہی فرمائیں اور ان کفری عبارتوں پر شرعی حکم نافذ فرمائیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی مرتضیٰ در بھنگوی کو امام احمد رضا بریلوی کے فتاوی تکفیر سے اگر چہ اختلاف تھا۔ پھر بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تبحر علمی اور ان کے مقام و منصب کی ذمہ داری کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتابوں میں برملا یہ تحریر کیا ہے کہ " مولانا

احمد رضا خاں صاحب نے حب رسول کی بنا پر جو سمجھا ہے صحیح سمجھا ہے، اگر وہ تکفیر نہ کرتے تو خود کافر ہو جاتے" سبحان اللہ۔ اس کو کہتے ہیں حق سر چڑھ کر بولتا ہے۔ یہاں یہ بات نہایت قابل غور ہے، "کہ مولانا احمد رضا نے حب رسول کی بنا پر ان کی تکفیر کی، اگر یہ تکفیر نہ کرتے تو خود کافر ہو جاتے"۔ کاش ان اکابر وہابیہ نے حب رسول کے تقاضے سے ہی سہی، توبہ کر لیا ہوتا، آج سارا انتشار و اختلاف رفع ہو گیا ہوتا۔ اور آپس میں یہ عظیم خلیج واقع نہ ہوتی، قاسمی صاحب کے اطمینان قلب کے لیے مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی کی عبارات درج ہیں۔

"مولوی تھانوی، ممکن ہے ان (مولانا احمد رضا خاں) کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو" (اشرف السوانح حصہ اول ص ۱۲۹ مولانا در بھنگوی)

"اگر خاں صاحب (مولانا احمد رضا خاں) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبندی کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے"

(اشد العذاب ص ۱۳)

وہابیہ کی تکفیر پر قاسمی صاحب نے کافی واویلا مچایا، اور ان کی تکفیر کو بازاری زبان سے تعبیر کیا ہے، ہم قاسمی صاحب سے بصد ادب و احترام دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار و امصار کو مشرک کافر کہے، اور ان سے قتل و قتال اور اموال لوٹنے کو حلال و جائز بلکہ واجب جانے، اور شان نبوت و رسالت میں نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرے، اور اپنے کو ذات سرور کائنات کا مثل خیال کرے، وہ آپ کے نزدیک کافر ہے یا نہیں، اگر کافر ہے تو بلاشبہ وہابیہ بھی کافر ہیں، کیونکہ یہ ساری ہفوات وہابیہ کی ہیں، جن کو تفصیل کے ساتھ صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی مشہور ترین کتاب "الشہاب الثاقب" میں بیان کیا ہے۔ اب آپ علمائے بریلی پر بازاری

زبان استعمال کرنے کا فتویٰ صادر کرنے کے بجائے مولوی حسین احمد ٹانڈوی پر کریں، اور ان کی قبر کے پاس جا کر ماتم کریں، اور ان سے پوچھیں سرکار یہ سب آپ نے کیسے تحریر فرما دیا ہے۔

قاسمی صاحب نے اپنے مضمون میں علمائے اہل سنت کی جانب مخاطب ہوتے ہوئے تحریر فرمایا۔ ”وہابیوں اور دیوبندیوں کی تکفیر تو ہمارا مقصد حیات ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا آزاد، علامہ شبلی، شوکت علی، محمد علی، تحریک خاکسار، مومن کانفرنس، جمعیت احرار، جمعیت علما، علمائے دیوبند، علمائے ندوہ وغیرہ وغیرہ اسی ضمن میں آتے ہیں“۔

قاسمی صاحب نے اس عبارت سے یہ دعویٰ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین نے اپنے علاوہ سبھوں کی تکفیر کی ہے، اور کوئی بھی ان کے نشانہ تکفیر سے نہیں بچ سکا، آیئے ہم قاسمی صاحب کی خانہ تلاشی لیں اور یہ دیکھیں یہ سنگین الزام ہم پر عائد ہوتا ہے یا قاسمی صاحب پر، ذیل میں تفصیل وار حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں، اور یہ دیکھیں کہاں تک ہم اپنے دعوی میں سچے ہیں۔

جماعت اسلامی، علمائے دیوبند کی نظر میں:

پہلا حوالہ:

فرمایا مولوی حسین احمد سابق صدر دیوبند نے: ”اسلام کے نام پر بہت سی جماعتیں وجود میں آئیں، لیکن یہ جماعت جو جماعت اسلامی کے نام سے ہے، ان تمام جماعتوں سے بہت زیادہ خطرناک ہے“ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۹)

حوالہ دوم:

”روافض نے تو صرف چند صحابیوں کی توہین کی، اور اس جماعت

اسلامی نے تو تمام اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تنقیص وتوہین کردی، یہ کہتے ہیں صحابہ معیارِ حق نہیں"۔(ایضا)

جماعت اسلامی علمائے دیوبند کی نظر میں غیر ناجی "جہنمی" ہے۔

حوالہ سوم:

فرمایا مولوی حسین احمد نے: "حدیث میں جوامت کے بہتر فرقوں کی خبر آئی ہے، اور صرف ایک فرقہ کو ناجی اور دوسرے تمام فرقوں کو غیر ناجی فرمایا گیا ہے۔میں دلیل و براہین کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی بھی ان ہی غیر ناجی فرقوں میں سے ہے"۔(ایضا)

غیر مقلدین علمائے دیوبند کی نظر میں:

پہلا حوالہ:

ایک مرتبہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ "جو لوگ علمائے دین کی توہین، اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں قبر کے اندر ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے، بلکہ یہ فرمانا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے، غیر مقلدین چونکہ ائمہ دین کو برا کہتے ہیں، اس لئے ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنی مکروہ فرمائی"۔

(تذکرہ الرشید ص ۶۸۲ ج دوم)

غیر مقلدین کے بارے میں ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

"ان غیر مقلدین کی نیکی میں محبوبیت نہیں، کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔بے باک ہوتے ہیں، اور تقوی کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں، جس سے اک گونہ انقباض ہوتا ہے"۔(اشرف السوانح جلد اول ص ۱۲۴)

مولانا ابوالکلام آزاد علمائے دیوبند کی نظر میں:

حوالہ:

"وہ ابوالکلام آزاد اپنی نفسانی خواہشات کا متبع ہے، اور اسلام کے

سیدھے سادھے راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔اور اکابرین ملت کا سخت بے ادب ہے"۔(البیان مقدمہ مشکلات القرآن مصنفہ مولانا انور شاہ کشمیری ص۳۴)

سرسید احمد خاں علی گڑھی علمائے دیوبند کی نظر میں:

حوالہ:

"وہ سرسید بے دین، ملحد، یا جاہل گمراہ ہے، وہ خود گمراہ ہوا، اور اس نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے، اور اگر اس کا کفر والحاد زیادہ نہ ہوتا، تو ممکن تھا کہ لوگ اس پر مکمل ایمان لے آتے، پس دیکھ کہ اس ملحد بے وقوف کی بیوقوفی کہاں تک پہنچ گئی ہے"۔(ایضاص۳۳)

مولانا شبلی نعمانی علمائے دیوبند کی نظر میں:

حوالہ:

"بیشک وہ شبلی سرسید کے بارے میں از حد خوش اعتقادی رکھتا ہے۔پس یا تو یہ مداہنت فی الدین ہے، اور ان دونوں سرسید وشبلی کی روحیں علم ومقاصد میں یکجا ہیں۔اور ہم نے لوگوں کے سامنے شبلی کا یہ پول اس لیئے ظاہر کیا ہے کہ دین اسلام میں کسی کافر کے کفر سے چشم پوشی کرنا ہرگز جائز نہیں"۔(ایضاص۳۲)

(ماہنامہ سنی دنیا،ص۲۰تا۳۴بابت فروری ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ)

انکشافِ جُرم

از: محقق عصر حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی محدث رام پوری

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے ہیں نہیں
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

عزیزان ملت اسلامیہ: ہفت روزہ ''اخبارِ نو'' دہلی ۷ر تا ۱۳ر نومبر ۱۹۸۶ء کے شمارہ ۲۴ جلد ۴ کے ص ۲ پر ڈاکٹر خالد قاسمی سنبھلی کا ایک تنقیدی مضمون بعنوان ''مولانا اختر رضا خاں بریلوی کی سعودی عرب میں گرفتاری ٹھیک تھی'' نظر سے گزرا۔ ڈاکٹر محمد خالد قاسمی سنبھلی نے اس مضمون میں اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے بے جا تنقید، اور الزام تراشیوں سے کام لیا ہے۔ ڈاکٹر محمد خالد قاسمی کی اس بے زاری کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۲۹۰ھ میں جب مولوی قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) نے ''تحذیر الناس'' نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہ لحاظ زمانہ آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے اور صراحت کی کہ آپ بہ لحاظ زمانہ نہیں، بلکہ بہ لحاظ مرتبہ خاتم النبیین ہیں، اگر آپ کے بعد بھی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) نے ۱۳۰۸ھ میں ایک سوال کے جواب میں ''فتویٰ'' صادر کر کے مسلمانوں کو یہ ذہن دینا شروع کیا کہ جو شخص یہ کہے کہ خدا جھوٹ بولا، خدا جھوٹا ہے (معاذ اللہ) وہ سنی مسلمان ہے، اس کو کوئی سخت بات نہ کہنی چاہیئے۔ (معاذ اللہ)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۵ھ) نے ۱۳۰۴ھ میں ''براہین قاطعہ'' لکھ کر مسلمانوں کو یہ بتانا شروع کیا کہ، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ شیطان کے علم کی وسعت تو قرآن سے ثابت

ہے، فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کون سی نص قطعی ہے۔ (معاذ اللہ)

مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) نے ۱۳۱۹ھ میں ''حفظ الایمان'' لکھ کر مسلمانوں کو یہ سبق دینا شروع کیا کہ کل غیب تو اللہ تعالیٰ کو ہے، رہے بعض علوم غیبیہ تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید، عمر، بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے (معاذ اللہ) تو تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مذکورہ بالا علما سے براہ راست مراسلت کی، قابل اعتراض کفری عبارات پر بار بار متنبہ کیا۔ لگ بھگ تیس سال تک یہ مسئلہ چلتا رہا۔ فاضل بریلوی جد و جہد کرتے رہے کہ اس دینی اور شرعی مسئلہ کا حل بیٹھ کر تلاش کرلیا جائے، اور مفاہمت کی راہ نکالی جائے، مگر حیف وصد حیف کہ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنامیوں نے خلوص و ہمدردی کے جواب میں، خلوص کے بجائے مناظرانہ داؤ پیچ کے لیے تحریر کی راہ اختیار کی، اور بالمشافہ گفتگو سے گریز کرتے رہے۔ اس دوران میں علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے درمیان متعدد مناظرے ہوئے۔ جانبین سے سیکڑوں کتابیں ان کفریات کے باعث لکھی گئیں لیکن اللہ اور رسول کے یہ دشنامی اپنی جگہ اٹل رہے، اور کفریات لکھنے اور شائع کرنے والے علما میں سے کوئی ایک بھی عمر بھر میدانِ مناظرہ میں آنے، اور اپنی خرافات کی توجیہ و تاویل پیش کرنے کی جرأت نہیں کرسکا، اور نہ ان کفری عبارات کو بدل کر اسلامی بنانے پر آمادہ ہوا۔ اگر یہ علما فاضل بریلوی سے اس دینی مسئلے میں تعاون کرتے تو آپس میں تصفیہ ہو جاتا، اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق کی خلیج ہرگز پیدا نہیں ہوتی، مگر ان علما نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی صلح جویانہ جد و جہد کا ذرا بھی پاس نہ کیا۔ بار بار انتباہ کے باوجود یہ لوگ اپنی بات پر اٹل رہے، توبہ و استغفار تو بڑی بات، ان ایمان سوز عبارات کی اشاعت تک بند نہیں

کی۔تب امام احمد رضا فاضل بریلوی نے شریعت اسلامیہ کے ایک ذمے دار کی حیثیت سے تقریباً تیس سال کی طویل مدت کے بعد مجبوراً "المعتمد المستند" کے اندر ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔امام احمد رضا شان تجدید لے کر پیدا ہوئے تھے۔ان کے ہاتھوں اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت و وحدت کا تحفظ مقدر تھا، لہذا حالات نے نئی کروٹ لی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اپنے فیصلے کی تصدیق وتوثیق کے لیے اس سرزمین کا انتخاب کرنا پڑا، جس کے تقدس کی گواہی قرآن و حدیث نے دی ہے۔۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حرمین طیبین جا کر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مذکورہ بالا چاروں علما کی قابل اعتراض عبارتوں کو اجلۂ روزگار کی خدمت میں پیش کیا، جن کے شرعی احکام علمائے اسلام کی عدالتِ عالیہ میں چلینج نہیں کیے جاسکتے تھے۔

امام احمد رضا نے پوری شرح وبسط کے ساتھ ان تمام کتابوں کو علمائے مکہ مدینہ کے حضور پیش کیا، اور انہیں کئی ماہ تک ان عبارات کو سمجھنے، اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا موقع دیا، ہفتہ دو ہفتہ یا بیس پچیس دن کی مدت نہیں، پورے چار ماہ حرمین طیبین میں امام احمد رضا کا قیام رہا۔آخر کار اکابرین اسلام نے، امام احمد رضا کے شرعی فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کر کے، گستاخ رسول (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کفر وارتداد پر آخری کیل ٹھونک دی، جن میں سے مکہ معظمہ کے بیس اور مدینہ منورہ کے تیرہ علما وفقہا شامل تھے، ان قدسی صفات حضرات نے الجواب صحیح پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ یہاں تک تحریر فرمایا کہ اب حجتِ شرعیہ قائم ہو جانے کے بعد اطلاع شرعی کے باوجود (یعنی جوان کی عبارات کفریہ، قطعیہ، متعینہ، متبینہ، کلام، تکلم، متکلم کا علم قطعی یقینی رکھتے ہوئے) ان چاروں کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے "من شك فى كفره و عذابه فقد

کـفـر "(جسے تفصیل درکار ہو وہ حسام الحرمین کا مطالعہ کرے)۔بس پھر کیا تھا، مخالف کیمپ میں آگ سی لگ گئی، اور امام احمد رضا کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی گئی۔قاسمی صاحب بھی اسی آگ میں جلتے نظر آتے ہیں۔

قاسمی صاحب! کاش آپ تعصب و تنگ نظری سے دور رہ کر فراخ دلی، اور اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا کے موقف کا تجزیہ کرتے، اور اساطین دیوبند سے اختلاف کی بے لاگ چھان بین کرتے، تو نہ صرف غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا بلکہ آج اس اتہام دافترا اور الزام تراشیوں سے باز رہتے۔

قاسمی صاحب! آپ لکھتے ہیں کہ "مولوی اختر رضا صاحب کا جرم یہ تھا کہ وہ امام حرم شریف کی اقتدا میں نہ تو خود نماز ادا کرنا چاہتے تھے، اور نہ دوسروں کو نماز ادا کرتے دیکھنا چاہتے تھے۔"

قاسمی صاحب! سعودی حکومت کے ذمہ داران تو آج تک جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری پر فرد جرم عائد نہیں کر سکے۔علامہ ازہری صاحب سعودی پولیس، اور سی آئی ڈی سے آخر تک یہ پوچھتے رہے کہ آخر میرا جرم کیا ہے، مجھے کیوں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں، کیوں جیل میں ڈالا گیا، میں نے کون سا گناہ کیا ہے، مجھے بتایا جائے، اور وہ یہی کہتے رہے کہ "آپ کا معاملہ اہمیت نہیں رکھتا"۔

قاسمی صاحب! آپ کس بنیاد پر علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کا جرم بیان کر رہے ہیں۔کیا سعودی حکومت نے علامہ ازہری پر فرد جرم عائد کرنے کے لیے آپ کو اپنا وکیل مقرر کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا نجدی امام حرم کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی سزا دست درازی، پولیس، ہتھکڑی، جیل، اور ملک بدری ہے؟

قاسمی صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ "اگر واقعہ کے پس منظر پر

انصاف کی نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تعجب خیز نہیں۔"

قاسمی صاحب! واقعہ کے پس منظر پر نظر ڈالنے کے بعد ہی آپ علامہ نے، وہابی مذہب کے بانی "شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کو کم علم، کم فہم، حکمِ کفر لگانے میں بے باک، ظالم، خوں خوار، باغی، اور فاسق" تک لکھا ہے۔ اور عقائد نجدیہ وہابیہ کے رد میں تقریراً و تحریراً بڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے، چنانچہ

(۱) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی (۱۸۵۲ء/۱۹۲۷ء) لکھتے ہیں:

> ان کا (محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے متبعین کا) عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں، اور جو اُن کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔

(المہند علی المفند مطبوعہ کراچی ص ۲۲)

نوٹ: اس کتاب پر شیخ دیوبند مولوی محمود حسن (۱۸۵۱ء/۱۹۲۰ء) حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ء/۱۹۴۳ء) مفتی کفایت اللہ دہلوی (۱۸۷۵ء/۱۹۵۳ء) جیسے اکابر دیوبند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔

(۲) مولوی انور شاہ کشمیری (۱۸۷۵ء/۱۹۳۴ء) سابق شیخ الحدیث دیوبند لکھتے ہیں کہ:

> امام محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه كان رجلا بليدا قليل العلم يتسارع الى الحكم بالكفر۔ یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم، اور کم فہم انسان تھا، اس لیے کفر کا حکم لگانے میں اسے باک نہ تھا۔

(فیض الباری مطبوعہ دیوبند ۱۹۸۰ء ص ۱۷۰، جلد اول)

(۳) مولوی حسین احمد مدنی (۱۸۷۹ء/۱۹۵۷ء) صدر المدرسین دار العلوم دیوبند رقم طراز ہیں:

(الف) محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں، اوران سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کوان سے چھین لینا، حلال اور جائز، بلکہ واجب ہے۔

(الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ص۴۳)

(ب) زیارت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضوری آستانۂ شریفہ، و ملاحظہ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے۔ (ایضا ص۴۵)

(ج) شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں۔ (ایضا)

(د) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوۃ وسلام، درود برخیر الانام، اور قرأت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ، وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے، اوراس کے استعمال کرنے، ورد بنانے کوسخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں (ایضاص٦٦)

(ر) الحاصل وہ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) ایک ظالم، باغی، خوں خوار فاسق شخص تھا۔ (ایضاص۴۲)

علمائے اہل حدیث کوسعودی حکومت کیوں نہیں ملک بدری کا حکم دیتی، جب کہ اُن کے اکابر نے بھی بار بار اپنی کتب میں عقائد نجدیہ وہابیہ کی سخت تردید

کی ہے، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین کی حماقتوں کو بیان کیا ہے۔
چنانچہ:

(الف) نواب محمد صدیق حسن خاں ''ترجمان وہابیہ'' مطبوعہ لاہور ۱۳۱۲ھ ص ا، پر لکھتے ہیں کہ جو کتاب میں (صدیق حسن خاں) نے ۱۲۹۲ھ میں لکھی ہے، اور اس کا نام ''ہدایت السائل'' ہے، اس کے ص ۱۱۹ میں وہابیہ کے حال میں لکھا ہے کہ ''ان کی کیفیت کچھ نہ پوچھو۔ سراسر نادانی وحماقت میں گرفتار ہیں۔''

پھر آگے چل کر نواب صدیق حسن خاں ''ترجمان وہابیہ'' میں وہابی مذہب کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(ب) مسلمانان ہند میں کوئی مسلمان وہابی مذہب نہیں ہے، اس لیے کہ جو کاروائی ان لوگوں نے ملک عرب میں عموماً، اور مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کی، اور جو تکلیف ان کے ہاتھوں سے ساکنانِ حجاز وحرمین شریفین کو پہنچی، وہ معاملہ کسی مسلمانِ ہند وغیرہ نے ساتھ اہل مکہ ومدینہ کے نہیں کیا، اور اس طرح کی جرأت کسی شخص سے نہیں ہوسکتی۔ (ایضاص ۱۴۰)

۲۔ مشہور ہے کہ اہل حدیث مذہب کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہوا ہے، مگر حاشاوکلا ہمیں اس سے کوئی نسبت نہیں۔ آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ اہل حدیث نے کبھی بھولے سے بھی ابن عبدالوہاب نجدی کے اقوال کو پیش کیا ہو، اور کہا ہو ھذا قول امامنا عبد الوهاب و به ناخذ (یہ قول ہمارے امام عبد الوہاب کا ہے)

(مولوی ثناء اللہ امرتسری ''اہل حدیث کا مذہب'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۰۸، ۱۰۹)

۳۔ نواب صدیق حسن خاں (۱۲۴۸ھ/۱۳۰۷ھ) اور مولوی ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) نے طائفہ نجدیہ وہابیہ سے نہ صرف بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کیا ہے، بلکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شخصیت اور تعلیمات کو لائق اعتنا بھی

نہیں سمجھا، اور ایک لحاظ سے اسے مسترد کر دیا ہے، چنانچہ انہوں نے حکومت انگلشیہ سے پورے شد و مد کے ساتھ التجا کی تھی کہ بجائے فرقۂ وہابیہ کے ان کو اہل حدیث لکھا جائے۔

''پس بموجب چھٹی گورنمنٹ انڈیا بنام پنجاب گورنمنٹ نمبر ۱۷۵۸ / مورخہ ۳ / دسمبر ۱۸۸۹ء سرکاری دفتروں میں انہیں وہابی فرقہ کے بجائے ''اہل حدیث'' لکھنے کا حکم جاری کیا گیا، اور وہابی لکھنے کی قانوناً ممانعت کر دی گئی''۔

(اہل حدیث کا مذہب ص ۱۱۱ واتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء اشاعت دوم ص ۹۱)

مودودی علما کے خلاف سعودی پولیس کیوں حرکت میں نہیں آتی، جب کہ بانی مودودیت نے نہ صرف اظہار بیزاری کیا، بلکہ سعودی دور حکومت کو دور جاہلیت، سعودی حکمرانوں کو نالائق حکمراں، اور منتظم حرمِ کعبہ کو ''مہنت'' تک لکھا ہے۔ چنانچہ مودودی جماعت کے بانی ''مولوی ابوالعلیٰ'' مودودی حج کے انتظامات اور دیگر رسوم کی ادائیگی میں حکومت نجدیہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے اپنی کتاب ''خطبات'' مطبوعہ دفتر ترجمان القرآن جمال پور پٹھان کوٹ اشاعت چہارم ۱۳۵۹ھ کے ص ۲۰۵ پر لکھتے ہیں کہ:

> حج کے پورے فائدے حاصل ہونے کے لیے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا، کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دنیا کے جسم میں صالح خون دوڑاتا رہتا، کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خدادادقاصدوں کے واسطے سے دُنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا، اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا، اور

ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دین داری کا تازہ سبق لے کر پلٹتے، مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں، مدت ہائے دراز سے عرب میں جہالت پرورش پا رہی ہے۔ نالائق حکمراں اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کے بجائے صدیوں سے پیہم گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اور انہوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدن ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سر زمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا، آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے، نہ اسلامی اخلاق ہیں، نہ اسلامی زندگی ہے، لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لیے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں، مگر اس علاقے میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی، دنیا پرستی، بداخلاقی، بدانتظامی، اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے، تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے، حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کے بجائے الٹا کھو آتے ہیں، وہیں پرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانے میں کعبہ پر مسلط ہو گئی تھی، اور جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آ کر ختم کیا تھا، اب پھر تازہ ہو گئی ہے، حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں، خدا کا گھر ان کے لیے

جائداد بن گیا ہے، اوراس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ امی سمجھتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ بعض ''معلوم مصالح'' کے پیش نظر مودودی صاحب کے پرستاروں نے نئے ایڈیشن میں ''نالائق حکمراں'' کالفظ حذف کردیا ہے۔

قاسمی صاحب! عدل وانصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ سعودی حکومت حج کے مبارک ومقدس موقع پر عالم اسلام کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے زائرین کا جائزہ لیتی، اپنی سی۔آئی۔ڈی سے یہ رپورٹ طلب کرتی؟ کہ امسال کتنے حجاج ایسے آئے ہیں کہ جو ہمارے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدے کے مخالف ہیں، جن کے اکابر نے ہمارے شیخ کا تقریراً وتحریراً ردِ بلیغ کیا ہے۔ پھر اس رپورٹ پر غور وفکر کے بعد نہ صرف تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری کو بلکہ جملہ مخالفین عقائد نجدیہ وہابیہ، اور حکومت سعودیہ کو دفعۃً گرفتار کرلیا جاتا، اوراعلان کردیا جاتا کہ جولوگ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائدونظریات کے مخالف ہوں گے، اور خودساختہ غیر جمہوری وغیر اسلامی سعودی حکومت کے ظلم واستبداد کے خلاف آواز حق بلند کرنے والے ہوں گے، انہیں زیارت حرمین طیبین کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ ان کوملک بدر کردیا جائے گا۔

ایسا نہ کرکے صرف تاج الاسلام جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی کو، رات کے تین بجے گرفتار کرلینا، ہتھکڑی پہنا کر جیل بھیج دینا، خوف، ودہشت کا ماحول پیدا کرنا، آپ کو زیارت روضۂ مطہرہ سے محروم رکھ کر ہندوستان واپس کردینا، ظلم وبربریت کا ننگا ناچ، حق ودیانت کا خون نہیں تو عدل وانصاف کا کون سا حصہ ہے؟ دُنیا کی کوئی مہذب حکومت صرف اتنی سی بات پر کسی غیرملکی مہمان کے لیے قید وبند کی سزا ہرگز تجویز نہیں کرسکتی کہ وہ اس کے مذہبی یا سیاسی عقیدے سے متفق کیوں نہیں ہے۔

قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مولوی اختر رضا خاں صاحب کے قبلہ مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی جو مفتی اعظم کے خود ساختہ لقب سے مشہور ومعروف تھے۔''

قاسمی صاحب! حق دیکھنے کے لیے بریلی کے سُرمے کی ضرورت ہے، اگر آپ نے بریلی کا سُرمہ لگا کر تاج دار علم وفن مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضوی نوری علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا ہوتا، تو آپ کو نظر آتا کہ مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا یہ لقب خود ساختہ ہے، یا علمائے اہل سنت کا عطا کردہ ہے۔

۱۳۶۲ھ میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب رضوی علیہ الرحمۃ کے عرس چہلم کے موقع پر بریلی شریف میں علمائے اہل سنت کے جھرمٹ میں حافظ ملت حضرت علامہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ نے، آپ کو ''مفتی اعظم'' کہہ کر خطاب کیا۔ عرس چہلم میں موجود علمائے کرام نے اس خطاب کی صرف تائید ہی نہیں کی بلکہ فرحت ومسرت کا اظہار کیا، اور اسی روز سے سیدی حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری علیہ الرحمۃ والرضوان ''مفتی اعظم'' کہلائے، اور ایسے کہلائے کہ یہ لقب گویا آپ کا اسم ہو گیا، مگر یہ عاشق مصطفیٰ، ہمیشہ اپنے کو ''فقیر مصطفیٰ رضا'' لکھتا رہا۔

(تفصیل کیلئے مفتی اعظم اور ان کے خلفاء جلد اول، مطبوعہ رضا اکیڈمی کا مطالعہ کریں)

قاسمی صاحب! اگر توفیق ہو تو حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے فتاوی ملاحظہ کریں، اور ان فتاوی میں دیکھیں کہ یہ عاشقِ مصطفیٰ اپنے کو کیا لکھتا ہے۔

قاسمی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''مولوی مصطفٰے رضا خاں صاحب نے یہ فتوی دیا تھا کہ سعودی
حکومت کے دورِ اقتدار میں فریضۂ حج ساقط ہے، ادا لازم
نہیں ہے۔

قاسمی صاحب! آخرت کے محاسبے سے بے نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جا سکتے ہیں۔ چودہ سو سال کی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق ورہنما نہیں ہے جسے الزامات کی وادیوں سے نہیں گزرنا پڑا ،لیکن انصاف پسندوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ الزامات کو ثبوت کی روشنی میں جانچتے ہیں، ثابت ہونے پر ملزم کو مجرم سمجھتے ،اور عدم ثبوت پر مظلوم گردانتے ہیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم بریلوی کو مجرم ثابت کرنے یا مظلوم ثابت کرنے کے لیے، اس وقت کون سے ذرائع ہیں؟ اصول کی بات یہ ہے کہ خود ان کی تصنیفات وتالیفات ہی مخالفت وموافقت کے لیے معیار تنقید وتائید ہونی چاہئیں؟

لہذا قاسمی صاحب یہ ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے کہ آپ حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی کی کتب سے اپنے الزام کا ثبوت پیش کریں۔

قاسمی صاحب، تاج الشریعہ علامہ ازہری کے جوابات پر اظہار تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''مزید ستم یہ کہ موصوف نے نمازِ جمعہ میں شرکت سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں مسافر ہوں، ظہر کی نماز گھر پر ادا کرتا ہوں۔ اور محلہ کی مسجد میں نماز نہ ادا کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ مذکورہ مسجد کے امام حنبلی ہیں۔''

قاسمی صاحب !اس میں کیا ستم کی بات ہے۔ کیا آپ کے علما کے نزدیک مسافر پر جمعہ فرض ہے؟ اور وہ حنبلی امام جو حنفی مذہب کی رعایت نہ کرے اس کی اقتدا حنفی کے لیے جائز ہے؟ کیا خود علما دیو بند کے نزدیک وہابی اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے؟

قاسمی صاحب آپ ہی کے تو علما کا فتوی ہے کہ:

وہابی اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے، اور حرمین شریفین طیبین میں بدرجۂ مجبوری بہ کراہت پڑھنا پڑتی ہے، جب کہ پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ کہیں اہل سنت و جماعت کے لوگ ہم دیوبندیوں کو بھی وہابی نہ کہنے لگیں، جب کہ در حقیقت ہم وہابی نہیں ہیں۔

(ابوالحسنات محمد ولی اللہ فردانی دار الافتاء دار العلوم کراچی بحوالہ ہفت روزہ الفتح کراچی ۲۸ رمئی تا ۴ رجون ۱۹۷۶ء ص ۲۱)

دوسری جگہ ملاحظہ کریں:

عقائد اس جماعت (وہابین) کے جب کہ خلاف جمہور اہل سنت ہیں، تو بدعتی ہونا ان کا ظاہر ہے، اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے، اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر ہے، تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحہ میں ان کے احتیاط لازم ہے، جیسے روافض اور خوارج کے ساتھ احتیاط چاہیے۔

حررہ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ القوی، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ، محمود حسن عفی عنہ، محمد محمود دیوبندی، غلام رسول، محمد مظاہر الحق، محمد حسن، محمد عزیز الرحمٰن۔ (محمد عبد العلی مدراسی، فتح المبین مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ ۱۸۹۶ء، ص ۴۶۶)

فتح المبین ۱۳۱۳ھ (موسومہ تنبیہ الوہابین) کے تاریخی نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف مشاہیر اہل سنت و جماعت بلکہ تھانہ بھون۔ نانوتہ، سہارنپور، اور دیوبند کے علمائے کی تقاریظ، مواہیر، اور دستخطوں سے مزین ہے۔

قاسمی صاحب! اگر تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے جوابات

آپ کی ناقص عقل نہیں سمجھ سکی تھی، تو تنقید کرنے سے پہلے کم از کم اپنے علما ہی سے رجوع کر لیا ہوتا، تا کہ یہ دن دیکھنے کو نہ ملتا۔ قاسمی صاحب، علامہ ازہری کے جواب پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> مولوی اختر رضا خاں صاحب نے نہ جانے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب، اہل حدیث، اور علما دیوبند کی تکفیر میں بے شمار رسالے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

قاسمی صاحب! یہ بات تو اسے بتانے کی تھی جو جانتا نہ ہو، جو بقول آپ کے "بریلوی خاندان کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو۔" اسے بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اگر اپنے شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے چیلوں، تبلیغیوں، دیوبندیوں، اہل حدیث، اور مودودیوں کے بارے میں علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری اور ان کے بزرگوں کے عقائد نظریات سنے، اور ان کی تصنیفات و تالیفات سے باخبر نہ ہوتا تو گرفتار ہی کیوں کراتا۔ اس نے علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری سے جتنا سوال کیا، موصوف نے اتنا جواب دے دیا۔

قاسمی صاحب، علامہ ازہری کے جواب پر تنقید کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

> صاف گوئی کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولوی صاحب بانگ دہل یہ فرماتے، ہم ایک صدی سے تمہارے کفر کا پرچار کر رہے ہیں۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کی تکفیر تو ہمارا مقصد حیات ہے۔

قاسمی صاحب! تکفیر مسلمین دیوبندیوں اور وہابیوں کا شیوہ ہے، وہابیوں اور نجدیوں کے پیشوائے اعظم محمد بن عبد الوہاب نجدی نے "کتاب التوحید" میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بتاتے ہوئے لکھا۔

> فانا نری عامة مومنی هذا الزمان مشرکا۔ تو بیشک ہم اس زمانے کے سب مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔

(کتاب التوحید بر سیف الجبار ص ۶۳، مطبوعہ ۱۲۹۳ھ)

وہابیوں کا یہ مقتدا شیخ محمد بن عبدالوہاب ان مسلمانوں کے متعلق جو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اپنا شفیع و مددگار سمجھتے ہیں، کہتا ہے کہ "یہ نبی اور صحابہ کے پجاری ہیں۔" چنانچہ لکھتا ہے:

فواحد یعبد النبی و متبعیه حیث یعتقدھم شفعائه و اولیائه و ھذا اقبح من انواع الشرک۔

(کتاب التوحید بر سیف الجبار ص ۶۳)

یعنی کوئی (مسلمان) تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، اور ان کے صحابہ کو پوجتا ہے، اس طرح کہ وہ ان حضرات کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام کو اپنا شفیع و مددگار سمجھنا بدترین شرک ہے۔ (معاذ اللہ)

مولوی حسین احمد مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کا بیان "شہاب ثاقب" کے حوالے سے اوپر گزر چکا کہ:

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیارِ مشرک و کافر ہیں، اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا، حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔

جناب شیخ فتح اللہ رسالہ "حارق الاشرار" میں غیروں سے مدد مانگنے والوں کو اشد مشرک قرار دیتے ہوئے شعر کے انداز میں لکھتے ہیں:

تجھ سوا مانگے جو غیروں سے مدد
فی الحقیقت ہے وہی مشرک اشد

امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کو شرک میں گرفتار بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اکثر لوگ پیروں کو، اور پیغمبروں کو، اور اماموں کو، اور شہیدوں

کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں،
اور اُن سے مُرادیں مانگتے ہیں، سووہ شرک میں گرفتار
ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۵ مطبوعہ دیوبند)

مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ جلد سوم ص ۳۱ پر لکھتے ہیں کہ:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے
کا معتقد ہے، ساداتِ حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی بہشتی زیور حصہ اول ص ۴۵، اور ص ۴۶ پر
مندرجہ ذیل امور کو کفر وشرک کی باتوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

کسی کو دور سے پکارنا، اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی کسی سے
مرادیں مانگنا، کسی کے سامنے جھکنا، سہرا باندھنا، علی بخش،
حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول
اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا، کفر اور شرک ہے۔

قاسمی صاحب! کہیئے آپ کے اکابر کے بطور دُنیا میں کوئی مسلمان بھی
باقی ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قاسمی صاحب! علمائے اہل سنت نے تکفیر کے مسئلے میں بہت احتیاط سے
کام لیا ہے، خود تاج الشریعہ علامہ ازہری کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی
اپنی کتاب "سل السیوف الھندیہ" مطبوعہ عظیم آباد ۱۳۱۶ھ میں فرماتے ہیں
کہ:

لزوم اور التزام میں فرق ہے، اقوال کا کفر ہونا اور بات، اور
قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے، سکوت

کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکمِ
کفر جاری کرتے ڈریں گے۔

(الکوکبۃ الشہابیۃ ص۶۳ مطبوعہ رضا بکڈپو بریلی)

تاج الشریعہ علامہ ازہری کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ایک مرتبہ سوال ہوا کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا تو کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا نے جواب دیا:

بطور سب وشتم کہا تو کافر نہ ہوا گنہگار رہوا، اور کافر جان کر کہا تو کافر ہوگیا۔ (ملفوظات ج۴ ص۳۴۲ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ ہاں جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں کفری عبارتوں کو جگہ دی، متنبہ کرنے اور توجہ دلانے پر بھی رجوع نہیں کیا، اوران کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا، افہام وتفہیم کے لئے مراسلت کی مگراس کا منفی جواب دیا گیا تو شریعت اسلامیہ کے ایک ذمہ دار ہونے کے ناتے، امام احمد رضا کو آخری فیصلے پر مجبور ہونا پڑا۔ فاضل بریلوی کی اس مجبوری کا اعتراف خود آپ کے اکابرین کو بھی ہے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی امام احمد رضا فاضل بریلوی کو مسئلہ تکفیر میں مذہبی طور پر مجبور بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اگر خاں صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے، جیسے علماء اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے، اور قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علماءِ اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر ومرتد کہنا فرض ہو

> گیا، اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں، چاہے وہ لاہوری ہوں، یا قادیانی وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے، کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔

(اشد العذاب ص ۱۳۔۱۴ مطبوعہ دہلی)

فاضل بریلوی کے حکمِ تکفیر عائد کرنے کی اس دینی مجبوری کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری اپنی کتاب ''اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی کا قول نقل فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

> میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کافر کہتا ہے، لیکن عشقِ رسول کی بنا پر کہتا ہے، کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔

قاسمی صاحب، علامہ ازہری کے جواب پر تنقید کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں کہ:

> صاف گوئی کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولوی صاحب ببانگ دہل یہ فرماتے کہ ہمارے نزدیک تو علامہ اقبال اسی ضمن میں آتے ہیں۔

قاسمی صاحب! تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری یہ کیوں کر فرماتے جب کہ ڈاکٹر اقبال علامہ ازہری کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مسلک اور مذہب کے موئید تھے۔

ا۔ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر وصیت لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳/ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی جو ''روزگار فقیر'' جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحید الدین کے صفحات ۵۶۔۵۹ پر درج

ہے۔اس کے چند روز بعد ڈاکٹر اقبال نے ایک اور تحریر تیار کی، جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے۔ڈاکٹر اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبداللہ قریشی کا عطیہ ہے، لکھتے ہیں:

''جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے۔اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوش گوار تعلقات رکھے۔میرے بڑے بھائی کی اولاد سب سے بڑی ہے، ان کا احترام کرے، اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے، دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو، اور اس میں ان کی مدد کی توفیق ہو تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے۔جو لوگ میرے احباب ہیں ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے، اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض ضروری مسائل کے سوا جو ارکانِ دین سے نہیں ہیں، سلف صالحین کا پیرو ہوں، اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے، اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے، جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیے ہیں، ان سے احتراز کرے، بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس لیے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی

عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔غرض یہ ہے کہ
طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے، اور اسی پر گامزن رہنا
چاہیے،اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیے۔
محمد اقبال،۱۷/۱۱کتوبر۱۹۳۵ء

(الف: اوراقِ گم گشتہ۔مرتبہ رحیم بخش شاہین مطبوعہ لاہور ص ۸۔۴۶۷)
(ب: دعوتِ فکر۔محمد منشا تابش قصوری مطبوعہ مبارکپور ص ۸)

۱۹۳۴ء میں علامہ اختر رضا خاں ازہری کے جد امجد شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی ڈاکٹر اقبال صاحب سے لاہور میں ملاقات ہوئی، دوران گفتگو علمائے دیوبند کے عقائد زیر بحث آئے، اور علماء دیوبند کی ''گستاخانہ عبارتیں'' ڈاکٹر صاحب کے سامنے پڑھی گئیں تو ڈاکٹر اقبال صاحب نے بے ساختہ کہا کہ:

مولانا یہ ایسی گستاخانہ عبارات ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں
نہیں ٹوٹ پڑتا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے۔

(دعوتِ فکر۔محمد منشا تابش قصوری مطبوعہ مبارکپور ص ۳۵ بحوالۂ مکتوب مولانا تقدس علی خاں مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

۳۔دیوبندیوں کے رد میں ڈاکٹر اقبال صاحب اپنے اشعار یوں قلم بند کرتے ہیں:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ — زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر با او نہ رسیدی تمام بولہبی است

۴۔تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کے جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے متعلق ڈاکٹر اقبال اپنے تاثرات یوں پیش کرتے ہیں:

ہندوستان کے دورِ آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع، اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے، اور ان کے فتاوی ان کی ذہانت اور فطانت، جودتِ طبع، کمال فقاہت، علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں شرعی فیصلوں، اور فتاوی میں کبھی کسی تبدیلی، یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (انوار رضا مطبوعہ لاہور، ص ۶۵۴)

قاسمی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

رہا مدینہ منورہ میں آپ کی حاضری کا مسئلہ تو جیسا کہ آپ کی جماعت کا مسلک ہے، اسی کے مطابق شاید سید الکونین کو بھی آپ کی حاضری پسند نہ تھی۔

قاسمی صاحب! سنیئے اور کان کھول کر سنیئے، قرآن کریم میں اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ط وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِالْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ.

ترجمہ: اور روکتے ہیں اللہ کی راہ، اور اس ادب والی مسجد سے، جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا، اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ (کنز الایمان)

چودہ سو سال پہلے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے مکۂ

معظمہ جانے سے روکا تھا، اور حج بیت اللہ نہیں کرنے دیا تھا، جس پر مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تھی۔ انہیں کفارِ مکہ کی سنت پر حکومت نجد نے عمل کرتے ہوئے نائب رسول علامہ اختر رضا خاں ازہری کو مدینہ منورہ جانے سے روکا، اور زیارت روضۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محروم رکھا، جب کہ قرآنی آیات مقدسہ کی روشنی میں حرمین شریفین پر دنیا کے ہر مسلمان کا برابر کا حق ہے۔ فی الحقیقت ان دونوں مقامات مقدسہ کا کوئی حاکم ہو ہی نہیں سکتا، لاکھ اپنے کو وہاں کا حاکم اور شاہ تصور کرے، چونکہ یہ دونوں مقاماتِ مقدسہ عالم اسلام کی امانت ہیں، اس لیے کسی کا بھی دور ہو دُنیا کے ہر مسلمان کو وہاں کی حاضری کا حق ہے، کوئی بھی حکومت کسی کو جبراً نہیں روک سکتی، قاسمی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

> سعودی حکمرانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمین شریفین کی خدمت کی سعادت عطا فرمائی ہے، اس مقدس سرزمین کو ہر فتنہ وشر سے محفوظ، رکھنا ان کا فرضِ منصبی ہے۔

قاسمی صاحب! یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ آج کل سعودی مملکت میں مذہبی امور کے نفاذ وعمل کی ذمہ داری ''آل شیخ'' پر ہے، اور دیگر امور حکومت کی بجا آوری ''آلِ سعود'' پر ہے، ملک عبدالرحمٰن بن سعود کی نسل آلِ سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اولاد آل شیخ ہے، شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز باز (مفتی سعودیہ) اور ان کے تمام رفقا سعودیہ آلِ شیخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین یعنی وہابیوں نے مکۂ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور کربلا معلیٰ کی جو بے حرمتی کی ہے، وہ کسی بھی تاریخ کے جاننے والے سے مخفی نہیں ہے۔

۱۔ مولوی حسین احمد مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

> محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدے تیرھویں صدی میں نجدِ عرب

سے ظاہر ہوا، اور چونکہ یہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا۔ ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین، اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدید کے مدینۂ منورہ، مکۂ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(الشہاب الثاقب مطبوعہ دیو بند ص ۴۲)

۲۔ مولوی سردار حسنی لکھتے ہیں:

(الف) وہابیوں نے ۱۸۰۱ء میں سعود بن عبد العزیز کی قیادت میں کربلا معلیٰ پر حملہ کیا، اور حضرت امام حسین کے مقدس مزار کو منہدم کر دیا۔ کربلا معلیٰ اور امن پسند آبادی کا پیشتر حصہ بلا قصور تہہ تیغ کر دیا، کربلا معلیٰ سے بصرہ تک کا تمام علاقہ خاک سیاہ کر دیا، کروڑوں روپیے کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ فتنۂ تاتار کے بعد عراق میں ایسا ظلم اور فساد کبھی نہ ہوا تھا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں، لیکن درعیۂ نجد کے دار السلطنت میں فتح و نصرت کے شادیانے بج رہے تھے۔ (سوانح حیات سلطان بن عبد العزیز آلِ سعود ص ۴۸)

(ب) سعود جو اس وقت رسوائے عالم ہو چکا تھا، حجاز کی طرف

بڑھا اور لگے ہاتھوں طائف پر قابض ہو گیا، اور وہاں سے گردونواح میں افواج بھیجنے لگا، شریف کے پاس کوئی قابل ذکر فوج نہ تھی، مقابلے کی تاب نہ لا کر جدہ چلا گیا۔ اپریل ۱۸۰۳ء میں سعود بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا۔ وہابی مدت سے ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ اصل اصلاح مکہ سے کی جائے گی، اور ہر وہ چیز جس میں کفر و شرک کا شائبہ پایا جاتا ہو فنا کر دی جائے گی، چنانچہ اب مقدس مزارات توڑ پھوڑ دیئے گئے، زیارت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی، حرم کعبہ کے غلاف پھاڑ دیئے گئے۔ (ایضاص ۴۸)

۳۔ میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

۱۸۰۳ء کے اختتام پر مدینہ بھی سعود بن عبد العزیز کے قبضے میں آ گیا۔ مدینہ کے لیے اس کے جوش میں یہاں تک ابال آیا کہ اس نے اور مقبروں سے گزر کر خود نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا، آپ کے مزار کی جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا، اور اس چادر کو الٹا دیا جو آپ کے مزار مقدس پر پڑی رہتی تھی۔ (حیاتِ طیبہ ص ۳۰۵)

۴۔ مولوی رشید رضا مصری ایڈیٹر المنار مصر لکھتے ہیں:

بعض مورخین کا قول ہے کہ انہوں نے (سعود بن عبد العزیز) حرمِ نبوی کے قبہ کے اوپر سے سونے کا ہلال، اور کرہ اتار لیا تھا، اور وہ قبہ (روضہ) کو بھی گرانا چاہتے تھے، لیکن ان کار کنوں میں سے جو ہلال اور کرہ مذکور اتارنے کے لیے اوپر چڑھے تھے، دو آدمی نیچے گر کر مر گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

انہوں نے قبہ گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

(تاریخ نجد وحجاز از مفتی عبدالقیوم ہزاروی ص ۱۱۳۔۱۱۲)

(۵)۔نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

سعود نے قبۂ مزار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا، مگر اس امر کا مرتکب نہ ہوا، اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے، اور عثمانیوں کو حج بیت اللہ سے مانع ہوا، اور کئی برس تک لوگ حج سے محروم رہے، اور شام اور عجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا، اور ان کے خوف سے اکثر حجاج اپنے مقاصد پر فائز نہ ہو سکے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۶)

قاسمی صاحب! وہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی جس نے کثیر تعداد میں علمی کتابوں کو جلوا ڈالا۔ جس نے کثیر علما حق کو قتل کرا دیا۔ جس نے عوام وخواص میں سے بے حساب بے گناہوں کو قتل کرا دیا۔ جس نے اولیاے کرام کی قبروں کو کھدوا دیا، جس نے ''احساء'' میں اولیاء اللہ کی قبروں کو بیت الخلاء میں تبدیل کرا دیا۔ وہ آل شیخ جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خونِ ناحق سے رنگے ہوئے ہوں، جس کے جیب و داماں پر مکۂ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ناموس رسالت کی بے حرمتی کے دھبے ہوں۔ وہ سعود بن عبد العزیز جس نے خوں ریزی اور ظلم و بربریت میں ہلاکو، اور چنگیز خاں کو مات کر دیا ہو۔ وہ شاہ سعود جس نے مکۂ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تقدس کو پامال کیا ہو، ارلنگٹن کے قبرستان میں ایک مشرک کی قبر پر پھول چڑھائے ہوں۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ رفروری ۱۹۵۷ء)

جس نے قرآن کریم کے اعلان:

انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔(پ ۱۰ سورة التوبه ع ۱۰)

مشرک نرے ناپاک ہیں، تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (کنزالایمان)

کے بعد پہلی بار ایک مشرک، بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو دعوت دے کر حجاز مقدس کی سرزمین پر بلایا ہو، اور اس مقدس سرزمین پر سیر سپاٹا کرایا ہو۔ وہ آل سعود جس نے سعودی عرب میں ''نہرو کا مرحبا، نہرو رسول السلام'' (اے امن کے پیغمبر، ہم تیرا خیر مقدم کرتے ہیں) نعروں سے استقبال کیا ہو۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۹۔ ۲۸۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء)

جس نے سرزمین حجاز مقدس پر پہلی مرتبہ ''گردیو ٹیگور'' کی گیتا نجلی کے بھجن اسکول کے طلبا سے گوائے ہوں، اور اسکول کے کورس میں کتاب کو شامل کیا ہو۔ (تاریخ نجد وحجاز ص ۴۲۸۔ ۴۲۷)

قاسمی صاحب! وہ آل شیخ، آلِ سعود، اور سعودی حکمران حرمین شریفین کو فتنہ اور شر سے محفوظ رکھ سکیں گے،؟ ان کا وجود تو خود فتنے سے کم نہیں؟۔

اے قاسمی وہ دھوم نجدی کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

قاسمی صاحب، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری کو خطاب کرتے ہوئے آخری کالم کے آخری پیراگراف میں رقم طراز ہیں:

آپ نے ساری دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کی

قاسمی صاحب! کوئی ثبوت؟ کوئی دلیل، کوئی شہادت؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.

ایسی سنگین بہتان طرازی، اور الزام تراشی کے بعد دل تو چاہتا تھا کہ مزید کچھ لکھا جائے، اور آپ کی الزام تراشیوں، اور کذب بیانیوں کا بالتفصیل جائزہ لیا جائے، مگر مضمون کے طویل ہونے کے خوف سے سطور پر اکتفا کرتا ہوں اور اس

دعا پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه اللهم ارنا الباطل باطلا و اززقنا اجتنابه و ما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب وهو حسبی و نعم الوکیل۔

عالمِ اسلام کے دباؤ میں شاہ فہد کا علان

زبردست احتجاج کے بعد شاہِ فہد کا اعلان

از: عبدالنعیم عزیزی

عالم اسلام کی یک جہتی کی طرف ایک قدم

ہندو پاک اور لندن کے مختلف اردو، عربی، انگریزی اور ہندی اخبارات نے جلی سرخیوں کے ساتھ سعودی فرماں رواشاہ فہد بن عبد العزیز آل سعود کا یہ اعلان شائع کیا کہ:

''حرمین شریفین میں مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق عبادات اور رسومات ادا کرنے کی اجازت ہے''

یہ اعلان ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی نائب صدر اور جمعیۃ العلمائے پاکستان کے سکریٹری جنرل مولانا عبد الستار نیازی کے حوالہ سے شائع ہوا ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے یو، کے برانچ کے جنرل سکریٹری مولانا شاہد رضا نعیمی نے ''ادارہ سنی دنیا'' کو لندن اور پاکستان کے عربی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراشے بھی روانہ کئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ورلڈ اسلامک مشن کے نمائندوں کی جانب سے شاہ فہد کو پیش کئے گئے حجاز کانفرنس ۱۹۸۵ء کے مطالبات کے سلسلہ میں مشن کی کارروائی کے متعلق ایک خبر اور ایک مکتوب بھی روانہ کیا ہے۔

اخبارات میں شاہ فہد کے اعلان، ورلڈ اسلامک مشن کی پریس ریلیز، اور مولانا شاہد رضا نعیمی کے مکتوب سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دوران حج وعمرہ سعودیہ خصوصاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حجاج وزائرین کو دوچار ہونے والی مشکلات، اور مذہبی رسومات وعبادات کی ادائیگی میں رکاوٹوں سے سعودی فرماں رواشاہ فہد کو ورلڈ اسلامک مشن کے رہنماؤں خصوصاً مولانا عبد الستار نیازی، الحاج سید غلام السیدین، شاہ محمد جیلانی صدیقی، مفتی محمد یونس

کشمیری، مولانا عبدالوہاب صدیقی اور مولانا شاہد رضا نعیمی صاحبان نے آگاہ کرایا، اس کے لئے یہ حضرات تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ شاہ فہد اوران کے برادر حقیقی شہزادہ ترکی بن عبدالعزیز بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مشن کے وفد کو شاہ سے ملانے، اور مطالبات کے سب سے اہم جز حرمین شریفین میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی کی اجازت دلانے کے سلسلہ میں اہم رول ادا کیا۔

شاہ فہد نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ''ترجمہ قرآن کنز الایمان مع خزائن العرفان'' اور میلاد وغیرہ کے سلسلہ میں غور کر کے ہر جائز، اور شرعی کام کی مسلمانوں کو اجازت دیں گے، اور پابندی ہٹائیں گے۔ اخبارات میں شاہ فہد کے اعلان کو پڑھ کر مسلمانوں کے اندر خوشی کی اچانک ایک لہر دوڑ گئی، لیکن دودھ کا جلا بھنا پھونک کر پیتا ہے کے مصداق اب بھی مسلمان کے دل ڈرے ہوئے ہیں، ذہنوں میں شبہات سر ابھار رہے ہیں کہ کہیں یہ سب کچھ دکھاوا، یا محض تسلی نہ ہو، اور یہ اعلان صرف اخبارات کی زینت بن کر نہ رہ جائے، لیکن ہمیں امید ہے کہ شاہ فہد اپنے اعلان پر قائم رہیں گے، اور انہیں یقیناً قائم رہنا بھی چاہیئے، تمام عالم اسلام اور خود سعودیہ اور شاہ وآل السعود سب کی اسی میں بھلائی ہے۔

عالم اسلام میں پھیلے ہوئے اضطراب کو دور ہونا چاہیئے۔ حرمین شریفین عالم اسلام کے مراکز ہیں، ان پر گیتی کے ہر مسلمان کا برابر کا حق ہے، جیسا کہ خود شاہ فہد نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اور وہاں انہیں مذہبی آزادی ہونی چاہئے، شاہ کے اس فراخ دلانہ اعلان سے مسلمانوں کے مابین اخوت، خیر سگالی، اور اعتماد کی فضا پیدا ہوگی، اور عالم اسلام کی یک جہتی کے لیے راہ ہموار ہوگی، شاہ فہد کا رویہ قابل ستائش ہے، خدا کرے سعودی فرماں روا اور آل السعود شرع کے مطابق اپنی حسن معاملت سے ہر دل عزیز ہوں۔ مملکت عرب میں سچی اسلامی فضا اور ماحول

پیدا کریں، اور خود بھی کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے مملکت کے ہر فرد سے ان پر عمل کرائیں، تاکہ آج سعودیہ کی جو غلط امیج بنی ہوئی ہے وہ مٹ جائے، اور اسلام کی صحیح عکاسی ہو سکے، عرب کی سرزمین خصوصا حرمین طیبین عالم اسلام کے ہر فرد کے لئے لائق صد احترام اور جان ودل سے زیادہ عزیز ہونا تو ظاہر ہے کہ ایسی دھرتی پر اسلام کا ہی بول بالا ہونا چاہیئے، غالبًا شاہ فہد کو خود اس کا اندازہ ہو گیا ہے کہ حج کے موقع پر ساری دنیا کے تمام مسلمانوں کے ساتھ مخصوص عقائد کی بنا پر، جو معاملہ سعودیہ میں ہوتا ہے، اور انہیں اس وجہ سے جو مشکلات درپیش ہوتی ہیں، اس سے سعودیہ کی دن بدن نیک نامی میں فرق آرہا ہے۔

اور شاہ فہد وان کی حکومت یہ بات سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ اس سخت گیری کی وجہ سے، وہ تمام عالم اسلام سے کٹتے جارہے ہیں، اور یہ نہ صرف آل سعود بلکہ اسلام اور عالم اسلام کے لئے تباہ کن ہے، اگر آل السعود صرف اللہ و رسول کے سہارے اپنی مملکت میں سچے اسلامی قوانین کا نفاذ کریں، اور عالم اسلام کو باندھنے اور خود بھی ان کے ڈور میں بندھنے کی کوشش کریں، تو مسجد اقصیٰ سے لے کر بابری مسجد تک، اور فلسطین کے مسئلہ سے لیکر غیر اسلامی ملکوں میں بسنے والی مسلم اقلیتوں کے تمام مسائل حل ہوتے چلے جائیں گے، اور مسلمانان عالم مایوسی ذلت و بیچارگی کے دلدل سے نکل کر، حوصلہ اور وقار و کامرانی کے راستہ پر گامزن ہوکر، ہر سو اللہ کی وحدت و کبریائی، اور اس کے رسول کی عظمت ورسالت کا اظہار واعلان کرتے ہوئے نعرے بلند کریں گے، اسلام زندہ آباد، دین فطرت پائندہ باد۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۳،۴ بابت مئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ)

حرمین شریفین میں مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق رسومات اذا کرنے کی اجازت: شاہِ فہد کا اعلان:

عالم اسلام کی مختلف سنی تنظیموں، اور اداروں کے مسلسل احتجاجات، اور مظاہروں نے، اور جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری کی ۳۱/اگست ۱۹۸۶ء کو مکہ معظمہ میں بیجا گرفتاری، اور مدینہ امینہ کی زیارت سے ان کو روکنے کے بعد ان احتجاجات اور مظاہروں میں مزید شدت کا بالآخر ردعمل ظاہر ہوا، اور سعودیہ حکومت کے شاہ فہد کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ: ''حرمین شریفین میں مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق عبادات ورسومات کرنے کی اجازت ہوگی''

شاہ فہد نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' پر پابندی کے بارے میں لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تحقیق کرنے کے بعد اس پر سے بھی پابندی اٹھالیں گے۔

یاد رہے کہ سعودیہ میں عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق عبادات کرنے کی آزادی، مدینہ طیبہ کی زیارت، کنز الایمان پر سے پابندی و دیگر مطالبات، ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے حجاز کانفرنس ۱۹۸۵ء میں رکھے تھے۔

ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کی جدو جہد اور شاہ فہد کے حقیقی بھائی شہزادہ ترکی بن عبدالعزیز کی ذاتی کوشش، اور دلچسپی کے باعث ورلڈ اسلامک مشن کے مطالبات پر شاہ فہد نے غور کیا، اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو اپنے عقائد کے مطابق حج وزیارت کی ادائیگی و دیگر عبادات وسومات کرنے کی اجازت کا اعلان کیا۔

شاہِ فہد کے اعلان کو دنیا کے مختلف زبانوں کے مختلف اخباروں نے جلی سرخی کے ساتھ شائع کیا۔ بھارت کے مختلف اخبارات، امر اجالا ہندی بریلی، (۱۵/اپریل ۱۹۸۷ء) سنمارگ ہندی کلکتہ (۱۴/اپریل ۱۹۸۷ء) آزاد

ہندارد و (کلکتہ ۲۱ راپریل) فیصل جدید اردو دہلی وغیرہ نے بھی شاہ فہد کے اعلان کو شائع کیا ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے، یو۔ کے برانچ کے جنرل سکریٹری علامہ شاہد رضا نعیمی نے اس سلسلہ میں مختلف اخبارات کے تراشے روانہ کئے ہیں، جن میں سے خاص خاص خبروں کو من وعن شامل کیا جارہا ہے۔

حجاز کانفرنس کے مطالبات پیش کئے گئے:

ورلڈ اسلامک مشن (یوکے) کے تمام رہنماؤں نے، شاہ فہد کے حقیقی بھائی شہزادہ ترکی بن عبد العزیز کا شکریہ ادا کیا ہے، جنہوں نے اپنی ذاتی کوشش اور دل چسپی کے باعث، براہ راست شاہ فہد سے رابطہ قائم کر کے ''حجاز کانفرنس'' کے مطالبات کے سلسلہ میں اُن سے گفتگو کی ہے۔

مشن کے ترجمان مولانا جیلانی صدیقی نے کہا ہے کہ شہزادہ ترکی نے مشن کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کر کے معاملات کو پرامن طریقہ سے طے کرنے کے سلسلہ میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے، انہوں نے شہزادہ موصوف کے حوالہ سے کہا کہ سعودی بیورو کریسی نے سنی مسلمانوں کے وہ مطالبات جو حجاز کانفرنس میں منظور کئے گئے تھے، آج تک شاہ فہد کو نہیں پہنچائے، ورنہ وہ شکایات پر ضرور غور کرتے، اور اس کا جائزہ لیکر انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ اب شہزادہ ترکی کے ذریعہ تمام مطالبات وشکایات کو جاننے کے بعد شاہ فہد نے ورلڈ اسلامک مشن کے وفد سے لندن میں ایک خصوصی ملاقات کا وعدہ کیا ہے، اور تمام مسائل کو مذاکرات کے ذریعہ پرامن طریقہ پر طے کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

شاہ فہد نے یقین دلایا ہے کہ ان کی ذاتی خواہش یہی ہے کہ حجاج وزائرین کو حرمین شریفین میں مکمل مذہبی آزادی ملے، اور ہر ممکن روحانی و مذہبی سہولت فراہم کی جائے، ان کی اس خواہش کے برعکس ان کی لاعلمی میں اگر مکہ

مکرمہ اور مدینہ منورہ میں، مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں، تو وہ اس کے تدارک کے لئے مناسب اقدامات ضرور کریں گے۔

مولانا جیلانی صدیقی نے اس سلسلے میں اخبارات کی مختلف خبروں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ورلڈ اسلامک مشن" سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والی، ایک پرامن مذہبی جماعت ہے۔اور ہم تخریب وفساد کے ذریعہ مسائل کے حل پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔ ہماری پرامن اور منصفانہ تحریک کے بارے میں اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے ہمارے جو بھائی، ہمیں آج نصیحت کر رہے ہیں، دراصل وہ بھی کافی حد تک موجودہ حالات کے ذمہ دار ہیں، مشن کے ارکان مقامات مقدسہ پر تمام مسلمانوں کے بنیادی مذہبی وروحانی حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کر رہے ہیں، اس لئے ان مطالبات کی منظوری سے صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ سب کو فائدہ پہنچے گا۔

مولانا جیلانی صدیقی نے تمام علما اور مسلم عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ مشن کی جانب سے مذاکرات اور گفت وشنید کے ذریعہ معاملات کو سلجھانے کی تعمیری پالیسی کے بارے میں، گمراہ کن خبروں اور بیانات سے متاثر نہ ہوں، بلکہ مشکلات ومسائل کے حل ہونے کی خاص طور پر دعا فرمائیں تا کہ عالم اسلام کو اتحاد واتفاق نصیب ہو۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۵۱، ۵۲ بابت مئی ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ)

سفیر شاہی سفارت خانہ سعودیہ عرب کو مکتوب

متعینہ ہند نئی دہلی:

سلام مسنون:

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کے سفارت خانہ کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے "اخباری نشریہ" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا گیا ہے،

جواحقر کے زیر مطالعہ آیا۔ مذکورہ بالا اخباری نشریہ کے ص ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱ پر ایک مضمون ہفت روزہ حقیقت لکھنو، کا شائع کیا گیا ہے، جس میں لکھنؤ حج سیمنار پر ہفت روزہ مذکورہ نے اظہار خیال کیا ہے۔

ہفت روزہ مذکورہ بالا نے ''لکھنؤ حج سیمنار'' کا محرک حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی کی گزشتہ ایام حج میں گرفتاری کے سبب، حکومت سعودی عرب سے ناراضگی بتایا ہے۔ لکھنؤ حج سیمنار کا مذکورہ سبب انتہائی لغو اور کذب پر مبنی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ہفت روزہ حقیقت لکھنؤ نے حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی کی گرفتاری کے اسباب پر بھی انتہائی لغو انداز میں خامہ فرسائی کی ہے۔ جیسا کہ ''اخبار نشریہ'' کے ص ۳۹ کے پیرا گراف نمبر ۳ میں مذکور ہے کہ:

> گزشتہ سال حج کے دوران بریلی کے مولوی اختر رضا صاحب نے، خانہ کعبہ کے حدود میں سعودی حکومت کے دینی مسلک پر اعتراض کرنے والی کچھ چھپی ہوئی کتابیں، اور پمفلٹ تقسیم کئے، اور حدود حرم میں اپنا مصلی الگ کر کے نماز کے لئے الگ اہتمام کرتے تھے۔

حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی پر مذکورہ بالا الزام غلط، اور سراسر جھوٹ ہے، گو کہ حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی کو مبینہ امور کرنے کا شرعی حق حاصل ہے۔ مگر حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی نے حدود حرم میں نہ تو لٹریچر تقسیم کیا، نہ ہی حدود حرم میں اپنا مصلی الگ کیا۔ اس لیے ہفت روزہ حقیقت لکھنو کا بیان کذب پر مبنی ہے، مگر اس کذب و بہتان پر آپ نے مہر تصدیق ثبت کر کے، حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی کے خلاف انتہائی نازیبا، اور مکروہ پروپگنڈے کو تقویت پہنچائی ہے۔

اصولی طور پر کسی مملکت کا سفارت خانہ جو مضمون شائع کرتا ہے، وہ اس کے مملکت کا موقف اور پالیسی تصور کئے جاتے ہیں، اس طرح ہفت روزہ حقیقت لکھنو کا مذکورہ بالا مضمون آپ نے ''اخباری نشریہ'' میں شائع کر کے ہفت روزہ مذکور کے بہتان، اور بے بنیاد الزام کی تصدیق کی ہے۔ آپ کی اس غیر ذمے دارانہ حرکت پر ہم شدید احتجاج کرتے ہیں، اور آپ سے مطالبہ کرتے کہ آپ اپنی ذمے داری کو محسوس کرتے ہوئے مذکورہ بالا الزامات کی تردید کریں، نیز حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی سے معافی مانگیں۔

آپ کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے شائع ہونے والے اس ''اخباری نشریہ'' کے ص ۴۴ پر حضرت جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی کا بیان عربی میں، اور اس کا ترجمہ اردو میں شائع کیا گیا ہے، جن میں جانشین حضرت مفتی اعظم مدظلہ العالی نے ایران کی مذمت کی ہے، حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی کا یہ بیان خود ہی ہفت روزہ حقیقت کی کذب بیانی کو عریاں کر رہا ہے۔

حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی نے مسلکی اختلاف کے باوجود، اظہار حق اور رد باطل کے جذبہ سے سرشار ہو کر شرعی مسئلہ بیان کر کے ذمے دار مفتی ہونے کا ثبوت دیا ہے، مگر آپ نے حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی کے خلاف بے بنیاد الزامات شائع کر کے اپنی انتہائی تنگ نظری، اور مسلکی اختلافات کی عریاں عصبیت کا مظاہرہ کیا ہے، ہم کس طرح آپ کے ''وحدت اسلامی'' کے نعرے پر یقین کریں۔ آپ کیونکر ''وحدت اسلامی'' کے نعرے میں صادق القول تصور کئے جا سکتے ہیں، یہ امور آپ کے لئے باعث شرم ہیں، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ اپنے ضمیر سے لیجیے۔

آپ ہندوستان کے مسلمانوں کی اخلاقی حمایت و ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ہندوستانی مسلمان ایران کی مذمت کریں، یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ کیا آپ حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ العالی پر بے بنیاد الزامات کی اشاعت کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کی حمایت حاصل کر سکتے ہیں؟ اس طرح تو آپ ہندوستانی مسلمانوں کو سعودی عرب کی حکومت سے متنفر کرنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تنگ نظری و مسلکی تعصب سے بلند ہو کر اس معاملہ پر آپ کو غور کرنا چاہیے۔ بات در اصل یہ ہے کہ علمائے دیوبند اور ان کے ہمنوا اخبارات، علمائے اہل سنت کے خلاف عرصہ دراز سے بے بنیاد الزامات لگا کر عوام الناس، بالخصوص اسلامی ممالک میں ان کو بدنام کرنے کی تحریک چلا رہے ہیں، ہفت روزہ حقیقت لکھنؤ کا مذکورہ مضمون بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

علمائے دیوبند اور ان کے ہمنوا اخبارات علمائے اہل سنت کے خلاف بے بنیاد الزامات آپ کے رسائل میں شائع کرا کر آپ کے، اور علمائے اہل سنت کے درمیان اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنا چاہتے ہیں، علمائے دیوبند کی یہ حرکت ان کے حق میں کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو، مگر مملکت سعودی عربیہ کے حق میں مطلق مفید نہیں ہے۔

مجھ کو امید ہے کہ اس مسئلے پر آپ سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے، اور علمائے سُو کے منافقانہ رویہ سے ہندوستان میں مملکت سعودی عربیہ کو پہونچنے والے نقصان کے تدارک کی سبیل نکالیں گے، آپ کے جواب کے ہم منتظر ہیں، ورنہ ہم آئندہ کاروائی پر غور کریں گے۔

مرزا ابوالصبار رضوی
(مشہور قانون داں مرزا عبدالوحید ابوالصبار رضوی ایڈوکیٹ)
۵۱ بخار پورہ پرانہ شہر بریلی۔ یوپی۔ انڈیا

مکہ شریف میں ایرانی احتجاجی مظاہرہ پر
تاج الشریعہ کا حکومت کو مکتوب

ایران میں اہل سنت کے ساتھ ناانصافی وظلم

(مولانا بدر القادری رضوی (ڈین ہاگ، ہالینڈ)

اپنی دینی ذمے داری سمجھتے ہوئے، اس مکتوب کے ذریعے چند ضروری باتیں آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اُمید کہ توجہ کریں گے۔ آج دنیا میں بہت سے لوگ روافض وشیعیت سے ناواقفیت، یا کسی اور جذبے سے متاثر ہو کر جناب خمینی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو اسلام اور مسلمانوں کا بہی خواہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ وحدت کلمہ کا خیال کرتے ہوئے امریکی واسرائیلی دشمنوں کے مقابلے میں یقیناً یہ مسلمانوں کی حمایت کے مستحق ہیں، جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکوں کے مقابلے میں روم کے اہل کتاب کی حمایت فرمائی تھی۔ مگر ایمان و اسلام کے مقتضیات کو دل کی گہرائیوں تک رسائی ہو تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اُمت اسلامیہ سے روافض وخوارج کو قرون اولیٰ ہی میں خارج عن الاسلام قرار دیا جا چکا ہے۔

تحریف قرآن، معصومیت ائمہ، خلافت راشدہ کا انکار، بلا فصل خلافت علی، اہانت صحابہ، تکفیر معاویہ، توہین امہات المومنین، عقیدہ رجعت، تقیہ، متعہ ذخیرہ احادث کی تغلیط، اور اس کے بالمقابل حدیث کی سیریز کی تیاری وغیرہ وغیرہ۔

وہ بنیادیں ہیں جن کی وجہ سے شیعیت حقیقی اسلام سے الگ تھلگ ایک گمراہ، اور گمراہ کن تحریک قرار پائی۔ ممکن ہے ذہن میں یہ شبہ اُبھرے کہ جناب خمینی صاحب اور موجودہ ایران شیعی فرقہ روایت سے بلند ہو کر حقیقی اسلام کا متبع ہو چکا ہے۔ تو اس کا کوئی ثبوت کسی مدعی کے پاس نہیں ہے۔

البتہ ایران کی موجودہ حکومت تمام مسلم ملکوں میں اپنی شیعیت پھیلانے

کے لیے لا شیعیة لا سنیة الثورة الا سلامیة کے من موہنے والے نعرے ضرور لگا رہی ہے، جسے ان کے عقائد کی روشنی میں ''سیاسی تقیہ'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ورنہ جناب والا! ایران میں ۳۵ فی صد سنی آباد ہیں، اس لحاظ سے اُنھیں کیا دینی مراعات حاصل ہیں۔ ممبران پارلیمنٹ میں تو کچھ سنی رکھے بھی گئے ہیں۔ مگر وہ کیسے سنی ہوں گے ڈھکی چھپی بات نہیں، ورنہ انتظامیہ اور عدلیہ کے تمام شعبوں پر شیعہ مسلط ہیں، اور سنیوں کا وجود صفر کے برابر ہے۔ صوبۂ زاہدان میں ۹۵ فی صد سنی آباد ہیں۔ مگر سرکاری مدارس میں پانچ سو میں سے سنی صرف ۳۴ ہیں، اور پورے ملک کی طرح وہاں بھی شیعہ مذہب داخل نصاب ہے۔ شاہ کے دور میں سنیوں کو اپنے مذہب کی تعلیم کی اجازت تھی۔ اب وہ بھی منسوخ ہے۔ موجودہ ایران میں سنی مسلمان اپنی مذہبی تبلیغ واشاعت کے لیے نہ جلسے کر سکتے ہیں، نہ تنظیم بنا سکتے ہیں۔ نہ کتب ورسائل طبع کر سکتے ہیں، اور نہ ہی اپنی مذہبی کتابیں کہیں سے منگوا سکتے ہیں۔ موجودہ ایران میں یہ سب غیر قانونی کام ہے۔

ایران کے دار السلطنت تہران میں پانچ لاکھ سنی آباد ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وہاں انھیں اب تک اپنی مسجد بنانے کی اجازت کیوں نہیں ملی۔ جب کہ اسی سرزمین پر مسیحیوں کے (۱۱۲) گرجے صلیب کی پرستش کرانے میں، ہندوؤں کے دو مندر پوجا پاٹ میں، اور یہود کے دو سینیگال اپنے مراسم عبادت میں، اور مجوسی کے دو آتش کدے شب وروز آگ کی پرستش میں آزاد ہیں۔ کیا سبب ہے کہ سنی مسلمانوں کو اپنی ایک بھی مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ شاہ کے زمانے تک سنی مسلمان عیدین کی نماز ایک پارک میں پڑھا کرتے تھے۔ اور خمینی صاحب کے دور میں وہاں اس موقع پر فوجی پہرہ بٹھا کر سنیوں کو عیدین کی نماز سے روک دیا گیا، اب آپ ہی بتائیں کہ سنی مسلمانوں کو سجدہ گزاری کے لیے، تہران کی سرزمین کیوں تنگ ہو رہی ہے، اور انھیں اپنے دینی واسلامی معمولات سے چھڑا کر

جس راہ پر لگایا جا رہا ہے، وہ کس اسلام و ایمان کی راہ ہے؟ اور اسلامی جمہوریہ ایران کے مظلوم سنیوں کے لیے جو دفعات مرقوم ہیں، دنیا کے کسی بھی جمہوری ملک کی حقیر اقلیت کو جو حقوق میسر ہیں، کیا ایران کے اہل سنت اس کا عشر عشیر بھی پا رہے ہیں، تو یہ کہ جبر اور ظلم سے ان پر رافضی اور شیعیت مسلط کی جا رہی ہے۔ ان کی نسلوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے، اور سجدۂ حریت کے لیے انہیں زمین میسر نہیں۔

پھر بتائیے کہ کہاں ہے الثورۃ الاسلامیۃ (اسلامی انقلاب)؟ اور کدھر ہے اسلامی جمہوریت؟ ان سیاسی خطوط سے پرے ہٹ کر موجودہ ایران کا جائزہ لیں، اور اسے اس کے محرک اول کے آئینے میں دیکھیں تو آپ کو جناب خمینی ایک نہایت غالی رافضی اور شیعہ نظر آئیں گے۔ جیسا کہ ان کی اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما، صحابۂ کرام اور امہات المومنین پر اپنی تبرائی زبان میں کیا کچھ نہیں لکھا ہے؟ اس کا تفصیلی جائزہ ہمارے مقالے ''قرآن اور صحابہ، امام خمینی کی نظر میں'' اور ''خمینی مودودی قدر مشترک'' اور ''ایرانی قائد کے عقائد'' میں لیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ خمینی صاحب کی ایک نہایت دل آزار تقریر جس کا ذکر مصنف ''خمینی ازم اور اسلام'' نے کیا ہے۔ خمینی صاحب نے کہا ہے۔

> دنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی قوتوں میں ہماری طاقت اس وقت تک تسلیم نہیں کی جائے گی، جب تک ہم مکہ اور مدینہ پر قابض نہ ہوں۔ اور میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا، تو سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے میں پڑے ہوئے دو بتوں کو نکال باہر کروں گا۔

معاذ اللہ صد ہا معاذ اللہ، افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر، فاروق اعظم

رضی اللہ عنہما کو بُت کہہ دیا۔اس کے علاوہ جناب خمینی نے اپنی تقریر میں انبیا اور صحابہؑ کی شان میں متعدد گستاخیاں کی ہیں۔ایک بار ایرانی فوج کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

> ایرانی فوج نے ایسی بے مثال قربانیاں دی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہؑ کرام نے بھی ایسی قربانی پیش نہیں کی۔ کیونکہ کفار کے ساتھ لڑائی میں جب آپ اپنے رفقا کو بُلاتے تھے، تو وہ حیلے بہانے کرتے تھے۔ جب کہ میری افواج اشارۂ ابرو پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتی ہیں۔

(خطبہ جمعہ قم بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی ۲/۱۱/۱۹۸۲ء)

ان اہانتوں، گستاخیوں، اور اسلام دشمن افکار وعزائم سے واقف ہونے کے بعد کون غیرت مند مسلمان ایرانی حکومت اور خمینی ازم کو اسلامیت کا نام دے سکتا ہے، اور اس سے وابستہ رہ سکتا ہے۔ مجھے باور نہیں کہ ہندوستانی اہل علم اور ان حضرات کے عقائد اور اسلام دشمن نظریات سے کوئی ناواقف ہوگا۔ممکن ہے بے خبری میں کوئی ان کے تعارف کرانے والوں کے فریب میں بھی آ گیا ہو تو اسے خبردار ہو جانا چاہیے۔

لہٰذا میں آپ سے نہایت دردمندی کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ آپ خود کو ان دین فروش لوگوں میں شامل نہ کریں، جنھوں نے دنیا کے چند سکوں کی خاطر اپنے ایمان واسلام کا سودا کرلیا ہے۔غیرت منداہل ایمان ہر دور میں حق کی خاطر قربانیاں دیتے رہے ہیں۔ اور دنیوی و مالی مفادات کو اسلام و ایمان کے تقاضوں پر قربان کرتے رہے ہیں۔الحمد للہ! کہ ہمیں آبروئے اسلام اور سرمایۂ سنیت ہر دولت وعزت وشہرت سے زیادہ عزیز ہے، کاش آپ ان باتوں پر کان دھریں۔اور امام اہل سنت اعلی حضرت قدست اسرارہ کے نظریات کی پابندی

کریں، رب قدیر ہمیں حق وہدایت پر گامزن رکھے۔آمین۔

جیسا کہ اخبارات سے پتہ چلا ہے۔آپ کی صفائی کے بیانات تک اب ایرانی سفارت خانے کے توسط سے برآمد ہورہے ہیں۔اگر یہ صحیح ہے تو یہ ان لوگوں سے آپ کے گہرے مراسم کی علامت ہے۔ایسی تمام حرکتوں سے اجتناب اور براءت لازم ہے۔بصورت دیگر میں یہ چاہوں گا کہ مجھے خود سے الگ تصور کریں۔"

بدرالقادری غفرلہ ۱۷/۷/۱۹۸۸ء۔(ماہنامہ سنی دنیا بریلی، بابت اکتوبر ۱۹۸۸ء/صفر، ربیع الاول ص ۱۶، ۱۷)

حرم شریف میں ایرانی شورش

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر، بلاشبہ دنیائے گیتی پر بسنے والے ہر مسلمان کا برابر حق ہے، لیکن بنام اسلام حق کا سہارا لے کر، ان مقدس مقامات کی بے حرمتی اور پامالی کی اجازت کسی بھی فرد یا جماعت کو نہیں دی جاسکتی۔

حرم محترم جہاں خون بہانا حرام ہے، اس جا کوئی بھی مسلمان یا کوئی مسلم جماعت خونریزی کا تصور بھی نہیں کرسکتی، لیکن افسوس، صد افسوس! کہ اس سال دوران حج ایرانیوں نے مکہ کی مکرم و معظم دھرتی پر خونیں ڈرامہ رچا۔حرم کے تقدس کو لہو کے دھاروں سے اسلامی انقلاب کی قلعی کھول کر رکھدی، حرم کی سرزمین پر ایران کا یہ خونیں ہنگامہ اور قتل و غارت گری کا مظاہرہ سخت قابل مذمت ہے۔لیکن! حکومت سعودیہ کی بھی اس میں غفلت ہے، اس نے پہلے بھی ایرانیوں کو غیر اسلامی اور امن شکن مظاہرہ کی اجازت دی تھی۔

حج کے موقع پر دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے لاکھوں فرزندان توحید یہاں خدائے وحدہ لاشریک کی بندگی کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ، اپنی وحدت و

اجتماعیت، اور اسلامی شان وشوکت کا زمانہ کے سامنے، ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ مقام کسی سیاست کا سوانگ رچانے اور فتنہ وفساد کھڑا کرنے کی جا نہیں ہے۔

حکومت سعودی عرب کو چاہیئے وہ روئے زمین کے چپہ چپہ سے آنے والے حجاج کرام کی (ان کے عقیدہ کے مطابق انہیں مذہبی فرائض اور رسومات ادا کرنے کی) آزادی میں کوئی خلل نہ ڈالے۔ ساتھ ہی ساتھ ایسے خاص موقع پر وہ عالم اسلام کے انتشار و افتراق کو دور کرنے، مسلمانان عالم کے مسائل کو حل کرنے، اور دنیا میں مسلمان کہیں بھی آباد ہوں انہیں ان کی دھرتی اور ان کے مسلک میں آبرومندانہ اسلامی زندگی گزارنے کے سلسلہ میں حوصلہ، اور مدد و تعاون دے، اور عالم اسلام کے نمائندے اس موقع پر مل بیٹھ کر عالم اسلام کے مسائل کا حل تلاش کریں۔ امریکی، روسی، یوروپی، یا دوسروں کی تہذیب و کلچر اور فکر ونظر و تعلیم و فیشن کو چھوڑ کر، ان سے ہٹ کر نہ صرف سعودیہ بلکہ دنیائے اسلام میں ہر جگہ صحیح اسلامی نظام کے فروغ کی راہ تلاش کریں، تاکہ مسلمانان عالم اپنی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کو حاصل کر کے، ہر جگہ باوقار اور کامران زندگی گزار سکیں۔

حکومت سعودیہ کو مکہ و مدینہ میں اسلامی کلچر و تعلیمات کے فروغ اور حقیقی اسلامی نظریات کی تبلیغ واشاعت کے لیے، اسلامک اکیڈمی، یا اس طرح کا کوئی تبلیغی و اشاعتی مرکز، یا ادارہ قائم کرنا چاہیئے، اور اسلاف کرام کی یادگاروں کو مٹانے کے بجائے انہیں قائم رکھنا چاہیئے، تاکہ زمانہ کے سامنے سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والتسلیم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کا سچا اسلام کھل کر آجائے، اور ہم فخر کے ساتھ نعرے بلند کر سکیں۔

اسلام زندہ باد! دین فطرت پائندہ باد!!

(عبدالنعیم عزیزی، اداریہ ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۳، بابت ستمبر، ۱۹۸۷/۱۴۰۸ھ)

حرم جائے شر وفساد نہیں:

تقدس حرم محترم وعظمت کعبہ مقدسہ کی حفاظت سارے مسلمانان عالم کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔اس لئے کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس کروڑوں اسلامیان ہند کے نمائندہ وترجمان کی حیثیت سے حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت، اوران کے پائدار امن وانتظام سے متعلق مندرجہ ذیل تجاویز ومطالبات پر مشتمل، ایک ہندوستان گیر تحریک شروع کرنے جارہی ہے، جس کے ابتدائی پروگرام کی تفصیلات اخبارات کے ذریعہ، جلد ہی مسلمانان ہند کو معلوم ہو جائیں گی۔

(۱) کتاب وسنت پر مبنی نظام حکومت وسیاست کو فروغ دینے اور اس کے لازوال اخلاقی واقتصادی اور تجارتی اصولوں کو رائج کرنے کے لیے، مکہ مکرمہ میں ایک بین الاقوامی مرکز تعمیر کیا جائے، جو شرق وغرب کی مسلم تنظیموں، تحریکوں، اور اداروں کے لئے ،دعوت وتبلیغ وتجارت وسیاست کا دنیا کی ہر قابل لحاظ زبان میں ایک لائحہ عمل مرتب کر کے ان کی فکری قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دے۔

(۲) پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وسیرت کا ہر گوشہ اجاگر کرنے ،اور عالم انسانیت کو آپ کی ذات مقدسہ سے وابستہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کے وسیع وعریض علاقے میں "مدینۃ الرسول" کے نام سے ایک عظیم الشان و پرشکوہ مرکز تعمیر کیا جائے ،جو سیرت واخلاق محمدی کو عام کرنے کی خدمت میں شب وروز مصروف رہے۔

(۳) حجاز مقدس چونکہ عالم اسلام کا دینی وروحانی وطن ہے، اس لیے اس کے مذہبی امور ومعاملات کی انجام دہی وخدمت حرمین شریفین کے لئے عالم اسلام کے ممتاز ومستند علماء ومشائخ کرام ودانشوران اسلام پر مشتمل "موتمر عالم اسلامی" کی تشکیل کی جائے، جس میں سارے ممالک اسلامیہ کی مکمل نمائندگی ہو۔

(۴) خلافت راشدہ کے طرز پر شورائی بنیادوں پر حجاز مقدس میں اسلامی نظام حکومت کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔اور انتظامی شعبوں کی ذمہ داریاں اہل حجاز کو سپرد کی جائیں۔

(۵) ۱۹۲۵ء میں آل سعود کے ہاتھوں مسمار شدہ مساجد و آثار اسلامیہ کی تعمیر جدید کا فوراً انتظام کیا جائے۔

(۶) تفسیر ابن کثیر، دلائل الخیرات، قصیدۂ بردہ اور کنزالایمان وغیرہ پر عائد پابندی فوراً ختم کی جائے۔

(۷) حجاج وزائرین اپنے ساتھ جو تراجم و تفاسیر و کتب مسائل حج و زیارت لے جاتے ہیں، ان پر لگی ہوئی پابندی اٹھائی جائے۔

(۸) اختلاف مسلک کی بنیاد پر حجاج وزائرین کو پریشان کرنے، اہانت آمیز برتاؤ کرنے، اورانہیں بیجا طور پر گرفتار کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔

مکہ مکرمہ میں حجاج کے قیام کا حکومتی سطح پر مفت انتظام کیا جائے۔اور حج وسفر حج سے متعلق کسی طرح کا ٹیکس نہ لیا جائے۔

استعماری وصہیونی دشمن طاقتوں کے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ اور آلۂ کار بننے کی موجودہ روش فورا چھوڑ دی جائے۔اور جبر واکراہ کے ساتھ کچھ مخصوص افکار ونظریات کو مسلمانان عالم پر مسلط کرنے کی کوششوں سے بازرہ کر سعودی حکومت اس اسلامی طرز زندگی کو اختیار کرنے کی کوشش کرے م، جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین واہل بیت اطہار وصحابہ کرام وتابعین واسلاف کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

(از: علامہ یسین اختر مصباحی ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۳۳، ۳۴ بابت ستمبر ۱۹۸۷ء)

تاج الشریعہ کا ایرانی حکومت کو احتجاجی مکتوب

مکہ شریف میں ایرانی حجاج کے ذریعے اس بھیانک سانحہ پر حضرت تاج الشریعہ نے ایرانی حکومت بالخصوص مولانا آیت اللہ خمینی اور حکومت سعودیہ کو سخت احتجاجی مکتوب تحریر کیا، اس خط کے علاوہ نظم کے ذریعے بھی حضرت نے اپنے جذبات اور احساسات کو قلم بند کیا ہے، اور تنبیہ کی ہے کہ مقدس سرزمین پر اس طرح کا سانحہ کا پیش آجانا عالم اسلام کے لیے سودمند نہیں ہے، اس لئے ایسے تخریبی عمل کو روکا جانا چاہیے۔ حضرت کا مکتوب درجہ ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم و علی آله الکرام و صحبه العظام أجمعین و من تبعهم باحسان الی یوم الدین و بعد فانا لغرب عن أسمنا البالغ و ـــــالشدید علی ما جری من غوغاء ایران و اوبشها المشهورین عن انتهاك حرمة بلد الله الأمین الذی جعله الله سبحنه و تعالیٰ وما آمنا و جعله متابة الناس و امنا والذی شمل فیه الامان من الرحمن الانان و الحیوان فلا یحوز فی حدود حرمه سبحنه و نعالیٰ الاشارة الی صید فضلا أن یتعرض له بالقتل و اذا کان مباح الصید فی حرم الله محرما و تتکا لحرمة البلد الأمین فماظنك أیها المسلم بالاعتداء علی الأبریاء بشئی الواع الانبیاء أو یقع فی خلد مسلم أو یحضر بباله أم یجرء علیه مؤمن باشر الایمان قلبه و تجلبب الخوف و استشعر الفتوی و عظم حرمات سبحنه کلا لیس هذا من شیمنه المسلم والمسلم عنه بریٔ ولذا بنرء الی الله سبحنه و تعالیٰ مما صدر من الایران عن ـــــلحارم الله واعتداء حدوده و اشارة الأدب

الى بلد الله الأمين مكة الحرام فى الشرر الحرام الذى لا رفع فيه ولا فسوق ولا جدال فيه و لم۔۔۔أن نأخذ الحكام بالحزم والحيطة فلا لشمح برفع الأموات بشعارات سياسية ولا نأذن بحمل صورة الخميني ولا غيره فان صورة ذى روح حرام افتناء ها شرعا و النمع المظاهرات السياسية منعاباتا محافظه على قدسة البلد الطاهر وفيا ما بالواجب قبل الحرم المحترم فان امرال أشال هولاء ۔۔۔۔۔و يوذى الى ما لا محمد عضاه والله بقول الحق و يهدى السبيل۔

الفقير الى رحمة ربه الغنى محمد اختر رضا خان الازهرى القادرى غفرله.

ترجمہ: مکہ مکرمہ میں ایرانی غنڈوں نے جو شور شرابہ اور ہنگامہ برپا کر کے شہر مقدس کی حرمت کو پامال کیا، اس پر ہم اپنے گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ جہاں انسان وحیوان دونوں کو اللہ کی طرف سے امان حاصل ہے۔ اور حدود حرم میں کسی شکار کی طرف اشارہ کرنا بھی منع ہے، چہ جائیکہ اس کا شکار کیا جائے۔ جب حرم پاک میں حلال شکار بھی حرام ہو جاتا ہے، اور بلد امین کی بے حرمتی سمجھی جاتی ہے، تو وہاں معصوم و بے گناہ لوگوں پر ظلم وتشدد، اور ایذا رسانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی بھی مسلمان کے دل میں ایمان اور خوف خدا باقی ہے، وہ اس طرح کی حرکت ہرگز نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، تو نہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے، اور نہ ہی مسلمان سے۔

ایرانیوں نے حرم پاک اور مقامات مقدسہ کی جو بے حرمتی کی ہے، اس پر ہم اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور سعودی حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عقل وتدبر سے کام لیں، اور سیاسی نعرہ بازی، اور خمینی وغیرہ کی تصویر آویزاں کرنے کی قطعاً اجازت نہ دیں، کیونکہ کسی ذی روح کی تصویر کا رکھنا شرعاً

بھی جائز نہیں۔اور حرم پاک اور مقامات مقدسہ کی حرمت کی خاطر سیاسی ہنگامہ آرائی، اور کسی قسم کے مظاہرہ پر پابندی عائد کر دیں، کیونکہ اس قسم کے تخریب کاروں کے ساتھ نرمی و مروت برتنے سے مزید فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔اللہ حق کے ساتھ ہے،اور وہی سچا رہبر ہے۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

صدر آل انڈیا ریاستی جمعیۃ العلماء، محلہ سوداگران رضا نگر بریلی شریف

سعودی حکومت کا انتہائی نامعقول فیصلہ:

از: مولانا محمد سعید جیلانی کانپوری

سعودی عرب کی حکومت نے یکم شوال سے قبل اپنی حدود مملکت میں، عازمین حج بیت اللہ شریف کے داخلے کی ممانعت سے متعلق جو فیصلہ کیا ہے، وہ بہت ہی ہیجان خیز اور اشتعال انگیز ہے،اس کے بارے میں کم سے کم اور ہلکے سے ہلکا لفظ بھی استعمال کیا جائے تو وہ "نامعقول" ہی ہوسکتا ہے، اس فیصلہ سے عالم اسلام، اور تمام اسلامیان عالم کے دینی اور مذہبی جذبات کو سخت صدمہ پہنچا ہے، اوران میں اضطراب و بے چینی کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔

کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت اور محض نام کے مسلمان کا دل بھی اس پاکیزہ تمنا، اور مقدس آرزو سے شاید ہی محروم ہوتا ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے وہ مبارک دن لائے، جب ہم اپنی زندگی کے بیش تر لمحات کو اس مقدس دیار میں بسر کر سکیں، جو انوار و تجلیات الٰہی نبی رحمت شفیع امت علیہ الصلوۃ والتحیت اور ان کے فدا کاروں و جاں نثار صحابۂ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات سے مالا مال ہیں، اور جہاں کے خار بھی پھولوں سے خوش تر ہیں۔

جسے خدائے بزرگ و برتر حج وزیارت کی توفیق عطا فرماتا ہے، تو وہ اپنی بیدار بختی اور خوش نصیبی پر ناز کرتا ہے، اور یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرتا

ہے کہ رمضان المبارک کے مقدس ایام، اسی دیار پرانوار میں گزارے۔ چنانچہ عام طور پر خواہش اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان جہازوں سے سفر حج کیا جائے۔ جو رمضان شریف سے قبل دیار حرم میں پہنچا دیں، سعودی حکومت کے اس فیصلے کے بعد کسی بھی عازم حج بیت اللہ کے لئے رمضان شریف کا مبارک مہینہ اس مقدس دیار میں گزارنا ممکن ہی نہیں رہ جائے گا۔

اسلامی عقیدے کی رو سے، دُنیا کے تین انتہائی اہم محترم اور مقدس مقامات مسجد الحرام، (مکہ معظمہ) مسجد نبوی (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) ہیں۔ آخر الذکر تو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ملک اسرائیل کی حد میں ہے، وہاں تک پہونچنے میں جو مشکلات اور دشواریاں پیش آسکتی ہیں، وہ تو ظاہر ہیں۔ لیکن خوش قسمتی سے اول الذکر دو مقامات مقدسہ سعودی عرب میں واقع ہیں۔ سعودی حکومت محض ان مقدس مقامات کے محافظ نگراں کی حیثیت رکھتی ہے، اسے کبھی یا کسی قیمت پر یہ حق حاصل رہا ہے اور نہ ہوگا کہ وہ کسی وقت بھی صاحب اسلام و ایمان کو ان مقدس فیوض و برکات سے استفادہ کرنے کے حق سے محروم کرے۔

حج بیت اللہ شریف اور زیارت مسجد نبوی و روضۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے حاضری دینے والے مسلمان حاجی رقم خرچ کر کے جاتے ہیں، اور نہ صرف اپنا ہی کھاتے پیتے ہیں، بلکہ سعودی حکومت سے کچھ لینے کے بجائے مختلف قسم کے ٹیکس وغیرہ کے ذریعہ اس کے خزانے میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔ پھر اسی قسم کی غلط اور غیر ذمے دارانہ اور نا معقول بندش پر اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمانان عالم کو ثواب سے محروم کرنے کی ایک مجرمانہ سازش سے کام لے رہی ہے، ہم سعودی حکومت کی اس حرکت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، اور سارے اسلامیان ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے، اپنی حکومت سے درخواست

کرتے ہیں کہ وہ ہماری صدائے احتجاج سے سعودی حکومت کو باخبر کرتے ہوئے، اسے مجبور کرے کہ وہ اپنے اس مکروہ، و مذموم، دل آزار اور قابل نفرت فیصلے کو واپس لے لے۔ جس کے ذریعے یکم شوال سے پہلے، دیار عرب میں عازمین حج بیت اللہ شریف کے داخلے پر بندش عائد کر دی گئی ہے، اور اس طرح مسلمانان عالم کو ان کے مذہبی امور سے محروم کر کے ان کی حق تلفی کا انتظام کیا ہے، جسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے۔

عالم اسلام کا احتجاج:

مرکزی حج کمیٹی بمبئی کے پریس نوٹ کے مطابق، حکومت سعودی عرب نے یہ عجیب اور ساتھ ہی ہر لحاظ سے انتہائی افسوس ناک فیصلہ بلا کوئی وجہ ظاہر کئے کیا ہے، کہ یکم شوال (ماہ عید) سے پہلے کسی حج ویزا پر سعودی عرب میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے گی۔ نہ بحری جہازوں، نہ ہوائی جہازوں سے، اور حاجیوں کے سعودی عرب میں داخلے کی آخری تاریخ ۲ تا ۴ ذی الحجہ ہوں گی۔

اس فیصلے کے معنی یہ ہوئے کہ سعودی عرب میں حاجیوں کی آمدورفت یکم شوال سے ذی الحجہ کی ۲ تا ۴ تاریخ تک محدود رہے گی۔ معمول کے مطابق رمضان سے قبل بحری جہاز سعودی عرب حاجیوں کو نہ لے جاسکے گا۔ حاجیوں کو لے جانے والا مغل لائن کے جہاز اس پابندی کے بعد صرف تین تین بار جاسکیں گے۔ اس لئے ہندوستان سے جانے والے حاجیوں کی تعداد بھی گھٹ کر صرف نو ہزار نو سو اکیس رہ جائے گی۔ اس طرح پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کے حجاج کی تعداد میں غیر معمولی تخفیف ہو جائے گی۔ حج کمیٹی نے اس صورت حال کے پیش نظر حکومت ہند سے استدعا کی ہے کہ وہ ہوائی جہاز سے عزم حج کرنے والوں کی تعداد میں اتنا اضافہ منظور کرے، کہ پچھلے سال (۱۹۸۱ء) کی طرح امسال بھی ہندوستان کے ۲۶ ہزار عازمین حج، حج سے مشرف ہوسکیں۔

حکومت سعودی عرب بلا شبہ ایک مسلم مملکت ہے، وہاں کے علما کی رائے حکومت کے امور انتظام میں بھی اہمیت رکھتی ہے، حج جو مسلمان کی زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس پر اس قسم کی پابندی لگانا احکام شرع کی رو سے قطعاً نا روا ہے، اور اس میں کسی اسلامی فرقہ میں قطعاً اختلاف نہیں ہے۔ یہ تازہ پابندی آیت قرآن و من اظلم ممن منع مساجد اللہ الخ کے تحت ساری اسلامی دُنیا کی طرف سے انتہائی قابل احتجاج ہے، امید ہے کہ جملہ مسلم ملکوں، اور ایسے ملکوں، جہاں اگر چہ مسلمانوں کی حکومت نہیں، لیکن وہاں سے ہر سال حاجی پابندی سے جاتے رہتے ہیں، کی طرف سے سرکاری سطح پر حکومت سعودی عرب کو پرزور الفاظ میں توجہ دلائی جائے گی، کہ وہ اپنے اس فیصلہ پر جس کی کوئی مثال موجود نہیں، نظر ثانی کا اعلان بلا کسی تاخیر کے کرے گی، اس طرح ان علمائے کرام سے جو سعودی حکومت میں دخیل ہیں، اور جن کی رائے کو وہاں کے حکمراں ہمیشہ خصوصی اہمیت و وقعت دیتے چلے آئے ہیں، اس بارے میں اپنے فرض کو محسوس کر کے حکومت سے اس کا فیصلہ تبدیل کرائیں گے۔

حدیثوں میں ماہ رمضان حجاز کے مقدس ترین شہروں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں، گزارنے کا غیر معمولی ثواب بتایا گیا ہے۔ اس بنا پر اس گزرے زمانہ میں بھی جسے دور فتن یا دور فتن کی تمہید کہا جا سکتا ہے، اب بھی مسلمانوں، خصوصاً اس برصغیر کے مسلمانوں میں، ایسے بے شمار مرد و زن موجود ہیں جو مذہبی جذبات کے زیر اثر رمضان کا مبارک مہینہ، سرزمین حجاز میں گزارنے کو، اپنی زندگی کی بہترین سعادت سمجھتے ہیں۔ حکومت سعودی عرب نے اچانک بہ یک جنبش قلم اپنی اس عائد کردہ پابندی سے ان کو اس سعادت عظمیٰ سے محروم کر کے ان کے قلوب کو سخت ترین صدمہ پہنچایا ہے، اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس ''نادری حکم'' اور ناروا پابندی کے حق میں، اس طرح کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ حاجیوں کے

قبل از وقت وہاں پہونچ جانے سے وہاں وبائی اور دوسری بیماری پھیل جانے کا خطرہ ہے، یا ان کے اس طرح پہنچ جانے اور قیام کرنے سے وہاں کچھ نا قابل معاش مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، یا ان حج کرنے والوں سے وہاں کی حکومت کو کوئی سیاسی خطرہ لاحق ہے، کچھ عرصہ قبل زمانہ حج میں خانہ کعبہ میں چند بھکے ہوئے فاترالعقل افراد نے بغاوت کی، جس افسوسناک حرکت کا ارتکاب کر کے خانہ کعبہ کی حرمت میں کھلی ہوئی خلل انداز کی تھی، وہ سب کے سب باہر کے عازمین حج نہیں تھے، اسی سرزمین کے باشندے تھے۔ اور اس سال حج میں مولانا خمینی کے نام ہوا، اور بعض عازمین حج نے جس قسم کا غلط سیاسی مظاہرہ کیا، اس کی سزا ساری اسلامی دُنیا خصوصاً برصغیر کے عازمین حج کو دینا کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ اتنے اہم مسئلے میں حکومت ہند، حکومت پاکستان اور حکومت بنگلہ دیش، تینوں حکومتیں سعودی عرب کو جس کے ساتھ ان ہر سہ ملکوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ توجہ دلائیں گی کہ وہ اس ناروا پابندی کو جو اس سے پہلے کبھی عائد نہیں کی گئی تھی، ہٹا لے۔ اور دوسرے مسلم ممالک خصوصاً انڈونیشیا جہاں سے ہر سال عازمین حج بہت بڑی تعداد میں، دیار حبیب کا رُخ کرنے اور فریضہ حج کی ادائیگی کو زندگی کا سب سے بڑا کام سمجھتے ہیں۔ کی حکومت سعودی حکومت کے ارباب حل وعقد کو اس شدید نا انصافی کے ازالے پر توجہ دلائے گی۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ص ۵ تا ۷ بابت مئی ۱۹۸۲ء / رجب ۱۴۰۲ھ)

سعودی سفیر سے دس سوالات

(۱) ایرانی حجاج وزائرین کے مظاہروں ونعروں کو تقدس حرم کے خلاف سمجھنے کے باوجود، حکومت سعودی عرب نے پہلے ہی سال ان پر پابندی کیوں نہ عائد کی؟

(۲) سرزمین نجد وحجاز میں المملكة العربية السعودية کے نام سے قائم ہونے والی شخصی وخاندانی حکومت، خلفائے راشدین کی سنت ہے، یا قیصرو کسریٰ کی یادگار؟

(۳) حکومت آل سعود دینی مناصب اور عہدوں کے لئے آل شیخ (خاندان شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی) کو ہر شعبے میں ترجیح کیوں دیتی ہے؟

(۴) درعیہ (متصل ریاض) جو آل سعود کا آبائی وطن ہے، اسے پورے سعودی عرب کا سب سے اہم سیاسی وسفارتی مقام بنانے کی بنیاد، اور اصلی وجہ کیا، ہے؟

(۵) نجدی وحجازی عوام کی جانب سے کسی طرح کا کوئی دینی اجتماع واجلاس سعودی عرب کے کسی شہر یا کسی قریہ میں منعقد کرنے پر، موجودہ حکومتِ آل سعود نے پابندی کیوں عائد کر رکھی ہے؟

(۶) سعودی حکمرانوں نے بعض انتظامی امور میں شرکت ومشاورت کے لئے نجدی وحجازی قبائل پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کی تشکیل کا جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کرنے کے لیے اب تک کیا اقدامات ہو چکے ہیں؟

(۷) ملک ابن سعود نے ۱۹۲۴ء میں عالم اسلام سے جو زبانی وتحریری وعدہ کیا تھا، کہ حجاز کے مذہبی امور ومعاملات کی نگرانی کی ذمے داری، عالم اسلام کے منتخب علمائے کرام کے سپرد کردی جائے گی، اس کی اس طویل عرصے میں اب تک تکمیل کیوں نہ ہو سکی؟

(۸) ملک ابن سعود نے ۱۹۲۴ء میں یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ حجاز مقدس کے انتظامی امور ومعاملات ایک عام انتخاب کے ذریعے اہل حجاز کے حوالے کر دئے جائیں گے۔ یہ وعدہ بھی اب تک تشنۂ تکمیل کیوں ہے؟

(۹) عالم اسلام کے ممتاز شیوخ وعلما (بشمول علما وقائدین خلافت کمیٹی و جمعیۃ العلماء ہند) کے اصرار کے بعد ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء تک ابن سعود کی دعوت پر "مؤتمر عالم اسلامی" کے متعدد اجلاس ہوئے، لیکن ۱۹۲۶ء ہی میں ابن سعود کے

اعلانِ ملوکیت وشہنشاہیت کے بعد، اس مؤتمر عالم اسلامی کو بے اثر، اور بے دخل کر کے ''رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ'' کو وجود بخشنے کی کوئی معقول وجہ؟

(۱۰) بیش تر نجدی وحجازی عوام بالخصوص اہل مکہ ومدینہ حکومت آلِ سعود کی سخت گیر پالیسیوں سے نالاں و بیزار ہیں۔لیکن عوامی انتخاب یا مشاورت اصحاب رائے کا سعودیہ میں کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے، وہ انتخاب و استصواب رائے کی بے پناہ خواہش کے باوجود مجبوراً خاموش اور مہر بلب ہیں۔عوام کے ان رجحانات اوران کی خواہشات کو پس پشت ڈالنے، اور جمہوری و شورائی نظام اسلام سے گریز کرنے کا کوئی جواز؟

یسین اختر مصباحی۔نائب صدر کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس

۸۸۔اسٹریٹ نمبر۱۴۔ذاکرنگر۔نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

لا سعودية لا ايرانية۔ اسلامية اسلامية

ایرانی سفیر سے دس سوالات:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے، فضائل ومناقب بیان کرنے والے سنی علما وائمہ ایران کو سیاسی وسماجی طور پر پریشان کرنے، یا شیعہ واعظین، وذاکرین ایران کو ان خلفائے ثلاثہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے کی، آپ کی حکومت نے اجازت دے رکھی ہے؟ یا ایسا کوئی عمل آپ کے نزدیک جائز ہے؟

(۲) تہران کے اندر کسی سنی مسجد کے نہ ہونے کا یہ جواز پیش کرنا کہ وہاں کی ہر مسجد سنی بھی ہے، اور شیعہ بھی، اگر درست ہے تو یہ بتایا جائے کہ وہاں کے ائمہ مساجد میں کتنے فیصد سنی امام ہیں؟

(۳) غالب سنی آبادی کے علاقۂ کردستان میں سنی مدارس کی تعداد، اور حکومت ایران کی جانب سے انہیں دی جانے والی سہولیات کا تناسب کیا وہی ہے

جو کسی غالب شیعی اکثریت کے صوبے میں ہے؟

(۴) ایران میں سنی وشیعہ کے درمیان اگر کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تو کیا حکومت ایران مسلم ممالک کے سنی علما و قائدین پر مشتمل وفود کو یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ ایران کے سنی علما سے، کسی روک ٹوک کے بغیر بذاتِ خود ملکر ان کے معاملات ومسائل کو سمجھ سکیں؟

(۵) جارح کے تعین کے پس پردہ یہ عزم تو کارفرما نہیں کہ کربلائے معلیٰ و نجف اشرف تک پہنچ کر ایرانی حکومت، ان مقدس مقامات پر اپنا انتظامی کنٹرول چاہتی ہے؟

(٦) سانحۂ مکہ مکرمہ (۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء) کو آپ منتقم حقیقی کے حوالے کر کے صبر وشکر کا مظاہرہ کیوں نہیں کرتے؟ بحالتِ موجودہ قصاص وانتقام کی بات کرنا، ایران وسعودی عرب کے درمیان حکومتی سطح پر کیا مزید اختلاف وانتشار کا باعث نہیں؟ اور اس کے مضر اثرات عالم اسلام پر نہیں پڑیں گے؟

(۷) مولانا آیت اللہ خمینی کی تصویر کے ساتھ حدودِ حرم میں ہونے والے احتجاج کے جواب میں آپ نے، تصویر کے عدم استعمال کے سلسلے میں کوئی واضح بیان کیوں نہیں دیا؟

(۸) حکومتوں اور بین الاقوامی تنظیموں کے وفود، جو تہران جا کر ایرانی ذمہ داروں سے صلح وامن کے موضوع پر گفتگو کر کے جنگ ایران وعراق کو ختم کرنا چاہتے ہیں، ان میں سے بعض وفود کو اس کا موقعہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ ملاقات و تبادلۂ خیالات میں کون سی شرعی قباحت ہے؟

(۱۰) اندرون ملک اپنے سیاسی مخالفین کی بے جا زبان بندی، یا ان پر کسی طرح کے جبر وتشدد کو اگر حکومتِ ایران روا رکھتی ہے، تو آل سعود کی شاہی و خاندانی حکومت، اور آپ کی جمہوریت میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے؟

علامہ یسین اختر مصباحی۔ نائب صدر کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس

سعودی وایرانی سفرا کے نام علماء کا کھلا خط

عالیجناب فؤاد صادق مفتی صاحب سفیر مملکت سعودی عرب برائے ہند، دہلی

عالیجناب ابراہیم بہنام صاحب سفیر جمہوریۂ ایران برائے ہند، دہلی

بعد ما ہو المسنون! ۳۱/ جولائی ۱۹۸۷ء کو مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر جو خونیں حادثہ رونما ہوا، اس نے سارے عالم اسلام کو سخت قلبی و روحانی کرب واذیت سے دوچار کیا ہے، اور تقدس حرم کی پامالی کے اس المناک واقع پر اس کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔

ہندوستان کی مسلم تاریخ گواہ ہے کہ عالم اسلام کے جس خطے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، جب بھی کسی طرح کے ظلم وستم کا طوفان اٹھا ہے، اور صیہونیت وصلیبیت نے جب بھی کسی مسلم ملک کے خلاف سازش کی، یا اس پر کوئی حملہ کیا ہے، اس کا فکری واخلاقی دفاع کرنے میں ہندی مسلمانوں نے اپنی بے نظیر حمیت و غیرتِ ملی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ چنانچہ جنگ طرابلس و بلقان و فلسطین و لبنان وافغانستان وغیرہ کے دوران ان کا جو نمایاں کردار رہا ہے، اس سے آپ حضرات بھی اچھی طرح واقف ہوں گے۔

حرم محترم سے ہندی مسلمانوں کے تعلق خاطر، اور والہانہ محبت کا یہ عالم ہے کہ جس وقت حجاز مقدس ودیگر بلاد عرب میں پٹرول کی دولت کا کوئی نام ونشان بھی نہ تھا، اس وقت ان غریب ہندی مسلمانوں نے ہی، اپنی بساط کے مطابق ساکنان حجاز مقدس کے مالی تعاون وامداد کا شرف سب سے زیادہ حاصل کیا۔ علماو مشائخ کرام اور عام مسلمانوں کے علاوہ، یہاں کے مسلم نوابوں کو بھی ارض حجاز سے اتنا قلبی لگاؤ تھا کہ وہ اس کی ہر خدمت کو اپنے لئے وجہ سعادت اور ذخیرۂ آخرت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حیدرآباد، بھوپال، رام پور، لکھنؤ، جونا گڑھ، ٹونک وغیرہ

کی مسلم ریاستوں، اور وہاں کے مسلم اصحاب دولت وثروت کے تعمیر کردہ مسافر خانے وشفاخانے وغیرہ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ دونوں جگہوں پر درجنوں کی تعداد میں موجود تھے۔اوران کی بعض عمارتوں کا وجوداب بھی باقی ہے۔

اسی طرح ۱۹۲۳ء میں جب حرمتِ کعبۂ مقدسہ وگنبد خضرا پرآنچ آنے لگی ،اور شریف مکہ وابن سعود کے درمیان خون ریز تصادم کے بعد ۱۹۲۴ء میں حرمین شریفین پر جب آل سعود کا قبضہ ہوا،اس وقت بھی ''جمعیۃ خدام الحرمین'' اور'' خلافت کمیٹی'' وغیرہ کی جانب سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی ومولانا عبدالماجد بدایونی ومولانا محمد علی جوہر وغیرہم نے جو خدمات انجام دیں، وہ بھی صفحات تاریخ پر درج ہوکر زندۂ جاوید ہوچکی ہیں۔

بلکہ جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مفتی کفایت اللہ دہلوی نیز مولانا شبیر احمد عثمانی وشیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند ومولانا سید سلیمان ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ وغیرہ نے بھی اہل حجاز کوان کا حق دلانے ،اور تقدس حرم کی حفاظت کرنے کے لیے اپنی تجاویز ومطالبات پیش کرنے کے علاوہ ہندوستان سے حجاز مقدس کے کئی دورے بھی کئے۔اور ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ تاریخ بھی، اس حقیقت کی واضح نشاندہی کر رہی ہے کہ سانحۂ مکہ مکرمہ (۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء) سے سیاسی وواقعاتی لحاظ سے غیر متعلق ہونے کے باوجود سب سے زیادہ عوامی احتجاج انہوں نے ہی کیا۔جس کا سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔

اس وقت ایران وسعودیہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف پروپگنڈے کی مہم میں مصروف ہیں ،جس سے مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہو رہا ہے۔جب کہ فریقین (ایران وسعودیہ) کواس اعتراف حقیقت پر بہر حال مجبور ہونا پڑے گا کہ انہیں میں سے ایک فریق تقدس حرم کی پامالی کا باعث اور مجرم ہے۔اوراسے اپنے عالم اسلام کے سامنے اقبال جرم بھی کرنا پڑے گا۔اور کسی نہ

کسی دن اپنے عبرت ناک انجام سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔

اس لیے عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کی جانب سے ہمارا یہ مطالبہ بالکل صحیح اور حق بجانب ہے، کہ مختلف مسالک اسلام کے چند ممتاز علما و دانش وراں پر مشتمل ایک ''بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشن'' کا قیام عمل میں لایا جائے، جو اس پورے حادثہ کی دیانت دارانہ تحقیق کر کے عالم اسلام کو جملہ ضروری تفصیلات کے ساتھ، اپنی رپورٹ دے کر یہ فیصلہ کرے، اس حادثہ کا اصل مجرم کون ہے؟ ایک ہی فریق پر اس کی ساری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، یا دونوں فریق اپنی سیاست واقتدار کی توسیع ودفاع ہی کو ''تحفظ حرم'' کی بنیاد سمجھ رہے ہیں؟

''تحقیقاتی کمیشن'' سے متعلق سب سے پہلا مسئلہ ایران وسعودیہ کی ذمہ دارانہ رضا مندی وآمادگی کا ہے۔ اس کے بعد اس کمیشن کے افراد، دائرۂ کار، اور مدت کار وغیرہ کا تعین بہت آسانی سے ہوجائے گا۔

لہذا ہماری مخلصانہ ودردمندانہ اپیل ہے کہ اپنی اپنی حکومتوں کے سفیر ونمائندہ کی حیثیت سے اس کمیشن کے بارے میں ہماری معقول ومناسب تجویز کا مثبت جواب عنایت فرمایا جائے، تاکہ عالم اسلام کے سامنے حقیقت حال اچھی طرح واضح ہوسکے۔ کیونکہ اسے سعودی وایرانی پروپگنڈوں سے الگ ہٹ کر اس اصل مجرم کی تلاش ہے، جس نے تقدس حرم کو پامال کر کے آخرت میں اپنی ذلت ورسوائی کا سامان پیدا کیا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

(۱) محمد اختر رضا خاں ازہری (سرپرست بریلی شریف)

(۲) ارشد القادری (صدر) (۳) یسٓ اختر مصباحی (نائب صدر)

(۴) عبید اللہ اعظمی (سکریٹری جنرل) (۵) محمد ادریس بستوی (جنرل سکریٹری)

کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس ۸۸۔ اسٹریٹ نمبر ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تاج الشریعہ کے نام درد بھرا خط

بخدمت اقدس جناب حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری
محترمی السلام علیکم

۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء کے سانحۂ مکہ معظمہ سے متعلق کئی ذمہ دار اہل سنت دانشوروں کی، اور ایک شیعہ مسلمان مرزا جاوید مرتضیٰ (خلف جسٹس مرزا مرتضیٰ حسین سابق چیف جسٹس اور موجودہ لوک آیوکت یوپی) کی چشم دید رپورٹیں جو امریکہ، پاکستان، اور ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں۔

مکہ شریف میں بین المسلمین جو کچھ ہوا، اس کو مسلکی تعصب سے قطع نظر انصاف ورنگاہوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ ۵، سال سے جب ان ایرانی مظاہروں اور جلوسوں کی اجازت حکومت سعودی عرب دے رہی تھی، تو یقیناً خلاف حکم خدا و رسول کام کی اجازت دے رہی تھی۔ اور جب گزشتہ سال کے ایرانی مظاہرے وجلوس پر امن رہے تو امسال ظلم کی پردہ پوشی کے لئے مظلوم کی مفروضہ نیت بد کا بہانا نہیں تلاش کیا جا سکتا، جو کیا جارہا ہے۔ یہ حقیقت مشتہر ہی نہیں کی گئی کہ دس روز قبل ۲۱ر جولائی کو مدینہ منورہ میں بھی حکومت کی اجازت سے ایرانی ایسا ہی جلوس و مظاہرہ کر چکے تھے، جو پر امن رہا۔ اور مکہ کے مظاہرہ وجلوس کی اجازت دینے کے بعد اس پر حملہ کیا گیا۔

گزشتہ سالوں میں دورانِ حج، اہل سنت کے بزرگ ترین علما حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب جانشین مفتی اعظم ہند اور ان کے پہلے حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن کو سعودی حکومت نے کون سے احکام خدا اور رسول کی خلاف ورزی پر گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا؟ یا وہی مسلکی اختلاف سنیوں سے بھی تھا، جو شیعوں سے ہے، تیسرے مسلک کا؟

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے وقت سے یعنی اسلام سے، مسلک اہل سنت کے چاروں فرقوں کے چار مصلے خانۂ کعبہ کے چہار طرف بچھے تھے۔اور سنیوں کے شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی فرقے اپنے اپنے اماموں کے پیچھے جماعتیں کھڑی کیا کرتے تھے۔اس زمانے میں سنیوں کی حکومت حجاز پر تھی۔پھر جب خلفائے بنی فاطمہ کی ۲۵۰ ر سالہ شیعہ حکومت عالم اسلام پر قائم ہوئی تو وہ چاروں سنی مصلے باقی رکھے گئے، اور کوئی جعفری مصلیٰ بھی نہیں بچھایا گیا، دوبارہ جب سنی خلفا کی حکومت قائم ہوئی تو خانۂ کعبہ کا وہی نقشہ رہا، اور شیعوں کو حسب سابق اپنے طور سے عبادت کی آزادی تھی، جس طرح باغ کے رنگارنگ پھولوں سے چمن آراستہ ہوتا ہے، اس طرح گلشن اسلام میں شیعہ وسنی فرقے آزادی کے ساتھ پھل پھول رہے تھے۔اس تنوع میں وہ اتحاد تھا کہ مسلمان ساری مہذب دنیا پر حکمرانی کرر ہے تھے۔لیکن قریب ساٹھ سال ہوئے جب سعودی حکومت حجاز پر قائم ہوئی تو نہ صرف شیعوں کی مذہبی آزادی ختم کر دی گئی، بلکہ سنیوں کے بھی چاروں مصلے خانۂ کعبہ سے ۱۲ ر سوسال بعد جبراً اٹھا دیئے گئے۔سب کی جگہ نئے وہابی مسلک کا مصلیٰ چاروں طرف اور ہر طرف اب لگا ہوا ہے، اور ہر حاجی کو حکم ہے کہ وہابی معلم کی رہبری میں بتائے ہوئے طریقوں پر مناسک حج وعبادت ادا کرے، اور دو ہزار سات سو روپیہ معلم فیس بھی دے۔وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار پر، اہل سنت کے جید عالم دین حضرت مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں صاحب کو گزشتہ سال گرفتار کر کے جیل بھیج کر بعد میں بغیر (مدینہ تشریف کی زیارت) کرائے ہندستان واپس بھیج دیا تھا۔اب شیعوں کی طرف آئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر تا حال قریب ساڑھے تیرہ سو سال کا سلسلۂ خلافت اسلام بھی ختم کروا کے حجاز میں، پہلی بار بادشاہت کا قیام حضرت رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے اصولوں سے انحراف کر کے کرایا گیا۔اس وقت ہندوستان میں برادران اہل سنت نے زبردست احتجاج شاہی ابن سعود ختم کر کے خلافت اسلام واپس لانے کے لئے کیا تھا۔مولانا محمد علی اور مولانا حسین احمد مدنی نے قیادت کی، گاندھی جی اور کانگریس نے تحریک خلافت کی یادگار حمایت کی تھی، جو ہندوستان کی تاریخ آزادی کا جز ہے، لیکن مسلمانوں کی موجودہ نسل سے یہ حقایق آپ لوگ جانتے ہوئے بھی چھپائے ہوئے ہیں۔کسی مضمون یا تقریر میں نوجوان مسلمانوں کو یہ تاریخی حقائق نہیں بتائے جاتے کہ کبھی کروڑوں مسلمانان ہند نے متفقہ طور پر سعودی بادشاہت کے خلاف، تحریک خلافت بھی چلائی تھی۔

اسلام دنیا میں جمہوریت لایا تھا، ملوکیت اس کا برعکس ہے۔لیکن سعودیوں نے خلفائے اہل سنت کو معزول کرا کے اپنی خاندانی بادشاہت سے نہ صرف حجاز پر بلکہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی پر، اور مکہ معظمہ میں خانۂ کعبہ پر بھی حکومت قائم کر لی۔اور سنیوں وشیعوں کے پیشوایان دین کے مزارات جناب فاطمہ زہرا، اور حضرت عثمان غنی کے مزارات، اور بے شمار بزرگ اصحاب رسول کے مزارات، جنت البقیع میں شہید ومسمار کردیئے گئے۔دس سال ہوئے حضرت رسول اللہ کے والد حضرت عبد اللہ کی قبر اطہر بھی کھود ڈالی، اور خود رسول خدا کے مزار کو الھذا الصنم اکبر "یعنی وہ سب سے بڑا بُت ہے" کہہ کر کئی بار اس کو منہدم کرنے کی فکر کا اعلان کر چکے ہیں۔سعودیوں کا پھیلایا ہوا یہ تیسرا مسلک حقیقۃ شیعوں سے زیادہ سنیوں پر ظلم ڈھا رہا ہے بقول لے:

تو دوست کسی کا بھی ستم گر نہ ہوا تھا ☆ اوروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر نہ ہوا تھا

لیکن مسلمانان ہند سے یہ اہم حقائق ان کے چند رہبر ہی سعودی نوازی کے باعث چھپائے ہوئے ہیں، یہ تمام بے دینیاں اور مظالم نہایت دیانت اور خوش تدبیری کے ساتھ مغربی سامراجی اسلام دشمن طاقتوں کے پرفریب دماغوں

کی ایجاد ہیں، جو خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اسلام اور ملت کو تباہ کرانے کے لئے ساخت کی گئیں۔ مسلمانوں کو میٹھا زہر شربت کا گھونٹ بنا کر پلایا جارہا ہے، اور وہ خوشی خوشی پی رہے ہیں۔ ساری دنیا میں ملت اسلامیہ جیسا کہ مولانا اسعد مدنی نے اپنے بیان میں واضح کردیا ہے، ایک منصوبہ بند سازش کے تحت تباہ و برباد کی جا رہی ہے، آپ لوگوں کو اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ اتحاد کے نام پر افتراق نہیں پھیلایا جاسکتا، سعودی عرب کی خاطر ہم لوگ سامراجی اسلام دشمنوں کو برا کہنا بند نہیں کرسکتے۔ بالخصوص اس امریکہ کو جس کے زور پر فلسطین چھنا ہوا ہے، اسرائیل قائم ہے، اور قبلۂ اول قبضۂ مشرکین میں ہے۔

کامیاب مغربی مسلم دشمنی کارستانیوں کی تازہ ترین مثال ابھی ۷/ستمبر کو واشنگٹن سے امریکہ انٹیلی جنس (یعنی۔C۔I۔A۔) کا چھوڑا ہوا نیا شوشہ! نشر کی گئی خبر کی صورت میں یوں ہے:

واشنگٹن ۷ ستمبر، سعودی پولس کا ایرانی حاجیوں پر حملہ مکہ معظمہ میں کیا گیا، جب کہ ایرانی مظاہرین نے ایک سعودی پولس والے کا سر کاٹ کر لکڑی پر رکھ کر مجمع میں گھمایا تھا۔

اگر حقیقتاً ایسا ہوا ہوتا تو سعودی پولس مکہ میں حادثہ کے دن ہی یہ الزام لگاتی، لیکن ۳۸ دن بعد پہلی بار یہ من گھڑت کہانی امریکہ میں تخلیق کی گئی، سعودی پولس کو واشنگٹن سے یہ بتایا جارہا ہے کہ ”چونکہ تمہارے ایک پولس ساتھی کا سر کاٹ کے ایرانیوں نے لکڑی پر گھمایا تھا، اس وجہ سے تم نے مشتعل ہو کر چار سو ایرانیوں کو قتل کردیا“ اس مضحکہ خیز افسانے کو خبر بنا کر دنیا کے اخباروں نے ۸/ستمبر کو شائع کیا لیکن ہندوستان کے اردو اخباروں نے بھی اس امریکی خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ چھاپ کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو غلط طریقے سے ایران کے خلاف اور سعودیوں کے موافق مغالطہ میں ڈالا۔ آپ حضرات (مدیران) سے شکایت

ہے کہ آپ نے بھی مسلک پرستی میں حق بینی اور حق گوئی کرنے کی کوئی زحمت نہ کی۔ جب خود اپنی اقلیت شیعوں کے ساتھ آپ کا یہ رویہ ہے تو پھر یہی سلوک ہندوستان کے غیر مسلم فرقہ پرست افراد و خبارات مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں، تو آپ کیوں شکوہ کرتے ہیں؟

ماضی میں بھی جب عراق نے نئی انقلابی حکومت کی کمزوری دیکھ کر یکا یک حملہ کرکے، ایران کے وسیع علاقے چھین لئے تھے، اور تیل کی تنصیبات تباہ کردی تھی، تو نہ آپ حضرات نے عراق کو جارح قرار دیا، نہ جنگ بندی مانگی۔ پھر بھی ہم لوگوں نے یہ جانب داری نظر انداز کردی اور شکایت تک نہ کی، لیکن یہی رویہ برابر اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جو افراد کہیں سے مستفیض نہیں بھی ہو رہے ہیں، وہ بھی ایک مخصوص مسلک پرستی میں حق سے منحرف ہیں۔

جناب کو، اردو ایڈیٹران کو، اور زعمائے ملت کو یہ گشتی خط آخری صورت میں عاجز ہو کر لکھا جا رہا ہے! اگر اب ہندوستان میں ایک مخصوص مسلک کو فروغ دینا اتحاد المسلمین کا مطلب قرار پا رہا ہے، تو ہم لوگ مجبوراً ایسی تحریک اتحاد سے دست بردار ہو جائیں گے، لیکن اگر آپ مسلکی مفاد کو ترجیح نہ دے کر حق و انصاف سے مسلم مسائل پر نظر ڈالیں گے تو ہم لوگ اور زیادہ انہماک سے اتحاد بین المسلمین کو فروغ دے سکتے ہیں۔

آپ ملفوف رپورٹیں بغور پڑھیں، اور انصاف کریں! افسوس کا مقام ہے کہ مخالفین کعبہ کھلی دروغ گوئی کریں کہ ایک بھی گولی نہیں چلی، سب بھگدڑ میں مر گئے، اور آپ مسلمان ہو کر اس صریح دروغ گوئی سے چشم پوشی کرکے دروغ گو کا ساتھ دیں؟ محض اس لیے کہ مہلوکین شیعہ تھے، اور دروغ گو آپ کا ہم مسلک تھا؟ اگر آپ ایسا مسلکی عناد رکھیں گے تو پھر کیسی مشترکہ ملت اسلامیہ ہند، اور کیسا اتحاد المسلمین؟ جب آپ مسلمانوں کے بیچ حق و انصاف نہیں کر سکتے۔

جناب کا اور دیگر مسلم زعما کا جن کو یہ گشتی خط جارہا ہے، خاطر خواہ جواب نہ آنے پر، نہ صرف راقم الحروف بلکہ دوسرے شیعہ مسلم ممبر بھی تحریک اتحاد المسلمین سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گے، اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے، اور آل انڈیا مجلس مسلم دے دیں مجلس مشاورت سے استعفیٰ، پھر یہ جماعتیں آل انڈیا مسلم جماعتیں بغیر شیعہ مسلمانوں کے جو مسلم سماج میں ہر دور میں، اور ہر ملک میں ایک بڑی طاقت رہی ہیں۔ نہیں رہ سکیں گی۔ لہذا گزارش ہے کہ منصفانہ جواب سے سر فراز کر کے ممنون کریں۔ فقط۔ پرنس انجم قدر صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ۔

مکہ معظّمہ کا سانحہ:

مکرمی، ۳۱ رجولائی ۱۹۸۷ء کو حدود حرم میں وقوع پذیر ہونے والے سانحہ کی بازگشت ابھی بھی جاری ہے۔ مجھے اس سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی، اور ۳۱ رجولائی کو میں مکہ میں موجود تھا، اس سانحہ کے بارے میں جو باتیں میرے علم میں آئی ہیں، وہ پیش خدمت ہیں۔

(۱) مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ حج کو محض انفرادی عبادت کا ذریعہ ہی قرار نہ دیکر اس کے اجتماعی، اور سیاسی پہلو کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ یعنی حج کے بین الاقوامی اجتماع میں عالم اسلام کو درپیش مسائل کا تجزیہ کیا جائے، اور درپیش خطرات کی نشان دہی کی جائے۔

(۲) حج کے موقع پر ہونے والے اجتماعات میں ایرانی حجاج امریکا، اسرائیل، اور روس کی اسلام دشمن پالیسیوں کے بارے میں امت مسلمہ کو آگاہ کرتے ہیں، اور اسی ضمن میں وہ مظاہروں کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان جلسوں میں مظاہرین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ تک ہوتی ہے، جس میں خواتین اور معذور افراد بھی بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۳) اس سال مدینہ منورہ میں ۱۲ رجولائی کو ایرانی حجاج کی جانب سے

ایک جلوس نکلا تھا، میں اس وقت وہاں موجود تھا، جلوس میں شامل افراد کا نظم وضبط مثالی تھا، امریکا، روس اور اسرائیل کے خلاف نعروں کے علاوہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کے نعرے، اور اتحاد اسلامی کی ترغیب دلانے والے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ حالانکہ ایران کی عراق سے جنگ جاری ہے، مگر ایک بھی نعرہ عراق کے خلاف نہیں لگایا گیا، اس طرح سعودی حکومت کے خلاف بھی کوئی نعرہ نہیں بلند کیا گیا۔

(۴) یہ جلوس مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کرام کے لیے کافی متاثر کن تھا۔

(۵) ۳۱ر جولائی کو اسی طرح کا جلوس مکہ مکرمہ میں بھی نکالا گیا۔

(۶) اس جلوس کے بارے میں مجھے اطلاع نہیں تھی، اور میں موقع واردات پر موجود نہیں تھا۔

(۷) اس روز شب میں تقریبا ۹ ر بجے میرے ایک دوست نے اس سانحہ کی اطلاع دی، انہوں نے بتایا کہ ایرانی مظاہرین پر پتھراو کیا گیا، اور بعد میں پولیس فائرنگ ہوئی، کافی لوگ مرے ہیں، وہاں پر وہ کھڑے تھے، اس کے پاس ہی بیس لاشیں پڑی تھیں۔

(۸) حدود حرم میں اس طرح کے خونیں واقعہ کی خبر سن کر بہت تشویش ہوئی، میں نے اپنے ایک دوست کے ہمراہ مکہ کی کچھ سڑکوں کا گشت لگایا، پوری بازار کھلی ہوئی تھی۔ لوگ خریداری میں مصروف تھے، صرف دو باتیں غیر معمولی تھیں۔ ایک تو جگہ جگہ ایرانی مرد اور عورتیں پریشان سڑکوں کے کنارے بیٹھے دکھائی دے رہے تھے، اور دوسرے یہ کہ پولیس کی گاڑیوں کا گشت معمول سے زیادہ تھا، سڑکوں کے کنارے بیٹھے ہوئے کچھ ایرانیوں سے میں نے بات کرنا چاہی مگر وہ لوگ انگریزی نہیں جانتے تھے، اور میں فارسی سے ناواقف تھا۔

(۹) ہم لوگ اپنی رہائش گاہ پر لوٹ آئے، اور اگلی صبح کے اخبار کا انتظار کرنے لگے۔

(۱۰) اگلے روز صبح ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ کسی بھی انگریزی اخبار میں اس سانحہ کی کوئی خبر نہیں تھی (یہ واضح رہے کہ واقعہ مغرب سے پہلے کا ہے)

(۱۱) ہم لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد کیا ہے، اخبار میں کوئی خبر نہ ہونے کے بعد یہ طے پایا کہ کسی ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔ چنانچہ سعودی اسپتال میں کام کرنے والے ایک جاننے والے ڈاکٹر سے ملے، انہوں نے بتایا کہ صرف ان کے اسپتال میں دو سو ساٹھ لاشیں گنی جا چکی ہیں۔

(۱۲) اس کے ساتھ ہی ان ڈاکٹر صاحب نے یہ انکشاف کیا کہ جمعہ کے دن صبح کو ڈیوٹی پر آنے والے ڈاکٹروں کو صبح ہی بتایا گیا تھا کہ ان کو رات میں بھی ڈیوٹی دینی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہدایت دی گئی تھی کہ اسپتالوں سے جنرل مریضوں کو ڈسچارج کر دیا جائے، یعنی اس واقعہ سے تقریبا آٹھ گھنٹے پہلے یہ ہدایت جاری کی گئیں، اور اسپتالوں کو خالی کرالیا گیا۔

(۱۳) بعد میں اسپتال کے ذرائع سے معلوم ہوا کہ کل مہلوکین کی تعداد آٹھ سو سے زائد ہے۔

(۱۴) واقعات کے بارے میں جو بات دریافت کرنے پر معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ جب جلوس "جنت المعلیٰ" کے پاس پہنچ گیا تھا، اور آخری مرحلہ میں تھا کہ ایک بلند عمارت سے جلوس پر پتھر اور کانچ کے ٹکڑے پھینکے گئے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پولیس نے جلوس کا راستہ روک لیا، مظاہرین نے آگے بڑھنا چاہا تو پولیس نے لاٹھی چارج کیا، اور اس طرح پولیس اور مظاہرین کا ٹکراؤ ہوا، لاٹھی

چارج کے بعد پولیس کی جانب سے دیسی گیس کے گولے چھوڑے گئے۔ جو فضا سے آکسیجن جذب کر لیتی ہے، جس کے نتیجہ میں لوگوں کا دم گھٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد باقاعدہ فائرنگ کی گئی، چشم دید گواہوں کے مطابق گاڑیوں میں مشین گن نیٹ تھیں، جس سے فائرنگ کی گئی۔

مرزا جاوید مرتضی، صدر کل ہند کانگریس
۲۲۸/۸۸ کنز ابوتراب خاں لکھنؤ

ایرانیوں نے سعودی پولس کے ایک سپاہی کا سر کاٹ لیا تھا

سانحۂ کعبہ کے متعلق شاہ فہد کا ٹیلی گرام:

خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے مولوی سید منت اللہ رحمانی مونگیری کے نام ایک مفصل ٹیلیگرام میں اس سال حج کے موقع پر ہونے والے حادثہ اور ایرانی حاجیوں کی زیادتی پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مسلمانان عالم نے جس طور پر اس حادثہ سے اظہار بیزاری کیا ہے، وہ حقیقت پسندی کی واضح کمالات ہے۔

واشنگٹن ۷/ستمبر (اے/ایف/پی) امریکی جاسوسی محکمہ کی رپورٹوں کے مطابق حج کے موقع پر مقدس شہر مکہ میں سعودی عرب کی پولس نے ایرانی عازمین حج پر اس وقت حملہ کیا، جب ایرانی مظاہرین نے سعودی پولس کے ایک سپاہی کا سر کاٹ کر، اسے ایک لاٹھی پر لٹکا لیا، اور مجمع میں گھما کر اس کی نمائش کرنے لگے۔

انٹلی جنس یا جاسوسی محکمے کی رپورٹ کا ''نیویارک ٹائمز'' کے شمارے میں حوالہ دیا گیا ہے، جو مکہ معظمہ میں ہونے والے اس بے مثال خون خرابے کی امریکی توجیہ ہے، جس میں ۴۰۰/عازمین حج ہلاک ہو گئے تھے۔

ایران نے دعویٰ کیا ہے کہ سعودی پولس نے بلا اشتعال ایرانی عازمین حج

پر گولیاں برسائی تھیں۔اور اس نے اس واقعہ کی بنا پر شاہی خاندان کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔سعودی حکومت کے اعلان میں کہا گیا کہ سعودی پولس نے ایک بھی گولی نہیں چلائی تھی۔اور یہ کہ عازمین حج اس وقت پیروں تلے کچل کر ہلاک ہو گئے تھے، جب ایرانی مظاہرین نے قابو سے باہر ہو کر توڑ پھوڑ مچانا شروع کر دی تھی۔

امریکی انتظامیہ عسکری لحاظ سے سعودی عربیہ کو اپنا حلیف اور اتحادی تصور کرتی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اس نے حج کے موقع پر ہونے والی خون ریزی کی تفصیلی تحقیقات نہیں کی ہے ،مگر نیو یارک ٹائمز نے انتظامیہ کے افسروں ،عرب، اور مسلم سفارت کاروں اور عینی شاہدین سے یہ بیان منسوب کیا ہے کہ خصوصی طور پر تربیت یافتہ سعودی قومی محافظوں نے پستولوں اور خود کار رائفلوں سے ایرانیوں کے اس مجمع پر حملہ کر دیا تھا، جس کی قیادت خنجر ہلاتے ہوئے ایرانی کر رہے تھے، مگر اس راز پر سے پردہ نہیں ہٹا کہ روایتی طور پر محتاط اور اعتدال پسند سعودی حکمراں کس وجہ سے اتنے مشتعل ہو گئے، کہ انہوں نے اپنے مسلح فوجیوں کو بھیج کر انہیں فائر کرنے کا حکم دے دیا۔

امریکی انتظامیہ کے افسروں کو سر کاٹنے والی رپورٹ پر یقین نہیں آتا، اور نہ وہ کسی غیر جانب دار ذرائع سے اس کی تصدیق یا تردید ہی کر سکتی ہے، کیوں کہ کسی غیر مسلم کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔اس کا کہنا ہے کہ مذکورہ رپورٹ سعودیوں کی اختراع معلوم ہوتی ہے، تا کہ خونریزی کے متعلق ان کا موقف مستحکم بنا رہے۔محکمہ خارجہ کے ایک افسر نے ٹائمز کو بتایا کہ سعودی کبھی بھی اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے کہ انہوں نے گولی چلائی تھی، اور امریکہ خون ریزی کے متعلق سعودیوں کی توضیح کی سرکاری طور پر کبھی بھی تردید نہیں کرے گا۔

مکہ شریف میں چشم دید گواہ:

مشاہد حسین، ایک پاکستانی مصنف اور ایڈیٹر ہیں، وہ امسال مکہ سعودی عرب حج کرنے گئے تھے، اور ۳۱ جولائی کو ایرانی عازمین کا مظاہرہ خود دیکھا، جس میں سیکڑوں قتل ہوئے۔آپ کا مضمون قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

امسال کا حج دنیا کے مسلمانوں کے سالانہ اجتماع عظیم کے معمول سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔ ہر سال تقریباً بیس لاکھ مسلمان پیش از ایکسو بیس ممالک سے یہ فریضہ ادا کرنے جمع ہوتے ہیں۔اس سال کا حج مکہ کی تاریخ عصری کا سب سے بڑا سانحہ ثابت ہوا، جو موت اور بے مثال تشدد سے بھر پور تھا۔فساد ایرانی زائرین کے مظاہرہ سے شروع ہوا، جس کے انعقاد کا اعلان جمعہ ۳۱ جولائی ساڑے چار بجے ہونے کا تھا۔ یہ مظاہرہ ۱۹۸۳ء سے ہر سال مکہ میں ہونے لگا ہے، سعودیوں اور ایرانیوں کے مابین طولانی گفت وشنید کا موضوع رہا ہے۔

مظاہرہ سے قبل کی نشستوں میں سعودی نمایندگی وزیر حج عبدالوحی اور ان کے نائب مسٹر ہشام کشوگی نے کی، اور ایرانیوں کی طرف سے آیۃ اللہ مہدی کروبی، ان کے نائب جہانگیری اور ڈاکٹر محمد علی ہادی ممبر پارلیمنٹ شریک تھے۔

ابتداءً سعودی کی جانب سے احتیاط کا اظہار کیا گیا، اور ایرانیوں پر زور دیا گیا کہ مظاہرہ کے منصوبہ کو ترک کردیں، سعودی موقف کا انحصار اس دلیل پر تھا کہ حج محض مذہبی فرائض کی ادائے گی کے لیے ہے، اور کوئی بھی سیاسی مظاہرہ اس فریضہ کی ادائیگی میں مخل ہوتا ہے۔انہوں نے مزید محسوس کیا کہ اتنے بڑے پیانہ کا مظاہرہ انتظامیہ کے لئے تحفظ کا مسئلہ بن جائے گا۔

ایرانیوں نے جواب دیا کہ مذہب اسلام سے سیاست الگ نہیں کی جا سکتی۔اس طرح کا مظاہرہ مسلمانوں میں اپنے مسائل کے لئے جو بیش تر سیاسی

ہیں بیداری پیدا کرے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ چونکہ ماضی کے ایسے مظاہرے پرامن رہے ہیں، لہذا کوئی وجہ شک کرنے کی نہیں ہے کہ یہ مختلف ہوگا۔

مسٹر جہانگیری کے کہنے کے مطابق سعودیوں نے مظاہرہ کے لئے عام اجازت دیدی تھی ''یعنی تم اپنا کام کرو، لیکن ہم ناراض ہیں'' اس طرح کی کیا اجازت۔انہوں نے مزید کہا کہ سعودیوں اور ایرانیوں کے مابین مظاہرے کی تفصیلات طے ہوگئی تھیں، یعنی راستے مع ابتداء اور اختتام کے مقامات، اوقات جلوس، نعروں، اور بیزوں کے مضامین۔ایرانیوں نے ان طے شدہ تفصیلات کے نفاذ کا اقرار کرلیا۔امسال کے مظاہرہ کا ایک نیا جز وامریکی جھنڈوں کو جلانا بھی تھا۔طے ہوگیا تھا کہ مظاہرہ ساڑھے چار بجے سہ پہر کو شروع اور ساڑھے چھ بجے شام کو تمام ہوگا۔اور اس کے بعد مظاہرین ایک جلوس کی شکل میں چل کر وزرات پوسٹ اور برقی مواصلات کی عمارت پر، جو خانۂ کعبہ سے ڈیڑھ کیلومیٹر دور ہے ،تمام ہوگا۔ایرانیوں کو توقع تھی کہ یہ سارا کام غروب آفتاب تک ساڑھے سات بجے مکہ کے وقت سے تمام ہو جائے گا۔

دو روز قبل ایرانیوں نے اپنے مظاہرہ سے متعلق ضابطے اعلان کر دیئے تھے، جن میں تھے نعرے جو لگائے جانے والے تھے۔اور یہ زایرین کو فارسی جریدہ روزانہ ''خبر نامہ'' میں شائع کر کے تقسیم کر دیئے گئے تھے۔وہ تھے علی الترتیب ''مرگ بر امریکہ'' ''مرگ بر روس'' اور ''مرگ بر اسرائیل''۔مسٹر کشوگی اور مسٹر جہانگیری ایک روز قبل مظاہرہ کے پورے رہ گزر پر پیدل چل کر معائینہ کر چکے تھے۔

لیکن مقررہ مظاہرہ سے قبل والی شام کو مسٹر کشوگی ایرانیوں کے پاس تین شرطوں کی فہرست لے کر آئے۔ایرانیوں نے یہ تینوں شرطیں مسترد کر دیں۔پہلی کہ ایرانی اپنے مظاہرین کی تعداد محدود کریں۔ایرانیوں نے کہا کہ یہ تعداد تقریباً وہی ہوگی جو گزشتہ سال تھی یعنی قریب ایک لاکھ۔دوسری کہ کسی غیر ملکی زائیر کو

شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ تیسری کہ سعودی باشندوں کو ملوث یا شریک کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جیسا کہ ظاہر ہوا مظاہرین میں شریک قریب پانچ غیر ملکی بھی تھے، بہ شمولیت لبنان کی حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کے لیڈران، افغان مجاہدین، مورو نیشنل لبریشن فرنٹ (فلسپن کی مسلم اقلیت) کے نمائندے، اور سوڈان کے وزیر اعظم کے دو عزیز، عرب، پاکستانی، ہندوستانی اور بنگلہ دیشی باشندوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔

نماز جمعہ کے بعد ہی ڈیڑھ بجے سعودی حفاظتی دستے مظاہرہ کے علاقہ کے اطراف جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ان میں بیشتر ہتھیار بند گاڑیوں میں، باقی فساد والے لبادہ میں آئے، سفید لوہے کی ٹوپی، اور ہاتھ میں ڈنڈے، بیس بال بیٹ کی ناپ کے۔ سعودیوں نے سات ویڈیو کیمرے پاس کے مکانوں پر نصب کر رکھے تھے، تا کہ مظاہرہ کا تجزیہ کیا جا سکے، اور فضا میں ہیلی کاپٹر گھوم رہے تھے۔

مظاہرین اس گیارہ منزلہ عمارت کے اردگرد جمع ہو گئے، جس میں ایران کے سرکاری حج مشن کے دفاتر ہیں۔ یہ عمارت مکہ میونسپل دفتر کے بالمقابل ''معاہدہ'' نامی علاقہ میں ایک سایہ دار جگہ پر واقع ہے، جو مسجد الحرام اسٹریٹ کہلاتا ہے۔ جلسہ ٹھیک ساڑھے چار بجے تلاوت قرآن سے شروع ہوا۔ اس کے بعد نعرے بلند کئے، انجینیر مرتضین نے جو ایران میں عام طور سے نعروں کے وزیر سمجھے جاتے ہیں، جس طرح امریکہ میں فٹبال مجمع کا ہنگامہ خیز لیڈر کرتا ہے، انہوں نے مجمع کی قیادت میں شیطانوں کے خلاف اجتماعی نعرہ بازی سے کی، امریکہ، روس اور اسرائیل، اور تین اسلامی مقاصد فلسطین، لبنان، اور افغانستان۔ اصل تقریر آیت اللہ کروبی نے کی، مولانا آیت اللہ خمینی کے حکومتی نمائندہ ہیں۔

ساڑھے چھ بجے شام کو تین امریکی جھنڈے جلائے جانے کے بعد

مظاہرین نے وسیع دورویا شاہراہ پر چلنا شروع کیا، جس کے ہر دو اطراف میں تین تین گاڑیوں کے جانے بھر کی جگہ ہے۔ایک طرف مظاہرہ کے آگے عورتیں اپنی رواتیں کالی چادریں اوڑھے تھیں، اور دوسرے طرف جنگ کے معذور کیئے ہوئے افراد کرسی دار گاڑیوں پر تھے۔اس ایک کیلومیٹر کے راستہ میں تمام تر ایرانی مرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے چل رہے تھے۔ بیچ میں لاؤڈ اسپیکر مع تاروں کے رواں تھے۔مظاہرے کو ہیڈ کوارٹر سے ''نعروں کے وزیر'' منظّم کئے ہوئے تھے۔قریب پونے سات بجے شام کو انہوں نے اعلان کیا ''برائے کرم ایک اہم بیان غور سے سنیئے'' اس کے بعد ڈرامائی انداز میں کہا '' خدا کے قہر سے بحر فارس میں ایک امریکی ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا۔اللہ اکبر، خدا سب سے بڑا ہے۔'' (بی بی سی نے یہ خبر اسی وقت نشر کی تھی)

دس منٹ بعد جب جلوس کا سربراہ حصہ مقررہ جائے اختتام سے پانچ سو میٹر دور تھا کہ جلوس کو پولیس کے ایک دستے نے روک دیا۔ پولیس کی قطار کھنچ گئی جو مظاہرین کی داہنی طرف ''مسجد جن'' سے لے کر ان کی بائیں جانب چومنزلہ موٹر کار پارک پر تمام ہوئی۔ یہ ایک بڑے اس کوائیر سے قبل ہے، جہاں سے ایک میل کے فاصلے پر خانۂ کعبہ ہے۔ایرانی آگے پڑھنا چاہتے تھے، اور سعودی پولیس نے جوابی سختی سے ان کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔طرفین میں سخت کلامی ہوئی، مزاج گرم ہوئے، اور دھکا پیل شروع ہو گئی۔ ساتھ ساتھ اور نہایت پر اسرار طریقے سے چو منزلہ کار پارک کی تیسری اور چوتھی منزل پر سے مظاہرین پر اینٹ پتھر پھینکے جانے لگے۔ بعد میں کچھ ایرانیوں کو گمان ہوا کہ کار پارک پر عراقی گماشتے پہلے سے ہی بٹھا دیے گئے تھے۔

ابتداءً سعودی پولیس خشت باری کی وجہ سے پیچھے ہٹی، اور ایرانیوں نے اپنے بینروں کو لاٹھیوں کے بطور استعمال کرنا شروع کر دیا، سعودیوں کو مارنے

کے لئے۔ پھر مزید سعودی دستے آئے، آنسو گیس لے کر کر، تو مظاہرین پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن نکلنے کے تمام راستوں پر سعودی پولیس راستے میں کھڑی تھی۔ نتیجہ میں مظاہرین یا کھلے میں کھڑے رہے، یا راستہ پر واقع مکانوں میں پناہ ڈھونڈھتے ہوئے گھس گئے۔ اگر چہ خود میں نے سعودی پولیس کو ایرانیوں پر گولی چلاتے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، لیکن جب لوگ بچنے کے لیے بھاگنے لگے تو بندوقوں سے گولیوں کے چلنے کی آواز صاف، اور تیز سنائی دے رہی تھی۔ سارا واقعہ ایک گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔ گولیوں سے چھلنی سینہ، ہاتھ، اور پیر میں زخمی لوگ اٹھا کر لے جاتے ہوئے دیکھے گئے۔ استعمال شدہ گولیوں کے خول راستہ پر پڑے دکھائی دیے۔

اتنی مختصر مدت کے فساد کے حساب سے مہلوکین کی تعداد حد سے زیادہ تھی۔ سعودیوں نے تعداد ۲۷۵ ایرانی، اور ۸۶ دیگر اقوام کی بتائی، ایرانیوں نے اپنے مہلوکین کی تعداد پیش از چار سو بتائی، اور چار ہزار زخمی۔ مزید پچاس گم شدہ تھے، وہ بھی ہلاک متصور ہوئے۔ ہنگامہ قریب ۸ بجے شب تک فرو ہوا۔ مہلوکین کی اتنی زیادہ تعداد کا سبب تھا مجروحین کو طبی امداد وقت پر نہ مل سکنا کہ جس باعث خون کے بہہ جانے سے وہ ہلاک ہو گئے۔ اتنے زیادہ زخمیوں کو سنبھالنے کی دشواری کے باعث ڈاکٹروں کو جدہ اور مدینہ سے بلایا گیا۔

مکہ میں موجود ایرانیوں نے کہا ''ہم لوگ بے خبری میں پھنس گئے۔'' دو دن بعد اپنے مکے کے ہیڈ کوارٹر میں خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے آیۃ اللہ کروبی پریشان اور غمزدہ تھے۔ آیۃ اللہ خمینی کی تصویر کے نیچے دوزانو بیٹھ کر وہ ایک گھنٹہ ان واقعات پر بولتے رہے، جن میں ۱۹۷۹ء کے انقلاب ایران کے بعد سب سے زیادہ ایرانی غیر فوجی شہری مارے گئے ہیں۔

آیت اللہ کروبی نے سعودیوں کو خانۂ خدا کے سامنے قتل عام کرنے کا

ملزم ٹھہرایا، اگر چہ سب کچھ مظاہرہ سے قبل طے کیا جا چکا تھا۔ ''ہم لوگ ہمیشہ سمجھتے ہیں کہ زمانۂ حج، ارکان حج کی ادائے گی کے علاوہ سیاسی مذاکرات کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔'' ان کو حالات کی تبدیلی پر تعجب ہوا، جب کہ مظاہرہ سے قبل شرائط اجازت طے ہو چکی تھیں۔ مکہ کے سانحہ سے قطع نظر ایران اور سعودی عرب کے مابین قضیہ کے پیچھے اسلام کے متضاد فلسفی تصورات ہیں۔ آیۃ اللہ خمینی کے نزدیک اسلام، اور ارکان دین، سیاست، اور سیاسی امور سے الگ نہیں کئے جا سکتے۔ در اصل اس نقطۂ نظر میں اسلام ایک جہد مسلسل ہے، بُرائی کے خلاف چاہے، وہ برائی کفر کی ہو، یا سامراجی طاقتوں کی، یا ملوکیت کی، چاہے وہ شاہ ایران کی ہو یا شاہ سعود۔ برخلاف اس کے سعودی نقطۂ نظر روایتی بلکہ کچھ قدامت پسندی لیے ہوئے، اسلام ذاتی تقدس اور ارکان دین کی ادائے گی سمجھتا ہے بغیر کسی سیاسی اقدام کے۔

اگر چہ سعودیوں کا قصور نہتھے مظاہرین پر بے حد تشدد کرنے کا ہے، لیکن ایرانیوں نے بھی دوسرے زائرین اور حکام کا مزاج سمجھنے میں غلطی کی۔ مظاہرہ اگر چہ نہایت خوش اسلوبی سے منظم کیا گیا تھا۔ لیکن عین موقع پر جب سعودی پولیس سے تصادم در پیش ہوا تو کوئی ایرانی قائد موجود نہ تھا۔ جب جلوس روکا گیا تو کوئی زائرین کی رہبری کو نہ تھا۔ کیونکہ ان کے قائد آگے نہ تھے۔ علاقے کے بڑھتے ہوئے تنازعات کے پیش نظر، اور مظاہروں سے سعودی ناگواری کی خاطر، ایرانی قائدین کو کم از کم جھگڑے کے امکان کی پیش بینی کرنا تھی۔ ایرانیوں نے غلط تجزیہ کیا کہ دوسرے مسلم زائرین میں بھی وہی سخت عسکری جذبات اور سیاسی بے داری ہوگی۔ زیادہ تر زائرین، بوڑھے، مرد عورتیں ایسے لوگ ہیں جو زندگی میں صرف ایک بار اپنے قلیل پسماندہ کے خرچ پر مکہ حج کرنے آتے ہیں۔

سب سے بڑا دھچکا نفسیاتی تھا۔ سعودیوں نے کس طرح حالیہ اسلامی انقلاب کے نا قابل تسخیر ہونے پر ایک دھبہ لگا دیا ہے۔ لیکن مکہ میں ایرانیوں کو

زک پہنچا کر اپنی کامیابی پر خوشی کے باوجود، سعودی کافی گھبرائے ہوئے تھے، ممکنہ ایرانی جوابی حملہ کے اندیشہ سے۔ انہوں نے خانۂ کعبہ کے اندر رائیفلوں سے لیس گارڈ تعینات کر دیئے تھے۔

اس جمعہ کی سہ پہر کو مکہ میں جو ہوا، وہ اسلام کے دو نظریات میں بڑھتے ہوئے تصادم کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایک جو موجودہ حالات کو باقی رکھنا چاہتا ہے، دوسرا جو انقلابی تبدیلیاں لانا چاہتا ہے۔ اسلامی دنیا کا مستقبل اس نظریاتی تصادم میں شدت کا اندیشہ رکھتا ہے۔

(شائع کردہ لاس انجیلس ٹائمس ناشر واشنگٹن پوسٹ نیوز سروس۔ مترجم انجم قدر)

ایرانیوں کا جلسہ مکہ شہر میں کعبہ شریف سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر

واقعات کا آنکھوں دیکھا حال، سعودی عرب یا کسی اسلامی ملک کے خلاف نعرے نہیں لگائے

از: عمر حیات خان لکھنوی:

۳۱؍جولائی کو مکہ مکرمہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کے جلسے اور مظاہرہ سے متعلق، میں نے اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا، اس کو من وعن تحریر کر رہا ہوں، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ اس جگہ کی تفصیل بتائی جائے جہاں پر جلسہ منعقد ہوا تھا، ۳۱؍جولائی کی صبح اخباروں سے مجھے معلوم ہوا کہ "محادوہ" کے مقام پر جو مکہ شہر میں کعبہ شریف سے قریب تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی طرف سے گزشتہ سالوں کی طرح ایک جلسہ عام اور مظاہرہ ہوگا۔ جلسے کا وقت بعد نماز جمعہ ساڑھے چار بجے کے قریب رکھا گیا تھا۔ جلسے کے وقت کے مطابق میں بھی وہاں پہنچا، مکہ شہر میں مذکورہ مقام پر ایران کی طرف سے جلسے اور مظاہرہ کا سلسلہ ۱۹۸۰ء سے ہی جاری ہے۔ اور یہ جلسہ اور مظاہرہ سعودی عرب کی حکومت کی وزارت داخلہ کی اجازت سے ہوا کرتا ہے، اس سال بھی ۳۱؍جولائی کا جلسہ جس

مقام پر جلسہ ہوا وہاں گیارہ منزلہ ایک بلڈنگ ہے، جو سعودی عرب میں ایران کے مذہبی اور انقلابی مولانا آیت اللہ خمینی کے نمائندہ آیت اللہ کروبی کی رہائش گاہ، اور دفتر ہے۔ اس بلڈنگ کی چوتھی منزل کی بالکنی پر اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جہاں سے آیت اللہ کروبی نے اجتماع کو خطاب کیا، بلڈنگ کی تیسری منزل کی بالکنی پر فوٹوگرافروں اور اخباری نمائندوں کے لئے انتظام تھا۔ ''مسجد جن'' بھی اس مقام سے قریب ہے، گیارہ منزلہ مذکورہ بلڈنگ کے قریب عام ٹریفک کے لئے ایک اور برتج ہے، اور اس سے تقریبا سوڈیڑھ سو میٹر کے فاصلے پر صرف راہ گیروں کے لیے ایک اور برتج ہے، جلسہ کی وجہ سے عام ٹریفک اور برتج پر ٹریفک روک دی گئی تھی۔ اور وہاں سکوریٹی فورس کا سخت انتظام تھا۔ غالبًا نظم ونسق برقرار رکھنے کے لئے یہ احتیاطی کاروائی کی گئی تھی۔

ٹریفک اور برتج کے داہنی طرف چار منزلہ کار پارکنگ بلڈنگ ہے، اور قریب ہی ایک سڑک ہے، جو اونچائی کی طرف جاتی ہے، امر واقعہ ہے کہ ۱۹۸۰ء سے ہی سعودی حکومت کی وزارت داخلہ کی اجازت سے اس مقام پر ایرانیوں کا جلسہ ہوا کرتا ہے، اس سال بھی سعودی وزارت داخلہ کی پیشگی اجازت سے مذکورہ مقام پر جلسے کا اہتمام کیا گیا، ایرانی قائد کی تقریر سننے کے لئے مائک کا بھی انتظام تھا۔ لیکن اس کے لئے کوئی پول یا کھمبا نصب نہیں کیا گیا، بلکہ زمین پر وائر دوڑا دیا گیا تھا۔ اور مائک کا ہارن ایرانی رضا کار اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے۔ جس بلڈنگ کی چوتھی منزل سے ایرانی قائد نے جلسہ کو خطاب کیا، اس کے قریب چار منزلہ کار پارکنگ بلڈنگ ہے۔ اس کی چھت پر سعودی سیکوریٹی فورس کے افراد موجود تھے، ایسا دیکھنے میں آیا کہ مذکورہ بلڈنگ کی چھت پر جو لوگ موجود تھے، وہ ایک بڑے سائز کا شیشہ جلسے کی طرف روخ کر کے دھوپ چمکا رہے تھے، اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی، ان کی یہ حرکت بچکانہ پن معلوم

ہوئی۔ جلسہ گاہ سے کچھ ہی فاصلے پر آٹھ منزلہ ایک عمارت ہے، جس میں سعودی حکومت کے وزارتی دفاتر ہیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد ساڑھے چار بجے سے ہی جلسہ گاہ میں لوگوں کی آمد شروع ہوگئی، اور ساڑھے چار پانچ کے قریب تقریباً تین لاکھ افراد وہاں جمع ہو گئے، ان میں ایک اندازہ کے مطابق ایرانیوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے کچھ زیادہ رہی ہوگی۔ باقی نصف سے کچھ کم لوگوں میں ترک، لبنان، مصری، عراقی، یمنی، کویتی، برصغیر ہندو پاک، انڈونیشیا اور دوسرے مسلم ممالک کے افراد تھے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے پرچم تھے۔ جن پر نعرے لکھے ہوئے تھے۔ متعدد افراد کے ہاتھوں میں بڑے بڑے ہورڈنگ بھی تھے، جن پر مولانا خمینی اور آیت اللہ منتظر کی تصویریں تھیں۔

ایرانی قائد آیت اللہ کروبی نے جلسہ عام کو خطاب کیا، سب سے پہلے انہوں نے ایرانی انقلاب کے رہنما مولانا خمینی کا پیغام پڑھ کر سنایا، جن میں عالم اسلام کو درپیش مسائل کا ذکر کیا گیا، افغانستان، لبنان اور اسلامی ملکوں کے دوسرے مسائل پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی، میرٹھ میں مسلمانوں کے قتل عام کے واقعہ کی بھی سخت مذمت کی گئی، اور حکومت ہند پر زور دیا گیا کہ مسلمانوں کے جان و مال کی سلامتی کے لئے موثر انتظام کرے، واضح ہو کہ ہماری حکومت نے اس کو ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے، ایرانی قائد آیت اللہ کروبی کی تقریر کے بعد ایرانی اور غیر ایرانی مظاہرین جو جلسہ میں شریک تھے، آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف بڑھنے لگے، جہاں پہنچ کر نماز شکرانہ ادا کرنی تھی، واضح ہو کہ سعودی حکومت کی وزارت داخلہ کی اجازت کے مطابق، ایرانی مظاہرین ہر سال جلسہ کے بعد، کعبہ شریف کی طرف ایک مقام پر جاتے ہیں، اور کعبہ شریف سے نصف کلومیٹر کے فاصلے پر جمع

ہو کر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے منتشر ہو جاتے ہیں، اس سال بھی لوگ اسی مقام کی طرف بڑھنے لگے۔

سعودی وزرات داخلہ کی اجازت کے مطابق طے شدہ پروگرام کے تحت گزشتہ سالوں کی طرح جلسہ کے اختتام پر لوگ اس مقام کی طرف بڑھے، جہاں پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔

جلسہ گاہ سے جب لوگ اس مقام کی طرف جا رہے تھے تو سیکورٹی فورس نے مزاحمت کی، معمول سی کشمکش دیکھنے میں آئی، اور دو منٹ کے وقفے کے اندر ہی سکوریٹی فورس نے لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ زہریلی گیس کے گولے بھی چھوڑے گئے، جس سے فضا مسموم ہو گئی، اور لوگوں کے دم گھٹنے لگے۔ ایک ویگن سے سکوریٹی فورس مشین گن کے ساتھ اترتے ہوئے دیکھا گیا، اور چند ہی لمحوں کے اندر فائرنگ کی آواز آنے لگی۔ دوسری طرف جلسہ گاہ کے قریب کی کار پارکنگ بلڈنگ، ٹریفک، وبرتج اور اونچائی کی طرف جانے والی سڑک پر سے مظاہرین پر پتھر برساتے ہوئے دیکھا گیا، ان مقامات پر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے سیکوریٹی فورس کے لوگ تعینات تھے۔ پتھر برسانے، لاٹھی چارج کرنے، آنسو گیس کے گولے چھوڑنے، اور فائرنگ یہ تمام کاروائی چند ہی لمحوں کے وقفہ سے ایک ساتھ عمل میں آئی۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ یہ کاروائی تقریبا ۴۵ منٹ تک جاری رہی، فائرنگ، لاٹھی چارج اور بھگدڑ میں لوگوں کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھا گیا۔ تقریبا سات سو افراد ہلاک ہوئے، ان میں چار سو کے قریب لاشیں ایران کے حوالے کی جا چکی ہیں۔ اسی افراتفری میں ایک پاکستانی صحافی (مسلم کے سابق ایڈیٹر مشاہد کے ساتھ ہی) ایک بلڈنگ میں چلا گیا جو خالی تھی۔ یہ بلڈنگ سعودی حکومت کی طرف سے فلسطینیوں کو دی گئی ہے، افراتفری میں بہت سے لوگ اس بلڈنگ میں داخل ہو گئے، اس کے بعد میں پھر اس جگہ گیا

جہاں فائرنگ، لاٹھی چارج، اور پتھر برسانے کے واقعات ہوئے تھے، وہاں میں نے بہت سی لاشیں سڑکوں پر پڑی ہوئی دیکھیں، سعودی سیکوریٹی فورس کے افراد لاشوں کو گاڑیوں میں ڈال رہے تھے، میں پھر وہاں سے واپس آیا۔ اور ایک بلڈنگ میں چلا گیا، جہاں ہندوستان اور پاکستان کے بہت سے لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں میں نے ان لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، مکہ مکرمہ میں مغرب کی نماز سوا سات بجے ہوتی ہے، نماز کے کچھ دیر کے بعد بجلی کی لائن کٹ گئی، اور چاروں طرف گھپ اندھیرا ہو گیا، کچھ دیر کے بعد جب میں عشا کی نماز کے لئے خانہ کعبہ جا رہا تھا، تو راستے میں بے شمار لاشیں دیکھی گئیں، سعودی سیکوریٹی کے افراد لاشوں کو گاڑیوں میں ڈال رہے تھے۔ جلسہ گاہ کے قریب پتھراؤ، زہریلی گیس چھوڑے جانے، لاٹھی چارج، اور مشین گن کی فائرنگ کے واقعات کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ سعودی عرب کی حکومت کی سیکوریٹی فورس کا کردار برصغیر ہند و پاک کی پولس کے کردار سے مختلف نہیں ہے، ہندوستان میں مظاہرہ وغیرہ کے موقع پر پولس کا جو کردار ہوا کرتا ہے، سعودی پولس کا کردار بھی اس سے مختلف نہیں تھا۔ سعودی ٹیلی ویژن پر ان واقعات کی خبریں نشر کی گئیں، ان کو سن کر آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن کی خبروں کی یاد تازہ ہو گئی، ذرائع ابلاغ پر سرکاری کنٹرول کے جو اثرات ہوا کرتے ہیں، سعودی ٹیلی ویژن اس سے مستثنیٰ معلوم نہیں ہوتا ہے۔

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے، وہ یہ کہ واقعات کعبہ شریف سے اتنے فاصلہ پر پیش آئے کہ حجاج کرام کو اس کا علم نہیں ہو سکا، حجاج کرام کو ان واقعات کی اطلاع سعودی ٹیلی ویژن کے نشریہ سے ملی، بہت سے لوگوں کو اخبارات کے ذریعہ ان واقعات کے بارے میں معلوم ہوا۔ ان واقعات کے دوسرے دن حرم کے اندر بہت سے حجاج کرام سے میری ملاقات ہوئی، ان سے جب میں نے ان

واقعات کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ حجاج کرام میں سے کسی نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بعض حجاج کرام نے سعودی ٹیلی ویژن کے حوالے سے ان واقعات کے بارے میں اپنی آگاہی کا ذکر کیا، حرم شریف کے اندر موجود حجاج کرام کو اخباروں کے ذریعہ ان واقعات کا علم ہوا۔

مکہ مکرمہ میں ایرانی مظاہرین کے نعرے:

مکہ میں ایرانیوں نے احتجاجی جلسے میں جو نعرے لگائے تھے۔ وہ ایک ایرانی خبرنامہ کے مطابق حسب ذیل ہیں۔ ان نعروں کا اردو ترجمہ آخر میں درج ہے۔

۱۔الله اکبر لا اله الا الله	محمد رسول الله
فی یوم الحج الاکبر	نهتف الله اکبر
۲۔برائت المسلمین	من فئت المشرکین
۳۔برائت المسلمین	من فئة الظالمین
٤۔نصر من الله و فتح قریب	وبشرالمومنین
٥۔لبنان ،لبنان	ضدالظلم والعدوان
٦۔افغان افغان	ضدّالروس والعدوان
۷۔اسرائیل،اسرائیل	لابدان تزولی
۸۔امریکا والصهیونیه	هذا لامة الاسلامیة
۹۔یاایها المسلمین اتحدوااتحدو	بحبل رب العالمین
۱۰۔وحدة وحدة اسلامیه	اعتصموا اعتصموا
	لاشرقیه لاغربیه
۱۱۔اتحاد علی هدیٰ القران	اتحاد اتحادامة الاسلامیه
۱۲۔اتحدوااتحدوا یا معشر الکرام	فی الاتحادی عزة الاسلام

١٣ـعهداً منّا للاسلام	لن نرضى غير الاسلام
١٤ـيا معشر المسلمين سلا حنا اتحاد	قوموا الدفع العدّو تهيؤ للجهاد
١٥ـلا اله الا الله امريكا عدو الله	لا اله الاالله روسيا عدو الله
١٦ـلا اله الا الله اسرائيل عدوالله	الموت لا مريكا
١٧ـالموت لروسيا	الموت لا سرائيل

ا۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے،حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔(اے اللہ) نجات دے مسلمانوں کو مشرکین کے گروہ سے۔

۳۔نجات دے مسلمانوں کو ظالموں کے گروہ سے۔

۴۔اللہ کی طرف سے مدد اور فتح قریب ہے،مسلمانوں کو یہ خوشخبری دے۔

۵۔لبنان،لبنان،تو ظلم اور جارحیت کے خلاف ہے۔

٦۔افغان،افغان،تو روس اور جارحیت کے خلاف ہے۔

۷۔اسرائیل،اسرائیل،تیرا زوال یقینی ہے۔

۸۔امریکہ اور اسرائیل،اسلام کے دشمن ہیں۔

۹۔اے مسلمانوں،متحد ہو جاؤ،متحد ہو جاؤ۔اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، مضبوطی سے تھام لو۔

۱۰۔اسلامی وحدت،نہ مشرقی ہے،نہ مغربی۔

۱۱۔قرآن کی ہدایت پر متحد ہو جاؤ،اے مسلمانو،اتحاد کو اپناؤ۔

۱۲۔اے مسلمانو،متحد ہو جاؤ،اتحاد ہی میں اسلام کی طاقت پوشیدہ ہے۔

۱۳۔ ہمارا یہ عہد ہے کہ ہم اسلام کے سوا کچھ پسند نہیں کریں گے۔
۱۴۔ اے مسلمانوں، اتحاد ہی ہمارا ہتھیار ہے۔ دشمنوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار رہو۔

۱۵۔ لا اله الا الله امریکہ، اللہ کا دشمن ہے۔
لا اله الا الله روس اللہ کا دشمن ہے۔
۱۶۔ لا اله الا الله اسرائیل اللہ کا دشمن ہے، امریکہ مردہ باد۔
۱۷۔ روس مردہ باد، اسرائیل مردہ باد۔

(روزنامہ اقرأ لکھنؤ، بابت ۲۸/ اگست ۱۹۸۷ء)

سعودی عرب کو لیبیا کی وارننگ:

لیبیا نے سعودی عرب کو خبردار کیا ہے کہ اگر حج کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کو مخالف مذہبی گروپوں کی سرگرمیوں، اور ان کے درمیان تصادم کا مرکز بنایا گیا تو اس کے ہولناک نتائج ہوں گے۔

واضح رہے کہ لیبیا نے یہ انتباہ اس وقت دیا جب کہ لیبیا میں ''مسلم برادرس'' اور ''وہابی تحریک'' کے زیر سایہ روایت پسندوں کی حکومت مخالف سرگرمیاں کافی زور پکڑ چکی ہیں۔

وہابی تحریک کا آغاز اٹھارہویں صدی میں سعودی عرب سے ہوا تھا۔ اس لیے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ لیبیا میں وہابی سرگرمیوں کو سعودی عرب مالی تعاون دے رہا ہے،۔ اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حال میں لیبیا کے افسران نے، ایک ایسے شخص کو گرفتار کیا ہے جو خود کو خلیفہ کہتا تھا، اور جاہل عوام میں اپنی پسند کے مذہبی خیالات اور وہابی عقائد کی تبلیغ کرتا تھا۔ لیبیا کی انقلابی کمیٹی کے ترجمان جمہوریہ نے گزشتہ جمعہ کو سعودی عرب پر واضح کر دیا ہے کہ حج کے ایام میں اس طرح کی سرگرمیوں کو روکنے کا انتظام کیا جائے۔

اگر سعودی عرب اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا تو اسے کم سے کم تمام عقائد والوں کو اپنے مذہبی عقائد کے اظہار کا موقع دینا چاہیئے۔ نہیں تو اس کے لیے بے شمار مذہبی، سیاسی، اور سماجی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، پتہ چلا ہے کہ اس سال لیبیا نے حاجیوں کی تعداد میں بھاری کمی کا فیصلہ کیا ہے۔

(روزنامہ ٹائمز آف انڈیا پٹنہ بابت پیر ۶/فروری ۱۹۸۹ء)

رمضان میں نہ لگے پابندی کا مطالبہ:

جیسا کہ اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال سعودی عرب کی حکومت نے، یکم شوال سے قبل مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں حجاج کرام کی آمد پر پابندی لگا دی ہے، اور کہا کہ اس سے پہلے داخلہ ممنوع ہے، یہ بات سخت حیرت و تعجب کی ہے کہ نجدی حکومت نے اس قسم کا جارحانہ ارتکاب کیوں کیا؟ مسلمانوں کو اپنے مقامات مقدسہ پر جانے اور فیوض و برکات سے روکنے کا نجدی حکومت کو کوئی حق نہیں ہے، مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ، اور مدینہ منورہ میں پچاس ہزار ملتا ہے۔ اس ثواب عظیم سے روکنے کا حق نجدی حکومت کو کہاں سے مل گیا؟

ہم تمام مصلیان مسجد سعید آباد چمن گنج کانپور سعودی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کی طرح اب بھی، رمضان شریف سے قبل حاجیوں کے حرمین طیبین میں داخلے کو برقرار رکھا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم اپنی بھارتی حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے جذبات کو سعودی حکمرانوں تک پہنچادے، اور اس سلسلے میں ضروری کاروائی عمل میں لائی جائے۔

پیش کردہ: مولانا محمد سعید جیلانی کانپوری

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، بابت رجب المرجب ۱۴۰۲ھ/مئی ۱۹۸۲ء)

مظلوم فلسطینی مسلمانوں پر سعودیہ کی نمک پاشی

عرب اسرائیل معاہدہ، بیت المقدس پر سودے بازی:

بیت المقدس کی عظمت وتقدیس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب سرکار ابدقرار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے جانے لگے، تو سب سے پہلے بیت المقدس میں تمام انبیا ومرسلین کی امامت فرمائی۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط انه هو السمیع البصیر (ب ۱۵، ع ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے گرد اگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سنتا، دیکھتا ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

بیت المقدس کو قبلۂ اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس میں دنیا اور دین کے برکات مضمر ہیں۔ اور وحی الٰہی کی جائے نزول ہے۔ اسی جگہ پر سب سے زیادہ انبیائے کرام کی عبادت گاہیں ہیں۔ اور ان کا قیام بھی یہیں رہا۔ اسی جگہ حضرات انبیاءً ومرسلین کی قبریں ہیں۔ وہاں پر نہریں، خوب صورت درخت، اور سرسبز وشاداب باغات، میووں، پھلوں کی بھرمار وکثرت، جس کے ذریعہ لوگ عیش وراحت کی زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اہل شام و فلسطین کو بیت المقدس کے طفیل عطا فرمائیں۔ یہ وہی بیت المقدس ہے جس کی زیارت کا شرف حاصل کرنے والے، اور وہاں نماز ادا کرنے والے کو بخشش و مغفرت، اور آتشِ دوزخ سے آزادی کی خوش خبری دی گئی ہے۔

مگر یہی پاک سرزمین، ناپاک ظالم سامراج، اور یہودیوں کے ناجائز تسلط میں ہے۔ اور مشرق وسطی میں جو اسلامی حکمراں برسر اقتدار ہیں، وہ آزادی بیت المقدس کے معاملات میں بالکل مجبور و بے کس ہو چکے ہیں۔ اس لیے جو لوگ یہ توقع رکھتے ہیں کہ خلیجی ملکوں کے امرائے شیوخ اپنے عشرت کدوں کو خیر باد کہہ کر، اور اپنے یہود نواز آقا امریکہ کے سیاسی مفادات کو نظر انداز کر کے آزادی قدس کے لئے کوئی عملی قدم اٹھائیں گے۔ وہ صرف خیالوں، اور تصورات کی دنیا کی بات کرتے ہیں۔ ایک طرف کچھ خلیجی ممالک آزادی فلسطین کی بات کرتے ہیں، تو دوسری طرف سعودی عرب اسرائیل سے خفیہ معاہدہ کرنے میں ڈٹا ہوا ہے، او ر جب دوستی کا ہاتھ مل گیا تو کوئی بات نہیں کہ صیہونیت کا پنجہ سعودی عرب کو لے ڈوبے، لندن سے نکلنے والے عربی روز نامہ "العرب" مورخہ جون ۱۹۹۲ء نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ دوستی کے معاہدے زور پکڑ رہے ہیں۔ سعودی اور اسرائیل میں خرید و فروخت پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اسلامی اسکالر مولانا غلام زرقانی (اسلامک کال کالج طرابلس، لیبیا) نے اخبار کا تراشہ، اور اردو ترجمہ، راقم السطور کو بھیجا ہے۔ اس کو بعینہ شائع کیا جارہا ہے۔

القدس: فرانس کے اخبار "لوموند" نے سعودی عرب کی اسرائیل اور عرب سے تعلقات بحال کرنے کے لئے نئی کوششوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ نیز اخبار نے سعودی فرمارواؤں کی خفیہ جدوجہد پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

"لوموند"، جس کا تعلق فرانس کے انٹلی جنس شعبہ سے ہے، لکھتا ہے کہ سعودی عرب کی یہ کوشش ایک سال قبل شروع ہوئی تھی، اور اب سعودی زائرین کی پہلی کھیپ جلد ہی مقبوضہ فلسطین پہونچنے والی ہے۔ جو اپنی گرمی کی تعطیل وہاں گزاریں گے۔ مگر اخبار نے اس پروگرام سے متعلق سعودی حکومت کی پالیسی سے نظر انداز کیا ہے۔ لیکن دیگر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ چند سعودی شاہ فہد کی مدد

سے کئی مختلف تجارتی پروگرام مقبوضہ فلسطین میں شروع کررہے ہیں۔

دوسری جانب اخبار لکھتا ہے کہ سیر وسیاحت سے متعلق اسرائیل کمپنی جسے ''زیارت'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس کا مالک دلالی کے میدان کا بادشاہ، اسلحے کا نامور تاجر ''یعقوب نمرودی'' ہے، مزید براں اس کا نام اسرائیلی اسلحے ایران سے فروخت کرنے کے سلسلے میں کافی بدنام ہو چکا ہے۔ نیز امریکی یر غمالیوں کو ایران سے آزاد کرانے کے سلسلے میں بھی اس کا کردار نمایاں رہا ہے۔

اخبار نے واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ کمپنی پہلے سعودی کھیپ کے استقبال کے لئے ساری تیاری مکمل کر چکی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ ان کوششوں کو مزید سودمند بنانے کے لئے جون میں دوسو سعودی مقبوضہ قدس اور قبۃ الصخرۃ کی زیارت کے لئے آرہے ہیں، جن کے ویزا کے لئے دوسرا اسرائیلی سیاحتی ادارہ ''یرقبلان'' اسرائیلی حکومت، اور اسحاق ادریس ابن سخوطہ رکن رابطۂ عالم اسلامی کی مدد سے کوشش کررہا ہے، واضح ہو کہ رابطہ عالم اسلامی سعودی عرب کی عالمی تنظیم ہے، جس کا ہیڈ آفس ریاض میں ہے۔

اخبار لکھتا ہے کہ سخوطہ نے گرچہ اپنی مقبوضہ فلسطین کی زیارت کا تعلق قبۃ الصخرۃ کی ترمیم میں ہونے والے اخراجات میں سعودی عرب کی مالی امداد سے جوڑ رکھا ہے، مگر اس نے وہاں دو ہفتے کے قیام کے دوران کئی سیاسی علاقوں کی زیارت کی ہے، اور کئی سیاسی لیڈروں سے ملاقات کی ہے۔ جس میں صیہونی گروہ کا لیڈر ''اسحاق ھیرتزوغ'' بھی شامل ہے، اور ان تک شاہ فہد کی نیک خواہشات بھی پہنچائی ہیں۔

ابن سخوطہ نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ ان کی مقبوضہ فلسطین کی زیارت سے، مشرق وسطیٰ میں سلامتی کے لئے ہو رہی کوشش کو مزید فروغ ملے گا۔ اخبار لکھتا ہے کہ حکومت نے سخوطہ کے اس سفر سے متعلق ساری معلومات

کو صیغۂ راز میں رکھا ہے، لیکن اسرائیل خبر رساں ایجنسی نے اس کی خوب تشہیر کی ہے، جس میں اس نے نخوطہ کو شاہ فہد کا مقرب بتایا ہے۔

اخبار نے اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل تنظیم بنام ''اسرائیلی شہرت کو بگاڑنے والوں کے خلاف جنگ'' کے سربراہ دافید روزن کے تعلقات نخوطہ سے کافی گہرے ہیں۔ جو کہ اپنے اس شعار سے بالکل ہٹ کر کام کرتی رہی ہے، اور ساتھ ہی اس شبہ کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ قطعی تعجب خیز نہیں کہ اس تنظیم کے لیڈر سعودی عرب کا ماضی میں خفیہ اور علانیہ دورہ نہ کر چکے ہوں۔ ''اخبار العرب'' میں رابطۂ عالم اسلامی کے اہم رکن اور اسرائیل کے لیڈر سے ملاقات، اور ہاتھ ملاتے ہوئے فوٹو بھی دیا ہے۔ جس کے ذریعہ یہ نتیجہ نکالنا کوئی مشکل نہیں۔

۱۔ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں کو سبوتاژ کر کے اسرائیل سے معاہدہ چہ معنی دارد۔

۲۔ جب کہ مسلسل لبنان کی غازہ پٹی اور فلسطینی حریت پسندوں پر ہوائی حملے جاری ہیں۔ روزانہ درجنوں مسلمان جاں بحق کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ اسرائیل میں تجارتی سطح کی شروعات کیا عالم اسلام کو بیوقوف بنانے کے مترادف نہیں۔

۴۔ اور اب تک آزادئ بیت المقدس کی تحریک کو سعودی شاہ فہد نے متحرک ہو کر طاقتور کیوں نہیں کیا۔

۵۔ آزادی فلسطین میں سب سے بڑی رکاوٹ خود عرب حکمراں بالخصوص سعودی عرب ہے۔ یہ نام نہاد مسلم حکمراں ہر اس تحریک اور طاقت کے خلاف اپنے خزانوں کے منہ کھول بیٹھے ہیں، جو ان کے آقا امریکہ اور اس کی خبیث کوکھوں سے جنم لینے والے اسرائیل کے خلاف، دنیا کے کسی بھی گوشہ سے اٹھتی ہے۔

۱۹۲۶ء میں موتمر عالم اسلامی کانفرنس کی تجویز ''جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کو اقتصادی امتیازات نہ دیئے جائیں'' اس پر کہاں تک عمل ہوا۔

۷۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آزادی کے لئے ''متحدہ عالمی اسلامی محاذ'' کی تشکیل ہونی چاہئے۔یہ وہ ممالک اسلامیہ کریں جن کے مفادات برطانوی،امریکی سامراج، یا اشتراکی طاقتوں کے ساتھ وابستہ نہ ہوں۔

حضور مفتی اعظم ہند کے حقیقی جانشین علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں رقم طراز ہیں۔

بیت المقدس کو خصوصاً اور فلسطین بلکہ پورے مقبوضہ عرب علاقہ کو، اسرائیل کے ناجائز تسلط سے آزاد کرانے میں کبھی حکومت سعودیہ عرب کو اتحاد و تنظیم کا خیال نہ آیا، اور آیا تو اتحاد کی تشکیل کیوں نہ کی؟ اور برٹش وغیرہ حامیان یہود سے رابطہ کیوں نہ توڑا؟ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ سعودی حکومت ہمیشہ سے یہود و نصاریٰ کی وفادار، اور ان کے اشارہ پر کاربند ہے، اور آج بھی اسی وفاداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں''

حضور تاج الشریعہ آگے چل کر بڑے زوردار انداز میں فیصلہ فرماتے ہیں۔

جزیرۃ العرب پر ان یہودی فرمارواؤں کو قابض و دخیل کر کے کیا اسرائیل کی حفاظت کا انہیں موقع فراہم نہ کیا؟ ضرور کیا۔

نرسمہا راو حکومت سے قبل جتنی بھی پارٹیاں برسر اقتدار آئیں، سبھی کی خارجہ پالیسی تھی ''اسرائیل'' کی حکومت کو تسلیم نہ کیا جائے، مگر موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی میں ایک دم تبدیلی آئی، اور اس نے ناجائز حکومت کو تسلیم ہی نہیں، بلکہ اس سے سفارتی تعلقات بحال کیے، اس موقع پر اہل سنت کے ایک عظیم اور

متحرک ادارہ رضا اکیڈمی بمبئی نے احتجاج کیا، دھرنا دیا، اور دیگر ذرائع ابلاغ سے حکومت ہند کو مطلع کیا کہ مظلوموں کا ساتھ دینے والا ظالموں کا ہمدرد کیسے بن گیا۔ روز نامہ انقلاب بمبئی ۷/فروری ۱۹۹۲ء کی شائع کردہ رپورٹ اختصار کے ساتھ نقل کی جاتی ہے۔

''حکومت ہند نے اپنی پرانی خارجہ پالیسی کو چھوڑ کر اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کر لئے ہیں۔ اس کے خلاف آج فلورا فاؤنٹن پر رضا اکیڈمی کے عہدیدران سمیت سوا سو باوقار مسلمانوں نے صبح ۹/بجے سے بعد نماز عصر تک دھرنا دیا۔ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری مولانا الحاج محمد سعید نوری نے بتایا کہ دھرنا کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے علاوہ سارا دن نعت ومنقبت پڑھتے رہے، اور نماز ظہر ونماز عصر اور نماز مغرب کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ دھرنا دینے والوں میں مفتی رفیق احمد، مولانا سید سراج اظہر رضوی، مولانا شفیق الرحمان، مولانا عبد القدوس کشمیری، حافظ عبد القادر رضوی، مولانا شاہ محمد، مولانا شاہد رضا، حافظ اظہر، ایڈوکیٹ محمد یوسف ابراہانی، محمد یوسف زیورلری وغیرہ بھی شامل تھے۔ جس شامیانہ میں دھرنا دیا گیا، اس پر لگے بینروں پر تحریر تھا۔ ''عرب حکومتوں کی رضا مندی، مسلمانوں کی رضا مندی نہ سمجھی جائے''۔ اسرائیلیوں سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں۔ ''یہودی سعودی مردہ باد۔'' ''بیت المقدس کو جب تک آزادی نہ مل جائے، اس وقت تک ''اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم نہ کئے جائیں'' رضا اکیڈمی کے ایک وفد نے منترالیہ میں سابق وزیر اعلیٰ سدھا کرراؤ نائیک کے دفتر میں ایک میمورنڈم پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ سفارتی تعلقات کر کے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچائی ہے۔ دنیا کو معلوم ہے امریکہ برطانیہ جیسی حکومتوں کی مدد سے ہی فلسطینیوں کو ان کو اپنے وطن سے نکال کر اسرائیل کی فرضی حکومت کی منظوری اس بات کی تائید سمجھی جائے گی، حکومت ہند کی نئی پالیسی سے مسلمانوں کو

ٹھیس پہونچی ہے۔ لہذا برسر اقتدار حکمران کو چاہئے کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر کے ہندوستان کی سابقہ روایت کو برقرار رکھیں، کہ یہی انصاف کا تقاضہ ہے، اور مظلومین کی امداد ہے۔ بات لمبی ہوگئی، بس ایک شعر کے ساتھ قلم کو روکتا ہوں۔

نہیں معلوم یہ بدمستیاں کیا رنگ لائیں گی
کہاں تک اور بگڑے گا ابھی ان کا چلن ساقی

(اداریہ از محمد شہاب الدین رضوی مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ص ۳ تا ۷ بابت اکتوبر ۱۹۹۲ء ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ)

منقبت درشان تاج الشریعہ

انوار الحق رضوی

ازہری ازہری ازہری ہر طرف
فرش تا عرش ہر جا ہوئی نور کی
روشنی ،روشنی،روشنی ہر طرف
کھلبلی، کھلبلی، کھلبلی ہر طرف
بزم اہل سُنن کی ضیا آگئے
یعنی چورو میں اختر رضا آگئے
رہنما آگئے، پیشوا آگئے
سنیوں کے جو ہیں نا خدا آگئے
جن کی آمد کی مدت سے تھی آرزو
ہاں وہی یاد گار رضا آگئے
اے زمیں ناز کر اپنی قسمت پہ تو
تجھ پہ اولاد احمد رضا آگئے
علم کا جن کے دنیا میں ڈنکا بجا
یہ اسی ذات کا آئینہ آگئے
کانپ جاتے عدو جن کا سنتے ہی نام
ہاں وہی شیر غوث الوریٰ آگئے
آپ پر نجدیوں نے کیے جب ستم
یاد ہم کو شہہ کر بلا آگئے
یاد آئے جنہیں دیکھ کر کبریا
اے ہنر یہ وہی باخدا آگئے

منقبت در شان تاج الشریعہ

سید بدر عالم رضوی رجھتی:

ہم اہل حق ہیں، راہ حق سے اپنا منہ نہ موڑیں گے
ستم جتنا کرو ہم مصطفیٰ کا در نہ چھوڑیں گے

تمہارا کام ظلم وجور یہ تم کو مناسب ہے
ہمارا عزم محکم، پنجۂ ظالم کو توڑیں گے

تمہارا کام ذات مصطفیٰ سے کاٹنا رشتہ
ہماری کوشش، امت کے دل کو ان سے جوڑیں گے

تمہاری راہ ہم سے ہے الگ تم ہو الگ ہم سے
تمہاری پیش بندی سے رُخ اپنا ہم نہ موڑیں گے

یہ سن لیں نجد کے مجنوں کہ جو بھی کج نگاہی سے
ہماری سمت دیکھے گا ہم اس کی آنکھ پھوڑیں گے

چمن کی آبیاری کے لئے اے دشمنان حق
ہم اپنے خون دل کا آخری قطرہ نچوڑیں گے

تمول کا نشہ چھوڑ و کہ اہل دیں کوئی دم میں
تمہارے میکدے کے شیشہ وساغر کو توڑیں گے

کئی مختار ہیں پیچھے جو اپنے وقت پہ آ کر
تمہارے جبر و استبداد کا پنجہ مروڑیں گے

مظالم حضرت اختر رضا پہ ڈھاکے مکہ میں
ہمیں چھیڑا ہے تم نے، اب ہم تم کو نہ چھوڑیں گے

تمہارے نام یہ رضوی کا پیغام ہے سن لو
وفا کے راستے ہیں ہم جفا کا زور توڑیں گے

حضرت تاج الشریعہ ایک نظر میں

ولادت باسعادت ۲۵ر فروری ۱۹۴۲ء/۱۳۶۱ھ

تقریب رسم بسم اللہ خوانی ۱۹۴۴ء/۱۳۶۴ھ

اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ ۱۹۵۲ء /۱۳۷۲ھ

داخلہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی ۱۹۵۶ء /۱۳۷۶ھ

آغاز شعروشاعری ۱۹۶۰ء/۱۳۸۰ھ

سلاسل اربعہ کی اجازت وخلافت از حضور مفتی اعظم قطب عالم

۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء/ شعبان ۱۳۸۱ھ

والد ماجد مفسر اعظم ہند کا وصیت نامہ جانشینی وتولیت

دسمبر ۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ

جامع ازہر قاہرہ مصر روانگی ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ

آل مصر امتحان میں اول پوزیشن پر ایوارڈ ۱۹۶۴ء/۱۳۸۴ھ

اول نمبر آنے پر مدیر ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی کی خوشی

۱۹۶۵ء/ جمادالاولیٰ ۱۳۸۵ھ

دوران تعلیم والد ماجد کا انتقال پر ملال

۱۹۶۵ء/۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

جامعہ الازہر مصر سے فراغت و دستار فضیلت

۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ

وطن مالوف واپسی واستقبال ۱۷ر نومبر ۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ

سب سے پہلا فتویٰ ۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ

آغاز درس وتدریس دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۱۹۶۷ء/۱۳۸۷ھ

علامہ حسنین رضا بریلوی کی صاحبزادی سے عقد مسنون

۳ر نومبر ۱۹۶۸ء/ر شعبان ۱۳۸۸ھ

صاحبزادہ مولانا عسجد رضا قادری کی ولادت

۱۹۷۰ء/۱۴ اشعبان المعظم ۱۳۹۰ھ

تحریک نسبندی کے خلاف فتویٰ ۱۹۷۵ء/۱۳۹۵ھ

دارالعلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس تقرری

۱۹۷۸ء/۱۳۹۹ھ

آل انڈیہ سنی جمیعۃ العلماء کے قومی صدر منتخب

۱۹۸۰ء/۱۴۰۱ھ

برہان ملت مفتی برہان الحق جبلپوری کی اجازت احادیث وطریقت

۱۹۸۱ء/۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

راقم محمد شہاب الدین رضوی کی ارادت بیعت

۱۹۸۱ء/۲۵ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

نانا حضور مفتی اعظم کا انتقال اور امامت نماز جنازہ

۱۹۸۱ء/۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

بدست مولانا عبدالوحید بریلوی نقل فتاویٰ رجسٹر تعداد ۸۰

۱۹۸۳ء/۱۴۰۴ھ تا ۲۰۰۵ء/۱۴۲۶ھ

پہلا سفر حج وزیارت ۴ ستمبر ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ

دینی تبلیغی سفر کا باضابطہ آغاز ۱۹۸۴ء /۱۴۰۴ھ

امیر شریعت گجرات کی طرف سے تاج الشریعہ کا لقب

۱۱۸ اگست ۱۹۸۴ء/۱۴۰۵ھ

فقیہ اسلام کا خطاب از محقق عصر مفتی سید شاہد علی حسنی حسینی محدث

۱۹۸۴ء/ر شعبان ۱۴۰۴ھ

حضرت احسن العلماء مارہروی کی اجازت وخلافت

۱۵/نومبر۱۹۸۴ء/۱۴۰۵ھ

دوسرا سفر حج وزیارت ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ

مفتی برکات مولانا مظفر احمد بدایونی کی طرف سے شیخ المحدثین کا لقب

۱۹۸۵ء/۱۴/شوال ۱۴۰۵ھ

بی بی سی لندن سے حجاز کانفرنس کی تقریر نشر

۵/مئی ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ

تیسرے سفر حج میں سعودی حکومت کی گرفتاری

۳۱/اگست ۱۹۸۶/ ۱۴۰۷ھ

مکہ معظمہ سے رہائی پر بمبئی میں استقبالیہ اجلاس میں خطاب

۱۳ستمبر ۱۹۸۶ء /۱۴۰۷ھ

ولڈ اسلامک مشن لندن کی شاہ عبداللہ سے احتجاجی ملاقات

۱۹۸۷ء/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

فواد صادق مفتی سفیر سعودی برائے ہند کی معافی خواہی

۲۱ مئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۸ھ

گرفتاری کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں گیارہ دن قیام

مئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۸ء

حکومت اتر پردیش کی عہدہ کے لئے پیش کش

۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ

تاریخی کتاب مفتی اعظم اور ان کے خلفاء پر تقریظ جلیل

۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ

غیر مقلدین وہابیہ کا سد باب مئی ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ

سکریٹری وزیر اعظم ہند کی ملاقات جنوری/۱۹۹۵ء/۱۴۱۵ھ

وزیر اعظم حکومت ہند سے ملاقات سے انکار

۲۶/جولائی ۱۹۹۵ء/۱۴۱۶ھ

صرف شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچانے کے فیصل نامہ پر دستخط

فروری ۱۹۹۵ء/۱۴۱۵ھ
عالمی مسائل پر بموقع عرس رضوی ہنگامی میٹنگ کا انعقاد
۲۲/جولائی ۱۹۹۵ء/۱۴۱۵ھ
مخالفین کی طرف سے مرادآباد میں مقدمہ ۲۰/نومبر ۱۹۹۵ء/۱۴۱۵ھ
مقدمہ مرادآباد میں فتح وکامرانی اور جج کا تاریخی فیصلہ
۲۲/فروری ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ
جامعۃ الرضا متھراپور بریلی کے قیام کے لئے زمین کی خریداری
۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ
اجمیر مقدس میں ایک ہندو کا قبول اسلام ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ
جامعۃ الرضا بریلی کا تعمیری آغاز ۲۰۰۰ء/۱۴۲۱ھ
قاضی القضاۃ فی الہند کے عہدے پر تفویض نومبر ۲۰۰۵ء/۱۴۲۶ھ
قطب وقت علامہ تحسین رضا بریلوی کا انتقال وامامت نماز جنازہ
۸/اگست ۲۰۰۷ء/۱۴۲۸ھ
شیخ الجامعہ الازہر مصر کی جانب سے فخر ازہر ایوارڈ واستقبالیہ تقریب
۲۰۰۹ء/۱۴۳۱ھ
غسل کعبۃ اللہ شریف میں شرکت واندرون کعبہ ادائیگی نماز
۲۰۱۲ء/۱۴۳۴ھ
مفتی صوفی حبیب رضا بریلوی کا انتقال وامامت نماز جنازہ
۲۸ مارچ ۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ
سفر ترکی، جرمنی، پرتگال اور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ ۲۰۱۴ء/۱۴۳۶ھ
انتقال پر ملال
۲۰ جولائی ۲۰۱۸/۶ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ
پیش کش از: الحاج محتشم رضا خاں خلیفہ حضور تاج الشریعہ، سوداگران بریلی شریف